

ڈاکٹر عبادت بریلوی

لندن کی ڈائری

ادارۂ ادب و تنقید ○ لاہور



ڈاکٹر عبادت بریلوی

لندن کی ڈائری



ادارہ ادب و تنقید ○ لاہور

لاہور، پاکستان

134818

تصنیف: لندن کی ڈائری

مُصنّف: پروفیسر ڈاکٹر عبادت بریلوی
ناشر: فرحان عبادت، ڈپٹی ڈائریکٹر

ادارۃ ادب و تنقید، لاہور

سرورق: سید انور حسین شاہ نفیس رقم، لاہور

کتابت: سید محمد ابراہیم خوش نویس، لاہور

مطبع: ندیم یونس پرنٹرز، لاہور

جلد سازی: مدنی بک بائینڈنگ ہاؤس، لاہور

تاریخ اشاعت: جنوری ۱۹۹۲ء

تعاون: اکیڈمی ادبیات پاکستان، اسلام آباد

قیمت: ڈیڑھ سو روپے

لاہور، پاکستان

انتساب



اسکول آف اورینٹل اینڈ افریکن اسٹڈیز

یونیورسٹی آف لندن

کے

اساتذہ اور طلباء و طالبات

کے نام

عبادت بریلوی

پیش لفظ

میں نے اسکول آف اورنٹیل اینڈ افریکن اسٹڈیز لندن یونیورسٹی میں
 بہ حیثیت استاد زندگی کے چھ سات سال گزارے۔
 جس دن سے میں وہاں گیا، میں نے روزانہ کے حالات ڈائری کی
 صورت میں تحریر کئے، اور اب اس ڈائری کا ایک حصہ، جو بہ ذات خود
 مکمل ہے، اشاعت کے لئے پیش کیا جا رہا ہے۔
 اس میں قیام لندن کی تفصیل ہے جو دلچسپ بھی ہے، اور مفید بھی!

عبادت بریلوی

لاہور

۶ جنوری ۱۹۹۲ء

۳۰ ستمبر ۱۹۶۲ء

آج ۳۰ ستمبر کو پنی آئی اے کے جٹ طیارے سے لندن پہنچا۔ یہ طیارہ پاکستان کے وقت کے مطابق صبح نو بجے کراچی سے چلا تھا۔ راستے میں تہران، بیروت اور روم میں ٹھہرتا ہوا انگلستان کے وقت کے مطابق سو اچھ بجے لندن کے ہوائی اڈے پر پہنچ گیا۔ پاکستان میں اس وقت سو ادس بجے ہوں گے۔

لندن کے ہوائی اڈے پر خاموشی تھی۔ کوئی ہنگامہ نہیں تھا۔ یہاں سب سے پہلے مسافروں کے ہیلتھ سرٹیفکیٹ دیکھے گئے۔ اس کام میں پانچ سات منٹ صرف ہوئے۔ اس کے بعد ایک دوسرے کا ڈنٹر پر پاسپورٹ دیکھے گئے۔ ان لوگوں نے بھی تمام مسافروں کو چند منٹ میں فارغ کر دیا۔ اب کسٹم کا مرحلہ طے کرنا تھا۔ میں ہندوستان اور پاکستان میں کسٹم کی منزلیں طے کر چکا تھا۔ خیال تھا یہاں بھی کچھ ویسی ہی کیفیت ہوگی۔ بلکہ اُس سے بھی کچھ زیادہ۔ لیکن میری حیرت کی انتہا نہیں رہی جب مجھ سے کسٹم کے ایک شخص نے صرف یہ دریافت کیا کہ ”آپ یہاں کتنا عرصے قیام کریں گے اور آپ کا کام کیا ہوگا؟“ میں نے جواب دیا کہ ”میں تین سال رہوں گا اور لندن یونیورسٹی کے اسکول آف اورینٹل اینڈ افریقن اسٹڈیز میں سمندر پار کے پروفیسر کی حیثیت سے، پاکستان کی قومی زبان اردو پڑھاؤں

گا اور برٹش میوزیم اور انڈیا آفس میں اردو زبان اور ادب سے متعلق جو خطوطات ہیں، ان پر تحقیقی کام کروں گا۔ یہ سن کر اُس نے میرے سامان پر نشان لگا دیئے اور کہنے لگا "شکریہ" آپ جاسکتے ہیں؟ میں نے ایک پورٹری طرف اشارہ کیا۔ اُس نے سامان اپنی چھوٹی سی ٹرالی پر رکھا اور باہر جا کر بس میں رکھ دیا۔

باہر پھاٹک پر احمد نعیم ملک موجود تھے اور بڑے شوق سے میرا انتظار کر رہے تھے۔ میں باہر نکلا تو لپٹ گئے۔ یہ سات سال سے لندن میں ہیں۔ معاشیات میں بی ایس سی کیا ہے اور اب ام۔ ایس۔ سی کی تیاری میں مصروف ہیں۔ ہم باتیں کرتے ہوئے چند منٹ آگے بڑھے تھے کہ پیچھے سے ایک شخص نے میرے شانے پر ہاتھ رکھا اور ایک زوردار فہمقہہ لگایا۔ رالف رسل تھے جو لندن یونیورسٹی میں اردو کے استاد ہیں اور جنہوں نے مجھے یہاں لندن کھینچ بلایا ہے۔

ہم لوگ فوراً آپس میں بیٹھ گئے اور لندن کے خوبصورت شہر کا نظارہ کرتے ہوئے وکٹوریا ٹرمینل پہنچے۔ یہاں ہمارا سامان بس سے اتارا گیا۔ رسل اور نعیم نے اٹھا کر باہر سڑک پر رکھا اور ٹیکسی کا انتظار کرنے لگے۔ چند منٹ میں

ایک ٹیکسی مل گئی۔ اُس میں سامان رکھا اور ویورلی ہوٹل Waverley Hotel

پہنچے۔ یہاں اسکول آف اورینٹل اسٹڈیز کے اسسٹنٹ سیکرٹری Mr. Gate

House نے میرے قیام کا انتظام کر دیا تھا۔ کاؤنٹر پر دریافت کیا تو

معلوم ہوا کہ میرے قیام کا انتظام ہم ۱۳ نمبر کمرے میں ہے۔ بے چارے رسل

اور نعیم نے پھر بھاری بھاری سامان اٹھایا اور ہم کمرے میں پہنچے۔

میں نے ان لوگوں کو پاکستان کی مٹھائی اور نمکین کھلائی۔ رسل کو ان کی کتابیں

(۱) گنجینہ (۲) فلور فلورنڈا اور (۳) معصومہ دیں اور نعیم کو ان کی بیوی میرین کے

لئے پرس اور چوڑیوں کا وہ تحفہ دیا جو فہمیدہ نے چلتے وقت لاہور میں دیا تھا۔

رات کے گیارہ بجے تک ہم لوگ باتیں کرتے رہے۔ گیارہ بجے کے بعد جب

جب یہ لوگ ہوٹل سے رخصت ہو گئے تو میں نے سامان وغیرہ درست کیا اور پھر میں بستر میں لیٹ گیا۔ تھک گیا تھا۔ لیکن کچھ دیر نیند نہیں آئی۔ گھر کی یاد ستانی رہی۔ بالآخر میں پڑھتے پڑھتے اور سوچتے سوچتے سو گیا۔ صبح چار بجے آنکھ کھلی۔ فوراً یہ خیال آیا کہ لاہور میں اس وقت آٹھ بجے ہوں گے۔ فہمیدہ سو کر اٹھی ہوں گی۔ بچے کا دودھ بن رہا ہوگا۔ سب لوگ ناشتے کی تیاری کر رہے ہوں گے۔ اماں چپ چاپ بیٹھی ہوں گی۔ والد صاحب باہر جانے کی تیاری کر رہے ہوں گے۔ یہ سوچ کر میری آنکھوں میں ستارے سے جھلملانے لگے۔

یکم اکتوبر ۱۹۶۲ء

سات بجے کے قریب بستر سے باہر نکلا۔ شیو کیا۔ نہا یا دھویا، اور ناشتہ کرنے کے لئے کھانے کے کمرے میں چلا گیا۔ بیرے کو تاکید کی کہ میں مسلمان ہوں۔ پاکستان سے آیا ہوں۔ میں ناشتے میں صرف اُبلّا ہوا انڈہ، کارن فلیکس اور توس مکھن کھاؤں گا۔ تھوڑی دیر میں وہ کارن فلیکس، انڈے مکھن اور توس لے آیا۔ ناشتہ کیا اور پھر اُٹھ کر چند منٹ کے لئے ہوٹل سے باہر چلا گیا۔ لیکن جلد ہی واپس آ گیا، اس خیال سے کہ کہیں نعیم میری عدم موجودگی میں نہ آجائیں۔ چند منٹ ہی میں وہ آگئے۔ اور ان کے ساتھ میں یونیورسٹی روانہ ہوا۔

اسکول آف اورینٹل اسٹڈیز میں سب سے پہلے مسٹر گیٹ ہاؤس سے ملاقات ہوئی یہ صاحب اسکول کے اسسٹنٹ سکریٹری ہیں۔ میں نے انہیں بتایا کہ میں کل شام کو لندن پہنچ گیا تھا اور ان سے پوچھا کہ اب مجھے کیا کرنا چاہیے؟ کہنے لگے بس ٹھیک ہے۔ بہت اچھا ہوا۔ کچھ کرنے کی ضرورت نہیں۔ اسکول کے سکریٹری کرنل موائرز بارٹلیٹ

Moyse - Bartlett سے مل لیجئے۔ پھر کچھ دیر رک کر بولے "یہ کام بھی ایسا کچھ ضروری نہیں۔ اسکول کی اکاؤنٹنٹ مس شیلڈ اسمتھ سے مل لیجئے۔ وہ آپ سے چند باتیں دریافت کریں گی۔ کل آپ کاچیک بھی بن جائے گا۔ آپ کو لندن میں ظاہر ہے کہ پونڈ کی ضرورت ہوگی۔ اس

لئے کل چیک بہر صورت مل جانا چاہیے۔ اس گفتگو میں پانچ منٹ سے زیادہ نہیں لگے۔

میں وہاں سے رخصت ہو کر اکاونٹنٹ مس شیلڈ اسمتھ کے پاس پہنچا یہ خاتون بھی بڑی شرافت سے میں کہنے لگیں آپ اپنا نام اور تاریخ پیدائش مجھے لکھوا دیجئے۔ کل آپ کا چیک مل جائے گا۔ یہاں سے تین چار منٹ سے زیادہ صرف نہیں ہوئے۔

وہاں سے رخصت ہو کر اب میں نے یہ سوچا کہ پاکستان ہائی کمیشن میں چلنا چاہیے۔ چنانچہ بس میں بیٹھ کر Knights Bridge سے ہم لوگ لاؤنڈز اسکوائر Lownd s Square

کی طرف پیدل چل دیئے۔ ایجوکیشنل ایشیے خالق صاحب کا دروازہ کھٹکھٹایا۔ انہوں نے اندر بلا لیا۔ بڑے تپاک سے ملے۔ کہنے لگے میں تو کب سے انتظار کر رہا تھا۔ آپ اتنی تاخیر سے کیوں آئے؟ میں نے کہا ضروری کاموں میں تاخیر ہو گئی۔ دریافت کیا کہاں ٹھہرے ہیں؟ میں نے کہا یورلی ہوٹل میں۔ کہنے لگے ہوٹل تو بہت گراں ہوگا۔ میں نے کہا گراں تو ہے لیکن چونکہ اسکول کی طرف سے کمرہ محفوظ کر دیا گیا تھا اس لئے میں نے چند روز وہاں ٹھہرنا مناسب سمجھا۔ اب آپ مجھے پاکستان ہاؤس میں کمرہ دے دیں گے تو یہاں چلا آؤں گا۔ کہنے لگے ”کمرہ تو آپ کے لئے موجود ہے۔ آپ کرنل افضل خاں صاحب (وارڈن) سے مل لیجئے اور وہاں منتقل ہو جائے۔ پاکستان ہاؤس پہنچا تو کرنل صاحب اس وقت وہاں موجود نہیں تھے۔ نسیم نے کہا کہ جب تک وہ آئیں ہم لوگ یہیں کھانا کھالیں۔ یہاں کھانا اچھا ہوتا ہے۔“ چنانچہ ہم لوگوں نے کھانا کھایا اور اوپر جا کر لاؤنج LOWNGE میں بیٹھے رہے۔ میں نے وہیں بیٹھ کر چند خطوط لکھے۔ نیچے اترے تو کرنل صاحب اپنے دفتر میں بیٹھے ہوئے تھے بہت تپاک سے ملے۔ کہنے لگے۔ ”آپ کہاں تھے؟ بہت دیر میں آئے۔ آپ سے ملنے کا

اشتقاق تھا میرا تعلق بھی بریلی سے ہے۔ اب آپ کب یہاں آرہے ہیں۔
 کمرہ آپ کے لئے محفوظ ہے۔ میں نے شکریہ ادا کیا اور کہا کہ بدھ یا جمعرات کو
 آپ کے پاس آجاؤں گا۔ بدھ کو لندن میں ریلوں اور بسوں کی اسٹرائک ہونے
 والی ہے۔ اگر میں یہاں آگیا تو ۳ اکتوبر کو اسکول نہ پہنچ سکوں گا۔ کیونکہ سواری
 نہیں ملے گی۔ کرنل صاحب نے اتفاق کیا اور کہا کہ اچھا، بدھ یا جمعرات کو
 آپ کا انتظار رہے گا۔

اس مرحلے کو کامیابی کے ساتھ طے کر کے ہم لوگ بی بی سی گئے۔ وہاں
 چائے پی۔ سلمان شاہد مل گئے ان سے باتیں ہوتی رہیں۔ عباس احمد عباسی،
 خالد حسن قادری اور اطہر علی سے بھی ملاقات ہوئی۔ دیر تک ہم لوگ کافی پیتے
 اور باتیں کرتے رہے۔

چھ بجے کے قریب وہاں سے رخصت ہوئے۔ نعیم تو رخصت ہو کر اپنے
 گھر کی طرف چل دیئے اور میں ہوٹل میں واپس آگیا۔ دن بھر کی مسافت کی وجہ
 سے تھک گیا تھا۔ اس لئے لیٹ گیا اور پڑھنا شروع کر دیا۔ رات کو ۹ بجے کے
 قریب مجھے نیند آگئی۔

۲ اکتوبر ۱۹۶۲ء

صبح کو چار بجے آنکھ کھلی۔ منہ ہاتھ میں دھو کر لکھنے پڑھنے بیٹھ گیا۔ گھر کی یاد
 آتی رہی۔ گھڑی دیکھتا رہا اور یہ خیال آتا رہا کہ گھر پر کیا کیا کچھ ہو رہا ہوگا۔ جس
 وقت یہاں لندن میں چار اور چھ بجتے ہیں وہاں لاہور میں آٹھ اور دس کا وقت
 ہوتا ہے۔ اُس وقت سب لوگ ناشتہ کر کے اور باہر جانے کی تیاری کر رہے
 ہوں گے۔ تنہائی میں بیٹھتا ہوں تو یہ سارا نقشہ آنکھوں کے سامنے آجاتا ہے۔
 چھ بجے کے قریب میں نے اپنے شاگرد محمود علی قریشی کے بھائی وحید علی
 قریشی کو فون کیا اور ان سے کہا کہ کوئی مکان دلا دیجئے۔ انہوں نے وعدہ کیا کہ
 کوشش کریں گے۔ ان کے کسی دوست کے پاس مکان موجود ہے۔ شاید

اُن سے مل جائے۔ شام کو آٹھ بجے کے قریب انہوں نے ہوٹل میں فون کرنے کا وعدہ کیا۔

اس کے بعد میں نے ہمیدہ کو ایک مفصل خط لکھ کر دل کے بوجھ کو ہلکا کیا۔ جب گھری یاد آتی ہے تو خط لکھ کر دل کے بوجھ کو ہلکا کر لیتا ہوں، اور اس طرح خاصا سکون مل جاتا ہے۔

نونجے ناشتہ کرنے نیچے گیا۔ آج اس ہوٹل کی قلعی کھل گئی۔ میں ناشتے میں سب سے پہلے کارن فلیکس کھاتا ہوں۔ آج جو میں نے بیرے سے کہا تو وہ تھوڑی دیر کے بعد آیا اور کہنے لگا کارن فلیکس تو ختم ہو گئے۔ ان کی جگہ کوئی اور چیز لے لیجئے۔ میں نے کہا جو کچھ بھی تمہارے پاس ہو لے آؤ۔ چنانچہ وہ گیا اور بھنے ہوئے گیہوں لے آیا۔ دودھ بھی میز پر موجود نہیں تھا۔ میں نے گرم دودھ بھی کہہ کر منگوایا۔ اُس کے بعد انڈے اور ٹوس کھائے۔ آخر میں چائے پی۔ لیکن چائے نہایت بدمزہ تھی۔ ساڑھے نونجے اوپر اپنے کمرے میں واپس آ گیا۔

دس بجے کے قریب احمد نعیم ملک آگئے۔ انہوں نے اسکول آف اورینٹل

اسٹڈیوز کی اکاؤنٹنٹ مس شیلہ اسمتھ Miss Shilah Simth کو میری

طرف سے فون کیا اور یہ دریافت کیا کہ ڈاکٹر عبادت بریلوی کا چیک تیار ہے؟ انہوں نے جواب دیا پندرہ منٹ کے بعد آجائے۔ چیک تیار رکھا ہے۔ چنانچہ ہم لوگ ہوٹل سے اسکول گئے۔ مس اسمتھ نے مجھے ایک سوارٹ تالیس پونڈ پانچ شلنگ چھ پنس کا چیک دے دیا۔ اور کہا کہ یہ لاہور سے لندن تک کے کرائے کا چیک ہے۔ اب آپ لندن میں کسی قدر اطمینان سے رہ سکیں گے۔ تنخواہ آپ کی ہر مہینے ملتی رہے گی۔ اس چیک کے ساتھ جو خط ہے اس کو لے کر آپ ویسٹ منسٹر بینک کی مورگیٹ برانچ میں چلے جاتیے۔ وہ لوگ آپ کا حساب کھول لیں گے اور آپ کو چیک بک دے دیں گے۔

چیک لے کر ہم لوگ اسکول سے مورگیٹ کی طرف روانہ ہوئے۔ اب کے یہ سوچا کہ ٹوب میں سفر کرنا چاہیے۔ چنانچہ قریب کے ٹوب اسٹیشن سے اس میں سوار ہوئے اور دس منٹ میں مورگیٹ پہنچ گئے۔ بینک کے ایک اہل کار نے چند منٹ میں میرا حساب کھول دیا، وہ چیک جمع کر لیا اور چیک بک مجھے دے دی۔ میں نے چالیس پونڈ نکلا بھی لئے۔ اب ذرا اطمینان ہوا۔ کیونکہ اپنی جیب میں پیسے آگئے۔

بینک سے نکل کر ہم لوگوں نے یہ سوچا کہ اب ذرا سیر کرنی چاہیے۔ چنانچہ لندن شہر کی طرف چل دیئے۔ بینک آف انگلینڈ کی شان دار عمارت دیکھی۔ یہ عمارت دور تک پھیلی ہوئی ہے اور اس میں بڑا شکوہ نظر آتا ہے۔ اُس کو دیکھتے ہوئے ہم لوگ سینٹ پال کیتھڈرل میں گئے۔ یہ بہت پرانا گرجا گھر ہے۔ غالباً ۱۲۷۰ء میں تعمیر ہوا تھا۔ انگلستان کے مشہور ماہر تعمیر Sir P.C. Wren.

نے اس کا ڈیزائن بنایا تھا۔ یہ گرجا بہت شان دار نظر آتا ہے اور مجموعی طور پر اس میں حُسن کے ساتھ ساتھ شکوہ بھی شامل ہے۔ اس میں کچھ بڑے بڑے لوگوں کی قبریں بھی ہیں۔ ان قبروں پر ان کے مجسمے بھی بنا کر لگا دیئے گئے ہیں جن کی وجہ سے ان قبروں کو آسانی کے ساتھ پہچانا جاسکتا ہے۔

سینٹ پال کیتھڈرل سے نکل کر ہم لوگ مختلف سڑکوں پر گھومتے رہے۔ سوہو Soho کا علاقہ دیکھا فلیٹ اسٹریٹ کی سیر کی۔ ٹرافالگر اسکوائر Trafalgar Square کا نظارہ کیا۔ راستے میں تاج محل ریسٹورنٹ میں پاکستانی کھانا بھی کھایا۔ قیمہ اور مٹرا اور ساگ گوشت نے بہت لطف دیا۔ پندرہ شلنگ کے قریب بل آیا۔ دو شلنگ بیرے کو دیئے، اور ہم لوگ وہاں سے نکلے، اور مختلف سڑکوں پر گھومتے رہے۔ سوہو Soho میں ایک ایسی دوکان بھی دیکھی حلال کا گوشت بکتا ہے اور مسالے وغیرہ بھی مل جاتے ہیں۔ اس دوکان کا نام شیخ برادرز ہے۔

کئی گھنٹے چلنے کے بعد ہم لوگ تھک چکے تھے۔ اس لئے سوچا کہ کہیں بیٹھ کر چائے پی لی جائے۔ چنانچہ نین بچے کے قریب ہم لوگ لائونز Loyal's میں پہنچے اور وہاں چائے پی۔ چائے بہت اچھی تھی۔ نعیم نے بتایا کہ اس چائے کے پیالے کی قیمت صرف چھ پنس ہے۔ چار بچے کے قریب ہم لوگ اس رستوران سے باہر نکلے نعیم تو مجھ سے رخصت ہو کر گھر چلے گئے اور میں ہوٹل آگیا۔ تھک گیا تھا اس لئے کچھ دیر آرام کیا، اور پھر پڑھنا لکھنا رہا۔ کھانے کی خواہش نہیں تھی، اس لئے حلوے کی ایک قتی کھا کر سو گیا۔ سوانو بچے کے قریب ٹیلی فون کی گھنٹی بجی۔ وحید علی قریشی نے مکان کے بارے میں فون کیا تھا۔ کہنے لگے یونیورسٹی کے قریب ایک کمرہ ہے۔ وہ جمعہ یعنی ۵ اکتوبر کو خالی ہوگا۔ کرایہ چار پونڈ ہے۔ ناشتہ بھی اس میں شامل ہوگا۔ میں نے انہیں جواب دیا کہ سوچ کر بتاؤں گا۔ اس کے بعد نیندا اُٹ گئی۔ کچھ خاصی دیر جاگتا رہا۔ بالآخر نیندا اُٹ گئی۔

۳ اکتوبر ۱۹۶۲ء

صبح کو چار بچے اٹھ کھلی۔ ہاتھ منہ دھو کر لکھنے کے لئے بیٹھ گیا۔ ڈائری کے چند اوراق لکھے۔ پھر ذرا دیر لیٹ گیا۔ سات بجے کے قریب اٹھا۔ ضرورت سے فارغ ہوا۔ ۸ بجے کے قریب نعیم کو فون کیا۔ اور ان سے ریلوے اسٹراٹک کی صورت حال دریافت کی۔ انہوں نے بتایا کہ اسٹراٹک ہے اور بیشتر لوگ آج گھروں ہی پر رہیں گے۔ اس لئے آج ان سے بھی میری ملاقات نہیں ہو سکے گی۔

ساڑھے آٹھ بجے ناشتے کے لئے نیچے ڈرائینگ روم میں گیا۔ اس وقت وہاں اچھا خاصا مجمع تھا۔ میں بھی ایک میز پر بیٹھ گیا۔ کارن فلیکس، ابلے ہوئے انڈے اور توس کا ناشتہ کیا اور پھر کافی پی۔ سوانو بچے کے قریب کمرے میں واپس آیا۔ پان کھایا اور خط لکھنے بیٹھ گیا۔ فہمیدہ کو ان کے کالج کے پتے پر مفصل خط لکھا۔

دس بجے اسکول کا رخ کیا۔ سب سے پہلے ڈاک دیکھی۔ اس میں بلفاسٹ سے آیا ہوا چھوٹے بھائی تنکن کا خط ملا۔ ایک خط میرے شاگرد اللہ بخش اشرف کا بھی ملا۔ ان کے علاوہ کئی خط لندن یونیورسٹی سے آئے تھے، جن میں کچھ ضروری اطلاعات تھیں۔

اس کے بعد میں نے اس بات کی کوشش کی کہ مسٹر کلارک Mr. Clark سے مل لوں۔ یہ صاحب آج کل اسکول آف اورینٹل اسٹڈیز میں ہندوستان، پاکستان اور سیلون کے شعبے کے صدر ہیں۔ لیکن ان کا کمرہ نہ ملا۔ اس لئے ملاقات نہ ہو سکی۔ میں نے تلاش کرنے کی کوشش بھی نہیں کی۔ یہ سوچا کسی وقت رسل کے ساتھ ان سے مل لوں گا۔ میں لوگوں سے ملنے بٹلنے میں میں بہت کمزور واقع ہوا ہوں۔

اسکول کی اصل عمارت سے نکل کر مجھے یہ خیال آیا کہ ذرا نمبر ۳۳ ووبرن اسکوائر 38 Woburn Square چلنا چاہئے۔ یہ جگہ اسکول کی اصل عمارت سے ملی ہوئی ہے اور اس میں ۸۲ نمبر کمرہ رسل کو اور مجھے ملا ہے۔ چنانچہ میں وہاں پہنچا کمرہ کھلوا یا، اور وہاں بیٹھ کر کئی خط لکھے۔ رسل آج ریلوے اسٹرائک کی وجہ سے نہیں آئے تھے۔ اس لئے ان کے نام بھی ایک خط لکھ کر رکھ دیا، اور پھر مختلف سڑکوں کا جائزہ لینے کے لئے باہر نکلا۔ ٹاننہم کورٹ

Tottenham Court Road کے کئی چکر لگائے۔ آکسفورڈ سٹریٹ اور نیو آکسفورڈ اسٹریٹ پر بھی گھومتا رہا۔ ساڑھے تین بجے کے قریب جے بی لائنس J.B. Lyons کے ریسٹوراں میں گیا اور سینڈویچ کھائیں۔

چائے اور کافی پی، اس کے بعد ہوٹل آیا۔ محوڑی دیر بیٹھا۔ لیکن طبیعت بہت گھبرائی۔ اس لئے پھر باہر نکل گیا۔ اور N.W اور N.W.I کے علاقے کی طرف چل دیئے۔ اس علاقے میں بڑی مانوس سی فضا نظر آئی۔ عورتوں کو سودا خریدتے ہوئے اور چھوٹے بچوں کو سڑکوں پر کھلتے ہوئے

دیکھا۔ جی خوش ہوا۔ خاصی دور تک گیا۔ واپس لوٹ رہا تھا کہ شکن کے کلاس فیلو ڈاکٹر شاہ مل گئے۔ وہ ابھی حال ہی میں لندن پہنچے ہیں اور میڈیسن کے کسی ڈپلومہ کا امتحان دے رہے ہیں۔ انہوں نے بتایا کہ انہیں ایک کمرہ مل گیا ہے۔ کرایہ صرف دو ڈھائی پونڈ ہے۔ میں نے کہا میرے لئے بھی مکان کی کوشش کرو کیونکہ میں اپنی بیوی کو جلد بلانا چاہتا ہوں۔ ان کے بغیر طبیعت گھبراتی ہے اور ہر وقت ایک خلا سا محسوس ہوتا ہے۔ انہوں نے وعدہ کیا کہ مجھ سے کسی وقت یونیورسٹی میں ملیں گے اور صورت حال سے مطلع کریں گے۔ ان سے رخصت ہو کر میں سیدھا اپنے ہوٹل آیا۔ تھک کر چور ہو گیا تھا۔ اس لئے کپڑے بدل کر بستر میں لیٹ گیا اور پڑھتا لکھتا رہا۔ رات کے ساڑھے نو بجے مجھے نیند آگئی اور میں سو گیا۔

۴ اکتوبر ۱۹۶۲ء

صبح کو چار بجے آنکھ کھلی۔ لیکن بستر ہی میں لیٹا رہا۔ لکھنے کی کوشش کی لیکن جی نہیں لگا۔ سونے کی کوشش کرتا رہا۔ لیکن نیند نہیں آئی۔ اسی طرح سات بج گئے۔

اس خیال سے کہ آج مجھے اس ہوٹل کو چھوڑ کر پاکستان ہاؤس جانا ہے، میں نے اپنا بکھرا ہوا سامان سمیٹنا شروع کیا۔ ہر چیز باندھ کر رکھ دی۔

۹ بجے کے قریب نیچے ناشتے کے لئے گیا۔ آج ویورلی ہوٹل

Waverly Hotel کے کھانے کے کمرے میں خاصی رونق تھی۔ بہت سے لوگ جمع تھے۔ میں ایک کونے میں بیٹھ گیا۔ ناشتہ کیا اور اپراپنے کمرے میں واپس آکر احمد نعیم ملک کا انتظار کرنے لگا۔

دس بجے کے قریب نعیم کی بیوی میرین نے فون کیا اور یہ پوچھا کہ ملک وہاں پہنچ گئے ہیں یا نہیں؟ میں نے وہ ابھی تک نہیں آئے۔ میں ان کا انتظار کر رہا ہوں۔ وہ کہنے لگیں میں ان سے ایک ضروری بات کرنا چاہتی تھی۔ میں

نے کہا وہ آتے ہی ہوں گے۔“ میں اُن کو آپ کا پیغام پہنچا دوں گا۔ کہنے لگیں
تفتے کو آپ سے ملاقات ہوگی۔ آپ کھانا ہمارے ساتھ کھائیں گے۔ میں
نے کہا ضرور حاضر ہوں گا۔“

نعیم گیارہ بجے کے قریب آئے۔ انہوں نے دیر میں پہنچنے کی معذرت
کی۔ راستے میں اُن کے کوئی دوست مل گئے تھے۔ اُن کے ساتھ انہیں یونیورسٹی
جانا پڑا۔

میں نے اُن سے کہا کہ آپ پہلے اپنی بیوی کو فون کیجئے۔ پھر یہاں سے
رخصت ہونے کا بندوبست کرتے ہیں چنانچہ انہوں نے فون پر چند باتیں
کیں اس کے بعد ہم لوگ نچے گئے۔ اور کاؤنٹر پر بل مارا گیا۔ ایک لڑکی
نے دو تین منٹ کے اندر بل بنا کر دے دیا۔ چار روز کا بل دس پونڈ سے
کچھ زیادہ ہوا۔ رقم دے دی اور اس سے کہا کہ کسی پورٹری سے ہمارا سامان
نیچے منگوا دیجئے۔ پورٹری اوپر گیا اور سامان اٹھالایا۔ اتنے میں ٹیکسی بھی مل گئی۔
پورٹری نے سامان ٹیکسی میں رکھ دیا۔ میں نے اُسے ہاف کراؤن کا سکہ دیا۔
اُس نے شکریہ کہہ کر جیب میں رکھ لیا اور ہم لوگ ٹیکسی میں بیٹھ کر پاکستان اسٹوڈنٹس
ہاسٹل کی طرف چل دیئے۔

یہ جگہ لاؤنڈز اسکوائر Lownd's Square کے قریب ہے
اور اس کو چشم پلیس Chesham Place کہتے ہیں۔ یہاں پاکستانی
طالب علم رہتے ہیں۔ خالق صاحب پاکستان ہائی کمیشن کے ایجوکیشنل اٹیشن
Educational Attache نے ازراہ نوازش اس ہوسٹل میں مجھے

ایک کمرہ دے دیا ہے۔ اس کے وارڈن کرنل افضل صاحب بہت اچھے اور
پُر خلوص آدمی ہیں۔ جیسے ہی ہم لوگ پہنچے۔ انہوں نے کمرے کی چابی دی اور
ہم لوگ سامان لے کر کمرے میں پہنچ گئے۔ چونکہ یہ کمرہ عمارت کی آخری منزل
پر ہے، اس لئے ہم لوگ سامان لے کر چڑھنے میں ہانپتے لگے تھے۔ اس

لئے ذرا دم لیا۔ پھر چیزیں اپنی اپنی جگہ پر رکھیں اور ہم نیچے کھانا کھانے کے لئے چلے گئے۔ اس ہوسٹل میں پاکستانی کھانا بہت اچھا ملتا ہے۔ نسبتاً سستا بھی ہے۔ ہم نے کھانا کھایا اور یہ سوچا کہ اب رسل اسکوائر کی طرف چلنا چاہیے۔ نعیم نے کہا کہ ٹیوب سے چلنا چاہیے، جلد پہنچ جائیں گے۔ چنانچہ نائٹس برج Knights Bridge کے اسٹیشن پر پہنچے۔ نو نو پنس کے دو ٹکٹ

لئے اوزر جلی سے چلنے والی سیڑھیوں نے ہمیں زیر زمین اسٹیشن پر پہنچا دیا۔ فوراً ہی گاڑی آگئی۔ دروازہ کھلا اور ہم اس گاڑی میں بیٹھ گئے۔ ایک دو منٹ کے بعد گاڑی چل دی اور ہم ہائیڈ پارک کارنر، سینٹ جیمس پارک، پکاؤلی، کوونٹ گارڈن اور ہوبرن کے اسٹیشنوں سے گزرتے ہوئے رسل اسکوائر پہنچے۔ اس اسٹیشن پر تمام مسافر ایک جگہ لفت پر جمع ہو جاتے ہیں اور یہ لفت سب کو اوپر سٹرک پر پہنچا دیتا ہے۔ ہم لوگ بھی سب کے ساتھ رسل اسکوائر کی سٹرک پر پہنچ گئے یہاں پہنچ کر نعیم نے کہا کہ اب میں رخصت ہوتا ہوں۔ مجھے بنک جانا ہے۔ ایک دو کام اور بھی ہیں۔ اتنے میں آپ یونیورسٹی ہو آئیے ہم لوگ تین بجے بی بی سی میں ملیں گے۔ آپ بس میں آڈو وچ Aldwych کے چوک میں پہنچ جائے گا۔ میں بس اسٹاپ پر آپ کا انتظار کروں گا۔

میں ان سے رخصت ہو کر یونیورسٹی کی طرف روانہ ہوا۔ سب سے پہلے اسکول میں اپنی ڈاک دیکھی۔ پھر اپنے کمرے میں گیا اس خیال سے کہ رسل میرا انتظار کرتے ہوں گے۔ لیکن رسل وہاں موجود نہیں تھے۔ دروازے پر ایک کارڈ لگا ہوا تھا جس میں اطلاع تھی کہ دو بجے ڈیپارٹمنٹ کی میٹنگ میں ملاقات ہوگی۔ کمرہ بند تھا۔ اس لئے میں سینٹر کمان روم میں گیا۔ اس خیال سے کہ شاید رسل وہاں موجود ہوں گے لیکن وہ وہاں بھی موجود نہیں تھے۔ اس لئے میں برآمدے میں ایک صوفے پر بیٹھ گیا، اور اسکول کے کچھ کاغذات دیکھنے لگا۔ ابھی بیٹھا ہی تھا کہ سکین کے کلاس فیلو ڈاکٹر شاہ آگئے۔ وہ اپنے ساتھ

مکان کے سلسلے میں کچھ پتے لائے تھے میں اُن سے مکان کے بارے میں بات کر رہی رہا تھا کہ بیٹریوں پر رسل آتے ہوئے دکھائی دیتے۔ کہنے لگے ”آپ اپنا کام کیجئے۔ ابھی میٹنگ میں جانے کی کوئی خاص جلدی نہیں ہے۔ میں ایک پیالی کافی پی لوں۔“ میں نے کہا آپ کافی پیجئے۔ میں ڈاکٹر شاہ صاحب سے بات کر لوں۔“ رسل اندر چلے گئے۔ تھوڑی دیر میں ڈاکٹر شاہ بھی رخصت ہوئے، اور میں پھر اُس صوفے پر اکیلا رہ گیا۔

چند منٹ بعد رسل کافی پی کر واپس آگئے اور ہم لوگ میٹنگ میں چلے گئے۔ میٹنگ کی صدارت ہندوستان پاکستان اور سیلون کے شعبے کے صدر مسٹر کلارک کر رہے تھے۔ انہوں نے دوسرے اساتذہ سے میرا تعارف کرایا اور پھر ڈیپارٹمنٹ کے بارے میں باتیں ہونے لگیں۔

یہ میٹنگ کوئی تین بجے کے قریب ختم ہوئی، جلدی جلدی میں نے اور رسل نے چائے کی پیالی پی اور بس لے کر ساڑھے تین بجے کے قریب بی بی سی کے دفتر پہنچے۔ بس اسٹاپ پر نعیم میرا انتظار کر رہے تھے۔ ہم لوگ بی بی سی کے ریسٹوران میں جا بیٹھے۔ وہاں عباس احمد عباسی، مولانا قاسمی، اطہر علی، سلیم شاہد، کرشنا مورتی اور سرین وغیرہ بھی آگئے۔ دیر تک ہم لوگ چائے پیتے اور باتیں کرتے رہے۔

پانچ بجے کے قریب وہاں سے اٹھے۔ میں ۹ نمبر بس میں بیٹھ کر نائٹس برج

آیا۔ اپنے کمرے میں کچھ دیر آرام کیا۔ پھر نیچے

انٹرا کھانا کھایا۔ تھوڑی دیر لاؤنڈز اسکوائر Lownds Square

کی سیر کی۔ ہر طرف رنگ رلیاں منائی جا رہی تھیں۔ مکانوں میں خم لندھائے جا رہے تھے۔ ہر ایک پر کیف و مستی کا عالم تھا۔ کچھ عجیب ہی کیفیت تھی۔ میرے لئے یہ نیا تجربہ تھا۔

میں ان مناظر کی تاب نہ لاسکا اور چپ چاپ واپس آکر اپنے کمرے میں

سورہا۔ ۲ بجے کے قریب آنکھ کھل گئی اور پھر دیر تک نیند نہیں آئی۔ پانچ بجے کے قریب پھر سو گیا اور پھر سات بجے آنکھ کھلی۔

۵ اکتوبر ۱۹۶۲ء

آٹھ بجے کے قریب ہنہا دھو کر فارغ ہوا، اور نیچے ناشتے کے لئے گیا۔ ساڑھے نو بجے اوپر اپنے کمرے میں واپس آیا۔ ہمیدہ کو خط لکھا۔ ساڑھے دس بج گئے۔ اس لئے فوراً Knights Bridge کی طرف روانہ ہوا تاکہ ٹیوب سے رسل اسکوائر پہنچوں، اور وہاں سے یونیورسٹی جاؤں۔ رسل سے گیارہ بجے اپنے کمرے میں ملنے کا وعدہ تھا۔

یہ ٹیوب بھی خوب چیز ہے۔ لندن کے نیچے زیر زمین اس کا ایک جال پچھا ہوا ہے۔ یہ ریلین جلی سے چلتی ہیں۔ بہت تیز رفتار ہیں۔ چند منٹ میں انسان کئی کئی میل چلا جاتا ہے۔ میں نائٹس برج

کے اسٹیشن سے ٹیوب میں بیٹھتا ہوں اور دس منٹ میں رسل اسکوائر پہنچ جاتا ہوں۔ راستے میں پکا ڈلی، لیسٹر اسکوائر کو ونٹ گارڈن اور ہوبرن کے اسٹیشن آتے ہیں۔ ہر اسٹیشن پر گاڑی ٹھہرتی ہے اور ہر ڈبے کے دروازے خود ہی کھل جاتے ہیں۔ جب چلتی ہے تو خود ہی بند ہو جاتے ہیں۔ میں گیارہ بجے سے چند منٹ قبل ہی یونیورسٹی پہنچ گیا۔ رسل ابھی تک نہیں آئے تھے۔ کمرہ بند تھا۔ اس لئے میں ۳۳-دوبرن اسکوائر

33-Woburn Square میں باہر ہی سیڑھیوں پر بیٹھ گیا۔ ٹھیک گیارہ

بجے رسل سامنے سے آتے ہوئے نظر آئے۔ ہم لوگوں کے ساتھ ساتھ کمرے میں پہنچے۔ وہاں مشرقی افریقہ سے آئی ہوئی ایک خاتون ہمارا انتظار کر رہی تھیں۔ یہ کسی مضمون میں بی۔ اے آنرز کر رہی ہیں۔ لیکن Subsidiary

Subject کے طور پر انہوں نے اُردو ہی ہے۔ ہم لوگوں سے اُردو پڑھنے

کے لئے وقت لینا چاہتی ہیں۔ رسل نے ان سے کہا کہ آپ امریکی طالب علم

Mr. Thomas کے ساتھ ہی سبق میں شریک ہو جائے۔ وہ ابھی چند منٹ میں آتے ہوں گے۔ ابھی آپ کا پتھر کا وقت مقرر کر دیا جائے گا۔ تھوڑی دیر میں ٹامس آگئے۔ اور ان کے ساتھ مل کر ہم لوگوں نے وقت مقرر کر لیا۔ طے یہ ہوا کہ پیر اور منگل کو رسل انہیں میر، غالب اور اقبال پڑھائیں گے اور میں بدھ جمعرات اور جمعہ کو نظیر اکبر آبادی کی نظمیں بنجارہ نامہ، روٹی نامہ، موسم زمستان، نذیر احمد کی محسنات یا فسانہ مبتلا اور پیرم چند کی ایک کہانی پڑھاؤں گا۔

ان لوگوں نے وقت نوٹ کر لیا اور رخصت ہو گئے اور میں رسل کے ساتھ بائیں کمرہ رہا۔ کچھ دیر یونیورسٹی کے بارے میں گفتگو ہوئی۔ اس کے بعد پی ایچ ڈی کی ڈگری اور ریسرچ کے بارے میں ہم لوگوں نے غور کیا۔ لائبریری میں جو کتابیں اور رسالے منگوائے جاسکتے ہیں، ان کی ایک فہرست بنائی۔ میں نے رسل سے برٹش میوزیم اور انڈیا آفس کے مخطوطات کے بارے میں مشورہ کیا، اور انہوں نے گزشتہ چند سال میں میر کے کلام کا جو ترجمہ کیا ہے اس کی تفصیل پیش کی۔ ہم لوگ اس کی اشاعت کے بارے میں غور کرتے رہے۔

ایک سچ گیا تو رسل نے کہا "چلئے کہیں کھانا کھایا جائے۔ چنانچہ ہم لوگ بریک کالج میں چلے گئے۔ یہاں کھانا بہت اچھا ہوتا ہے۔ وہاں پہنچے تو کھانا کھانے والوں کی ایک لمبی قطار بنی ہوئی تھی۔ ہم لوگ بھی قطار میں کھڑے ہو گئے۔ چند منٹ کے بعد وہاں تک پہنچے جہاں کھانا ملتا ہے۔ میں نے تلی ہوئی پھلی اور آلو کے چپس لئے۔ رسل نے گوشت اور سبزی وغیرہ لی۔ میں نے اس کی قیمت ادا کرنی چاہی لیکن رسل نے کہا کہ اپنا اپنا بل دیں گے۔" یہاں یہی طریقہ ہے۔ مجھے یہ بات عجیب معلوم ہوئی لیکن میں مجبور ہو گیا۔ خیر ہم نے ایک کونے میں بیٹھ کر کھانا کھایا، اور دیر تک اردو زبان، پنجاب یونیورسٹی کے اردو

مخطوطات اور مختلف یونیورسٹیوں میں اُردو کی حیثیت پر باتیں کرتے رہے۔
 کھانا کھا کر اٹھے تو سوچا اپنے اسکول کے سینئر کمان روم میں جا کر کافی پیئیں
 گے۔ چنانچہ وہاں پہنچے اور کافی پی۔ یہاں اسکول کے بہت سے اُستاد جمع
 تھے۔ ان میں سے بعض سے تعارف بھی ہوا۔ یہاں سے اُٹھے تو رسل نے کہا کہ
 اسکول کے سکریٹری کرنل موائز بارٹلیٹ Lient Col. Moyse Bartlett

نے یہ پیغام بھیجا ہے کہ آپ کو ان سے کسی وقت مل لینا چاہیے
 ہم نے ان کی سکریٹری سے وقت مقرر کیا۔ انہوں نے کہا آپ کے لئے
 تین بجے کا وقت مناسب رہے گا۔ میں نے کہا بالکل مناسب ہے۔ اس
 کے بعد ہم لوگ اپنے کمرے میں چلے گئے۔ پونے تین بجے کے قریب میں اٹھا
 اور ڈاکٹر کرنل موائز بارٹلیٹ Dr. Col. Moyse Bartlett کے پاس
 پہنچا۔ انہوں نے فوراً ہی بلایا نہایت تپاک سے ملے اور چند منٹ تک
 بالکل دوستانہ انداز میں باتیں کرتے رہے۔

کہنے لگے ہم لوگ ایک دوسرے کو خط لکھتے رہے ہیں۔ آج ملاقات بھی
 ہو گئی۔ آپ نے لندن کو کیسا پایا؟ میں نے کہا یہ میری خوش قسمتی ہے۔ لندن
 بہت خوبصورت شہر ہے لیکن بڑا بہت ہے۔ یہاں اجنبی آدمی اگر گھبراتا ضرور
 ہوگا۔ میں بھی گھرایا، لیکن جیسے جیسے دن گزرتے جاتے ہیں میری گھبراہٹ
 کم ہوتی جاتی ہے۔ کہنے لگے۔ یہ تو بالکل فطری بات ہے۔ چند روز میں آپ
 اس شہر سے مانوس ہو جائیں گے۔ آپ کا قیام کہاں ہے؟ میں نے کہا
 میں ویورلی ہوٹل میں ٹھہر گیا تھا۔ مسٹر گیٹ ہاؤس Mr. Gatehouse

نے ازراہ نوازش میرے لئے ایک کمرہ محفوظ کرا دیا تھا۔ اس ہوٹل میں مجھے بہت
 آرام ملا۔ لیکن یہ گراں بہت تھا۔ اس لئے میں کل پاکستان ہوٹل میں منتقل ہو
 گیا ہوں۔ یہ جگہ لاؤنڈز اسکوائر میں ہے اور وہاں مجھے بہت آرام ہے۔ سستی
 بھی ہے اور کھانا وغیرہ بھی اچھا مل جاتا ہے۔ کہنے لگے یہ بہت اچھا ہے۔

افسوس ہے کہ ہم لوگوں کے پاس رہنے کے لئے ایسی کوئی جگہ نہیں ہے کہ ہم اپنے اُستادوں کو دے سکیں۔ ایک منصوبہ ہم لوگوں نے ضرور بنایا ہے۔ شاید کچھ فلیٹس بن جائیں گے لیکن اس میں کم از کم دو تین سال کا عرصہ ضرور لگے گا۔ میں نے جواب دیا۔ اُس طرح یقیناً اُستادوں کو آسانی ہو جائے گی اور دل میں یہ مصرع پڑھا۔ کون جیتتا ہے تیری زلف کے سر ہونے تک۔

اس کے بعد وہ یہ پوچھتے رہے کہ آپ ہندوستان کے رہنے والے ہیں یا پاکستان کے اور آپ نے تعلیم کہاں حاصل کی ہے؟ میں نے کہا میں رہنے والا تو ہندوستان کا ہوں۔ لکھنؤ میں پیدا ہوا۔ لکھنؤ ہی میں رہا وہیں تعلیم حاصل کی لیکن پاکستانی ہوں، اور اب لاہور میرا وطن ہے۔ پھر ڈگریوں کے بارے میں پوچھا کہ آپ کی یونیورسٹی میں بی۔ اے آنرز کے بعد ام۔ اے کس طرح ہوتا ہے؟ میں نے کہا تین سال پورے کرنے کے بعد ہمارے یہاں لکھنؤ یونیورسٹی میں بی۔ اے آنرز کی ڈگری دی جاتی ہے، اور اگر کوئی شخص ایک سال اور پڑھے تو اُس کو ام۔ اے اسپیشل کی ڈگری مل جاتی ہے۔ میں نے اسی قسم کا ام۔ اے کیا ہے اور اُس کے بعد پی ایچ ڈی کی ڈگری بھی حاصل کی ہے۔ کہنے لگے آپ کی ریسرچ کا موضوع اُردو تنقید کا ارتقا، مجھے بہت پسند آیا ہے۔ اچھا ہوا کہ آپ کا تھیسز چھپ گیا۔ آپ کی دوسری تصانیف کی فہرست بھی میرے پاس موجود ہے۔ لیکن یہ سب اُردو میں ہیں۔ اس لئے میں انہیں سمجھ نہیں سکتا۔ بہر حال میں آپ کو مبارکباد دیتا ہوں۔

میں اُن کی باتیں سُن کر بہت خوش ہوا، اور تھوڑی دیر کے بعد اُن سے اجازت لے کر اپنے کمرے میں آ گیا۔ رسل کو پوری روداد سُنائی۔ اتنے میں محب الحسن آگئے۔ یہ صاحب علی گڑھ میں تاریخ کے ریڈر ہیں اور آج کل لندن آئے ہوئے ہیں۔ یہ رسل سے ملنے آئے تھے۔ اس لئے میں نے رخصت چاہی اور اجازت لے کر اپنے ہوٹل کی طرف چل دیا۔ یونیورسٹی کے قریب ۷، ۸ اپریل

بس لی اور کوئی ۲۰ منٹ میں پاکستان ہوسٹل پہنچ گیا۔ کپڑے اتار کر چند منٹ لیٹا ہی تھا کہ نیچے سے ایک صاحب آئے اور کہنے لگے "بی بی سی سے آپ کا فون آیا ہے۔ کوئی عباسی صاحب آپ کو فون کر رہے ہیں۔ میں نے کہا۔ مجھے تو کپڑے پہننے ہیں ذرا دیر لگے گی۔ آپ مہربانی کر کے ان سے کہہ دیجئے کہ میں انہیں فون کر لوں گا۔" انہوں نے جا کر عباسی سے فون پر یہ کہہ دیا کہ ڈاکٹر صاحب بستر میں لیٹے ہیں۔ عباسی میرے شاگرد تھے اور مجھ سے بہت محبت کرتے تھے یہ سن کر بہت گھبرائے اور چند منٹ میں میرے کمرے میں آگئے۔ میں نے پوچھا کیسے آئے؟ کہنے لگے۔ مجھے یہ خیال ہوا کہ آپ کی طبیعت خدا نخواستہ کچھ ناساز ہے۔ اس لئے میں نے سوچا آپ کو دیکھتا چلوں۔" دراصل انہیں In Bed والے فخرے سے غلط فہمی ہو گئی۔ میں نے کہا۔ میں بالکل ٹھیک ہوں۔ ذرا تھک گیا تھا۔ اس لئے سوچا کمر سیدھی کر لوں۔" خیر وہ دیر تک بیٹھے رہے اور مختلف موضوعات پر باتیں کرتے رہے۔ نو بجے کے قریب میں نے کہا کہ آئیے چلئے نیچے کھانا کھا لیا جائے۔ چنانچہ ہم لوگ نیچے گئے۔ کوفتے اور آلو گوشت وغیرہ کھایا لیکن کچھ مزہ نہیں آیا۔ کیونکہ کھانا ٹھنڈا ہو چکا تھا۔ عباسی میرے پرانے شاگرد ہیں۔ جب میں شروع شروع اینگلو غربک کالج دہلی میں گیا ہوں تو یہ بی۔ اے فرسٹ ایئر میں داخل ہوئے تھے)

اسی شام پشاور یونیورسٹی کے اسسٹنٹ لائبریرین مولوی عبدالصبور صاحب سے بھی ملاقات ہوئی۔ میں عباسی کے ساتھ کھانا کھا رہا تھا کہ دیکھا مولوی صاحب بھی ایک کونے میں بیٹھے ہوئے۔ چند لوگوں سے باتیں کر رہے ہیں۔ ہم لوگ ایک دوسرے سے بغل گیر ہوئے۔ کہنے لگے "میں اگست میں پشاور سے چلا تھا۔ مختلف ملکوں کے کتب خانے دیکھ رہا ہوں۔ ابھی مغربی جرمنی بھی جانا ہے۔" ۲۹ اکتوبر تک پشاور واپس پہنچ جاؤں گا۔ میں نے

کہائیں بھی یہاں کے کتب خانوں کے قلمی خطوط دیکھنے کے لئے آیا ہوں۔ ان پر کام کروں گا۔ کہنے لگے پیر کو میرے ساتھ چلتے۔ میں انڈیا آفس کے لائبریرین مسٹر سٹن Mr. Sutton سے آپ کا تعارف کرا دوں گا۔ اُن سے آپ کو بڑی مدد ملے گی۔ پھر ہم لوگ کسی روز برٹش میوزیم بھی چلیں گے۔ انہوں نے اتوار کو پھر ملنے کا وعدہ کیا اور انڈیا آفس جانے کا پروگرام بنایا۔ ساڑھے نو بجے کے قریب میں نے مولوی عبدالصباح صاحب اور عباسی کو رخصت کیا اور اوپر اپنے کمرے میں آگیا۔ تھوڑی دیر کچھ لکھتا رہا، اور پھر سو گیا۔

۶ اکتوبر ۱۹۶۲ء

صبح چار بجے آنکھ کھلی۔ گھر کا خیال آنے لگا۔ طبیعت کچھ دیر پریشان سی رہی۔ لیکن اپنے آپ کو سنبھالا اور کچھ لکھنے کے لئے بیٹھ گیا۔ لکھنے سے طبیعت بہل جاتی ہے اور وہ غم غلط ہو جاتا ہے جو گھر سے دور ہونے کی وجہ سے آج کل ہر وقت میرے ساتھ سائے کی طرح چلتا ہے۔

ساڑھے سات بجے کے قریب غسل خانے میں گیا۔ واپس آکر دو ایک خط لکھے، اور پھر نیچے ناشتے کے لئے چلا گیا۔ توست اور انڈہ کھایا۔ چائے پی اور پھر اوپر واپس آگیا۔ ساڑھے دس بجے تک خط لکھتا رہا۔ اس کے بعد یٹوب میں بیٹھ کر رسل اسکوائر پہنچا۔ اسکول میں اپنی ڈاک دیکھی۔ فہمیدہ کا خط ملا۔ فوراً پڑھنا شروع کیا۔ گھر کے حالات معلوم ہوئے۔ دل کو اطمینان ہوا اور طبیعت بحال ہوئی۔ گیارہ بج چکے تھے اس لئے میں نے اپنے کمرے میں بیٹھنا مناسب نہیں سمجھا۔ فوراً بی بی سی کی طرف چل دیا۔ کیونکہ اُن لوگوں نے مجھے گیارہ بجے بلایا تھا۔ پاکستان کے ادبی ماحول، پر یہ لوگ ایک مذاکرہ کرنا چاہتے تھے اس کو ریکارڈ کرنا تھا۔

میں وہاں پہنچا تو عباسی اپنے سیکشن میں میرا انتظار کر رہے تھے۔ تھوڑی

دیر میں خالد حسن قادری بھی آگئے۔ طے یہ پایا کہ پہلے چائے پینا چاہیے۔ چنانچہ ہم لوگ نیچے ریسٹوراں میں چلے گئے۔ وہاں چائے پی، اور پھر اوپر آگئے۔ اس وقت تک قاسمی اور سید تقی احمد بھی آگئے تھے۔ انہوں نے کوشش کی کہ مذاکرہ جلد ریکارڈ ہو جائے۔ لیکن اسٹوڈیو خالی نہیں تھا۔ اس لئے انتظار کرنا پڑا۔

ہندوستانی سکشن سے آل حسن آگئے۔ لکھنؤ میں شکستہ میس پروفیسر سید احتشام حسین صاحب کے ہاں ان سے ملاقات ہوئی تھی۔ بہت بدل گئے ہیں۔ بال سفید ہو گئے ہیں۔ بہت محبت سے ملے۔ مجھے پہچاننے میں دشواری ہوئی تو انہوں نے خود ہی اپنا تعارف کرایا۔ میں نے کہا آپ بہت بدل گئے ہیں۔ کہنے لگے۔ "جی ہاں! خاصی تبدیلی ہوئی ہے لیکن آپ میں کچھ زیادہ تغیر نہیں ہوا ہے"۔ ان سے دیر تک لندن کی زندگی اور لکھنؤ کے بارے میں باتیں ہوتی رہیں۔ احتشام صاحب کا بھی ذکر رہا۔

اس طرح دونج گئے۔ لیکن ابھی تک ریکارڈنگ کا انتظام نہیں ہوا۔ قاسمی صاحب معذرت کرتے رہے۔ معلوم یہ ہوا کہ تین بجے ریکارڈنگ ہوگی۔ چنانچہ ہم لوگ پھر چائے پینے کے لئے نیچے ریسٹوراں میں چلے گئے۔ واپس آکر اسٹوڈیوں میں پہنچے۔ مذاکرہ شروع ہوا۔ قاسمی صاحب نے پاکستان کے ادبی ماحول کے بارے میں چند سوالات کئے۔ میں نے ان کا جواب دیا۔ سید تقی احمد نے یورپ کے ادبی ماحول کا ذکر کیا اور اس طرح یہ مذاکرہ موجودہ دور کے ادبی ماحول کا ایک تقابلی مطالعہ بن گیا۔ آدھ گھنٹے تک اس کا سلسلہ جاری رہا۔

مذاکرے کو ختم کر کے ہم لوگ اسٹوڈیو سے کمرے میں آئے۔ وہاں پھر باتوں کا سلسلہ شروع ہوا۔ عباسی نے مکان کے لئے کچھ فون بھی کئے۔ بیٹھے بیٹھے مجھے یہ خیال آیا کہ احمد نعیم ملک مجھے اپنے گھر لے جانے کے لئے پانچ

بچے پاکستان ہوسٹل پہنچیں گے۔ اس لئے سوچا انہیں فون کر دیا جائے۔ تاکہ وہ بجائے ہوسٹل جانے کے بی بی سی کے دفتر میں آجائیں۔ عباسی نے انہیں فون کیا اور وہ چند منٹ کے بعد وہاں آگئے۔

تھوڑی دیر بیٹھنے کے بعد ہم لوگ رخصت ہوئے۔ نعیم نے مجھے آج اپنے گھر بلایا تھا اور میری کھانے کی دعوت کی تھی۔ ہم لوگ لش ہاؤس سے نکل کر ۱۳ نمبر بس میں بیٹھے اور چند منٹ میں ان کے یہاں پہنچے۔ ان کا مکان ہیمسٹیڈ Hampsted کے علاقے میں ہے جو لندن کا خوبصورت علاقہ سمجھا جاتا ہے۔

مکان میں داخل ہوئے تو ان کی بیوی میرین باورچی خانے میں کھانا پکا رہی تھیں۔ ہمیں دیکھ کر بہت خوش ہوئیں۔ اور کام چھوڑ کر ہم لوگوں سے باتیں کرنے لگیں۔ یہ بہت سیدھی سادی، نیک شریف اور مخلص خاتون معلوم ہوتی ہیں۔ میں نے انہیں منہ دکھائی کے طور پر ایک پونڈ کا نوٹ دیا تو بہت خوش ہوئیں۔ نعیم نے کہا کہ اس کے بعد جھک کر آداب اور تسلیم کہا جاتا ہے۔ چنانچہ انہوں نے خالص مشرقی انداز میں آداب کیا۔ بہت لطف آیا۔

ساڑھے سات بجے کے قریب ہم لوگوں نے کھانا کھایا، اور پھر باتیں کرتے رہے۔ ساڑھے نو بجے میں نے اجازت چاہی۔ نعیم نے مجھے ۲ نمبر بس میں بٹھا دیا اور کہا کہ ہائیڈ پارک کارنر پر اتر کر پاکستان ہوسٹل چلے جائے گا۔ وہاں سے پاکستان ہوسٹل قریب ہی ہے۔ لیکن مجھے علم نہ ہو سکا کہ کس وقت بس ہائیڈ پارک کارنر پر پہنچی۔ اور میں وکٹوریہ کے بھی آگے پہنچ گیا۔ جب یہ معلوم ہوا کہ آگے نکل آیا ہوں تو بس سے اتر گیا۔ وکٹوریہ کی طرف پیدل چلا۔ وہاں سے پھر ۲ نمبر بس لی اور ہائیڈ پارک کارنر پر اتر۔ ہوسٹل پہنچا تو ساڑھے دس بج چکے تھے۔ کپڑے تبدیل کر کے لیٹ گیا۔ گیارہ بجے کے

قرب مجھے نیندا گئی۔

۷ اکتوبر ۱۹۶۲ء

صبح کو تین بجے اُٹھا۔ تھوڑی دیر جاگتا رہا۔ لیکن پھر آنکھ لگ گئی۔ ساڑھے سات بجے جاگا۔ ۹ بجے کے قریب تیار ہو کر نیچے اُترا اس خیال سے کہ ناشتہ کروں گا۔ لیکن نیچے سناٹا تھا۔ کھانے کا کمرہ بند تھا۔ دفتر میں جا کر عبدالماجد بٹ سے پوچھا کہ آخر قصہ کیا ہے۔ کیا آج ناشتہ نہیں ملے گا۔ وہ کہنے لگے "اوار کو یہاں ناشتہ نہیں ملتا۔ یہ لوگ چھٹی مناتے ہیں۔" میں نے کہا کھانے کو تو مل جاتا ہے۔ کہنے لگے ہاں! کھانے کا انتظام ہوتا ہے۔ اس کی آپ کو تکلیف نہیں ہوگی۔"

میں اُن سے رخصت ہو کر اوپر اپنے کمرے میں آیا اور تھوڑا سا علوہ کھایا۔ کچھ تلی ہوئی مونگ کی دال کھائی۔ اور پھر باہر نکلا۔ سوچا کہ میں چائے پی لوں گا۔ لیکن بیشتر دوکانیں اوار کی وجہ سے بند تھیں۔ اس لئے میں البرٹ گیٹ سے ہائیڈ پارک میں داخل ہوا۔ اور دیر تک وہاں گھومتا رہا۔ ہائیڈ پارک بہت خوبصورت جگہ ہے۔ دوزنک سبزہ ہی سبزہ نظر آتا ہے۔ درخت بھی ہیں اس کے لان بہت خوبصورت ہیں۔ لان پر جگہ جگہ کھلنے اور بند ہونے والی کرسیاں پڑی ہوئی ہیں ان پر لوگ بیٹھتے ہیں۔ تازہ ہوا اور کھلی ہوئی فضا کا لطف اُٹھاتے ہیں۔ جگہ جگہ تیا تیاں بھی پڑی ہوئی ہیں۔ ان پر بھی لوگ بیٹھ جاتے ہیں۔ لیکن آج یہاں مجمع کم تھا۔ صرف چند لوگ چلتے پھرتے یا کرسیوں پر بیٹھے نظر آئے بیشتر لوگ آج نہر کے کنارے موجود تھے۔ ہائیڈ پارک میں ایک لمبی چوڑی نہر بھی ہے۔ یہاں بے شمار لوگ مچھلی کا شکار کھیل رہے تھے۔ بچے، جوان اور بوڑھے سب اسی میں مچھلے۔ گویا اس طرح چھٹی منائی جا رہی تھی۔ میں دیر تک یہ تماشا دیکھتا رہا۔ کوئی ڈیڑھ دو گھنٹے ہائیڈ پارک میں گزارے۔ اُس کے بعد ہائیڈ پارک کا رنر

کے راستے سے باہر نکلا، اور ٹہلنا ہوا Knights Bridge آیا۔ ۱۲ بجے
 کے قریب ہوسٹل پہنچا۔ کچھ دیر کمرے میں بیٹھا رہا۔ ایک بجے نیچے جا کر کھانا کھایا،
 اور پھر اوپر اپنے کمرے میں آگیا۔ تھوڑی دیر آرام کیا۔ گھر کی یاد ستانے لگی۔
 خط لکھے تو سکون ہوا۔ پانچ بجے کے بعد ان خطوں کو پوسٹ کرنے کے لئے
 باہر نکلا۔ تھوڑی دیر سڑکوں پر گھومتا رہا۔ سات بجے کے قریب واپس آیا۔
 پاکستان ہوسٹل میں ہر اتوار کو ساڑھے سات بجے ڈنر ہوتا ہے۔ اس موقع
 پر کچھ پاکستانی جمع ہو جاتے ہیں میں ٹھیک ساڑھے سات بجے ڈنر میں گیا۔
 یہ ڈنر لاؤنج میں ہوتا ہے۔ یہاں بہت سے لوگ جمع تھے۔ ہوسٹل کے وارڈن
 کرنل افضل خاں صاحب نے میرا تعارف کرایا۔ لڑکے میرا نام سن کر اصرار
 کرنے لگے کہ ہمیں پاکستان کے بارے میں کچھ بتائیے۔ میں نے کہا مجھے
 زکام ہو رہا ہے۔ گلاب بہت خراب ہے۔ اس لئے بول نہیں سکتا۔ معذرت
 چاہتا ہوں۔ بڑی مشکل سے جان چھوٹی۔

اس ڈنر میں دو حضرات سے ملاقات ہوئی۔ ایک تو نذیر حسین صاحب
 جو بہار کے رہنے والے ہیں لیکن ڈھاکے میں وکالت کرتے ہیں۔ آج کل یہاں
 آئے ہوئے ہیں۔ ۶۲ سال اپنی عمر بتاتے ہیں لیکن بیرسٹری کا امتحان پاس کرنا
 چاہتے ہیں۔ ڈاکٹریٹ کی بھی فکر میں ہیں۔ میں حیران ہوں کہ اتنی عمر میں انہوں
 نے یہ پروگرام کیسے بنایا۔ دوسرے صاحب جن سے ملاقات ہوئی ان کا
 نام عثمان حاجی وہاب بیری ہے۔ جو ان آدمی ہیں۔ لیکن چہرے پر داڑھی
 ہے۔ بہت ہنڈب آدمی معلوم ہوتے ہیں۔ اپنے آپ کو ایک انڈسٹریل فرم
 کا مالک بتاتے ہیں۔ ان کا دفتر ڈھاکہ میں جناح روڈ پر ہے۔ کاروبار کے
 سلسلے میں انگلستان، یورپ اور امریکہ آتے جاتے رہتے ہیں۔ میں سمجھتا تھا
 بنگالی ہوں گے۔ لیکن چند منٹ میں انہوں نے یہ ظاہر کر دیا کہ میں بنگال میں
 آج کل مقیم ضرور ہوں لیکن کان پور کا رہنے والا ہوں یہ دونوں حضرات مجھ سے

اس قدر مانوس ہوئے کہ رات کو ساڑھے دس بجے تک باتیں کرتے رہے۔ انہوں نے کھانے کے بعد اپنا اپنا کلام بھی سُنا یا ہے۔ نذیر صاحب تو باقاعدگی سے شعر کہتے ہیں۔ عثمان بیری صاحب بھی کبھی کبھی فکر کرتے ہیں۔

میں ساڑھے دس بجے کے بعد ان لوگوں سے رخصت ہوا اور اپنے کمرے میں آکر لیٹ گیا۔ دیر تک نیند نہیں آئی لیکن بالآخر سو گیا۔ دو ڈھائی بجے پھر آنکھ کھل گئی۔ زکام کی وجہ سے خاصی تکلیف تھی۔ لیٹا رہا۔ پانچ بجے کے قریب پھر سو گیا۔

پیر ۸ اکتوبر ۱۹۶۲ء

ساڑھے سات بجے آنکھ کھلی۔ ایک دو خط لکھے۔ اس کے بعد تیار ہو کر نیچے ناشتے کے لئے گیا۔ ناشتے کے بعد تیار ہو کر اوپر اپنے کمرے میں پشاور یونیورسٹی کے لائبریرین مولوی عبدالصبوح قاسمی صاحب کا انتظار کرنے لگا۔ آج ساڑھے نو اور دس بجے کے درمیان پاکستان ہوسٹل میں آئیں گے اور مجھے انڈیا آفس لائبریری لے جائیں گے۔ انڈیا آفس کے لائبریرین مسٹر سٹن سے اُن کی دوستی ہے۔ انہوں نے کہا ہے کہ وہ اُن سے بھی میرا تعارف کرادیں گے تاکہ کام کرنے میں کوئی دقت نہ ہو۔

عبدالصبوح قاسمی صاحب سوا دس بجے پہنچے۔ تاخیر سے پہنچنے کی معذرت کی۔ میں نے کہا کوئی بات نہیں۔ چند منٹ ہی کی تو تاخیر ہوئی ہے۔ بہر حال ہم لوگ ہوسٹل سے باہر نکلے اور نائٹس برج کے ٹوب اسٹیشن پر پہنچے۔ Westminster کا ٹکٹ لیا۔ لیسٹراسکو اتر تک ہمیں ایک گاڑی لے گئی۔ وہاں سے ہم نے دوسری گاڑی لی۔ اس نے ہمیں چند منٹ میں ویسٹ منسٹر پہنچا دیا۔ اسٹیشن سے باہر نکل کر ہم لوگ پارلیمنٹ اسٹریٹ پر چلنے لگے۔ وہاں سے کنگ چارلس اسٹریٹ KING CHARLES STREET پر مڑے اور فارن آفس Foreign office پہنچے۔ اسی

عمارت میں انڈیا آفس لائبریری ہے۔ اندر داخل ہوئے تو ایک شخص نے ہم سے پوچھا "آپ کس سے ملنا چاہتے ہیں؟" قاسمی صاحب نے کہا "مسٹر سٹن سے"۔ اُس نے ایک کتاب پر ہم سے دستخط کرائے، اور ہمیں اندر لے گیا۔ اب ہم ایک دوسرے کمرے میں پہنچے۔ وہاں سے باہر نکل ہی رہے تھے کہ مسٹر سٹن Mr. Sutton مل گئے۔ وہ کسی کام سے اپنے کمرے سے باہر نکلے تھے۔ راستے میں اُن سے ہماری مدد بھڑ ہو گئی۔ بہت اچھی طرح ملے۔ قاسمی صاحب نے میرا تعارف کرایا۔ بہت خوش ہوئے۔ کہنے لگے۔ "بہت اچھا ہوا کہ آپ یہاں آگئے اور اب تین سال یہاں رہیں گے۔ ہمیں اُردو کے ماہروں کی ضرورت ہے۔ آپ سے ہمیں بہت مدد ملے گی۔" میں نے کہا "میں آپ سے استفادہ کروں گا۔ اسی مقصد سے یہاں حاضر ہوا ہوں۔" پھر کہنے لگے "آپ لوگ مس واٹسن Miss Watson سے ملے ہیں؟ میں نے کہا نہیں؟ کہنے لگے "اُن سے ضرور مل لیجئے۔ وہ اُردو فارسی سکشن کی انچارج ہیں۔ میں ابھی چند منٹ میں فارغ ہو جاؤں گا۔ پھر اطمینان سے باتیں کریں گے۔"

ہم یہ باتیں کر ہی رہے تھے کہ ایک اور خاتون آئی اور انہوں نے ہمیں مس واٹسن کے کمرے میں پہنچا دیا۔ مس واٹسن ادھیڑ عمر کی خاتون ہیں۔ لیکن بہت خلیق اور ملنسار ہیں۔ بہت اچھی طرح ملیں۔ اُن کے کمرے میں چاروں طرف کتابیں ہی کتابیں تھیں۔ کرسیوں پر بھی کتابوں کا اتنا رتھا۔ انہوں نے کرسیوں پر سے کتابیں ہٹانی شروع کیں، اور ہم اُن کرسیوں پر بیٹھ گئے۔ قاسمی صاحب نے میرا تعارف کرایا اور یہ کہا کہ یہ تین سال لندن میں رہیں گے۔ ان کا تقرر اُردو کے لکچرار کی حیثیت سے لندن یونیورسٹی میں ہوا ہے۔ انڈیا آفس کے کتب خانے سے استفادہ کریں گے۔ مس واٹسن نے اس پر بہت خوشی کا اظہار کیا۔ اور لائبریری کے مخطوطات کی فہرستیں میرے سامنے

رکھ دیں۔ میں فہرستوں کو دیکھتا رہا اور وہ قاسمی صاحب سے باتیں کرتی رہیں۔ اس میں ایک فہرست تو چھپ چکی ہے۔ دوسری ہاتھ سے لکھی ہوئی ہے۔ میں نے ان سے دریافت کیا کہ ان کے علاوہ تو آپ کے پاس اردو کی قلمی کتابیں نہیں ہیں؟ — انہوں نے کہا۔ بس صرف یہی ہیں لیکن اس کے علاوہ بھی بہت کچھ ہے۔ ہم لوگ ان کے پاس کوئی آدھ گھنٹہ بیٹھے۔

اس کے بعد انہوں نے فون کر کے معلوم کیا کہ مسٹر سٹن فارغ ہیں یا نہیں۔ جواب ملا۔ فارغ ہیں آجائے۔ چنانچہ ہم لوگ وہاں سے اٹھے اور مس واٹسن نے ہمیں مسٹر سٹن کے کمرے تک پہنچا دیا۔ مسٹر سٹن بہت اچھی طرح ملے۔ دیر تک انڈیا آفس لائبریری اور دوسری لائبریریوں کے بارے میں باتیں کرتے رہے۔ میں نے ان سے دریافت کیا کہ انگلستان کی مختلف لائبریریوں میں اردو کے کتنے مخطوطات ہوں گے؟ کہنے لگے۔

”ایک ہزار سے کچھ زیادہ ہوں گے“ اس کے بعد انہوں نے رالف رسل کے بارے میں پوچھا۔ کہنے لگے ”رسل نے انڈیا آفس میں کچھ کام شروع کیا تھا۔ لیکن اب خاموش ہیں۔“ میں نے کہا ”آج کل وہ دوسرے کاموں میں لگے ہوئے ہیں۔ میر تقی میر کے کلام کا ترجمہ کر رہے ہیں۔ اور کچھ نصاب کی کتابیں بھی انہوں نے لکھی ہیں“ — ہم لوگ مسٹر سٹن کے پاس کوئی آدھ گھنٹہ بیٹھے۔ اس کے بعد ہم نے اجازت لی۔ چلتے وقت مسٹر سٹن کہنے لگے۔ ”آپ لوگ پرسوں میرے ساتھ کھانا کھائیے۔ ہم لوگ یونیورسٹی

کے قریب Tottenham court Road پیرل جائیں گے اور وہاں کسی رستوران میں اطمینان سے بیٹھ کر باتیں کریں گے۔ مسٹر رسل کو بھی بلا لیں گے۔ اچھا وقت گزرے گا۔“

ہم لوگ ساڑھے بارہ بجے کے قریب ان کے پاس سے رخصت ہوئے، اور ٹوب سے رسل اسکوائر پہنچے۔ وہاں سے اسکول گئے۔ میں

نے اپنی ڈاک دیکھی۔ آج کی ڈاک میں اچھن کا خط ملا۔ ایک خط سکریٹری کے دفتر سے بھی ملا جس میں یہ لکھا تھا کہ آج سات ساڑھے سات بجے کے درمیان

RAHMOND پر BAYSWATER 6403 کو فون کر لیجئے۔ یہ

خط لے کر ہم لوگ اپنے کمرے کی طرف چلے۔ کمرے کے باہر نعیم ملک ہم لوگوں کا انتظار کر رہے تھے۔ انہیں ساتھ لے کر ہم لوگ قسمت ریسٹوران میں گئے اور وہاں کھانا کھایا۔ وہاں سے ڈھائی بجے اُٹھے۔ قاسمی صاحب کو کچھ سامان خریدنا تھا۔ ساڑھے تین بجے نعیم کو کہیں جانا تھا۔ وہ یہ کہہ کر رخصت ہوئے کہ کل رات کا کھانا میرے ساتھ کھائیے۔ میں اپنے ہاتھ سے پکاؤں گا۔ ہم نے کہا بڑی خوشی کی بات ہے۔ ہم سے رخصت ہو کر قاسمی صاحب تو کتابوں کی دوکانوں میں چلے گئے۔ نعیم نے مجھے ۹ نمبر بس میں بٹھا دیا اور میں چند منٹ میں پاکستان ہوسٹل پہنچ گیا۔

بہت تھک گیا تھا۔ اس لئے چند منٹ لیٹ گیا۔ پھر دو تین خط لکھے۔ سات بجے کے قریب تیار ہو کر نیچے اُترا۔ سیڑھیوں پر عثمان بیری مل گئے۔ کہنے لگے ”نیچے چلئے۔ کھانا ہمارے ساتھ کھائیے۔ تیر صاحب نیچے بیٹھے ہیں۔ میں نیچے جا کر ان کے پاس بیٹھ گیا۔ میں نے ان سے کھانے کی معذرت کی۔ میں نے کہا آج میری طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔ دن کا کھانا بھی دیر میں کھایا ہے۔ اس لئے آپ کے ساتھ بیٹھوں گا لیکن کھانا نہیں کھاؤں گا۔“ انہوں نے کہا اچھا صرف سوئیاں کھا لیجئے۔ چنانچہ تھوڑی سی سوئیاں کھائیں درمیان میں اُٹھ کر سات ساڑھے سات بجے کے درمیان

RAHMOND کو BAYSWATER 6403 پر فون کیا لیکن اس

نے فون بند کر دیا۔ بات نہ ہو سکی۔ خدا جانے کون شخص تھا۔ نو بجے ان لوگوں سے رخصت ہو کر میں اپنے کمرے میں آ گیا۔ تھوڑی دیر پڑھتا رہا۔ دس بجے کے قریب مجھے نیندا آ گئی۔

منگل ۹ اکتوبر ۱۹۶۲ء

صبح کو ساڑھے سات بجے سوکراٹھا۔ رات کو بہت اچھی نیند آئی۔ آج طبیعت ٹھیک ہے۔ زکام کا اثر زائل ہو گیا ہے۔ میں ساڑھے آٹھ بجے کے قریب تیار ہو کر نچے گیا۔ ناشتہ کیا ساڑھے نو بجے ٹوب میں بیٹھا۔ رسل اسکوائر پہنچا۔ وہاں سے اپنے اسکول کی طرف چلا۔ اسکول جا کر سب سے پہلے ڈاک دیکھی۔ والد صاحب کا خط ملا۔ گھر کے حالات معلوم ہوئے۔ اپنے کمرے میں گیا۔ کمرہ بند تھا۔ پورٹر بھی موجود نہیں تھا۔ رسل کے نام خط لکھ کر کمرے کے دروازے پر لگایا اور وہاں سے برٹش میوزیم کی طرف چل دیا۔

دس بجے کے قریب برٹش میوزیم پہنچا۔ اور پھاٹک کے سامنے ایک پنچ پر بیٹھ کر عبدالصوح قاسمی صاحب لائبریرین لپساوریو نیورسٹی کا انتظار کرتے لگا۔ انہوں نے دس بجے یہاں ملنے کا وعدہ کیا تھا۔ وہ دس بج کر چند منٹ پر آئے، اور مجھے میوزیم کے اندر اور نیشنل سکشن میں لے گئے۔ وہاں سب سے پہلے ایک معمر خاتون ملیں۔ قاسمی صاحب نے ان سے کہا کہ ہم لوگ Mr. Gardner

سے ملنا چاہتے ہیں۔ انہوں نے ہمیں ایک کمرے میں بٹھا دیا اور گارڈنر صاحب کو تلاش کرنا شروع کیا۔ چند منٹ میں انہوں نے اطلاع دی کہ گارڈنر صاحب آرہے ہیں۔ چارپانچ منٹ کے بعد گارڈنر آگئے۔ قاسمی صاحب نے میرا تعارف کرایا، اور یہ کہا کہ یہ لندن یونیورسٹی کے اسکول آف اورینٹل اسٹڈیز میں اردو کے استاد کی حیثیت سے آئے ہیں۔ تین سال یہاں رہیں گے۔ آپ سے ملنے کے مشتاق تھے۔ میں انہیں ساتھ لے آیا۔ برٹش میوزیم میں اردو کے جو مخطوطات ہیں۔ ان پر کام کرتے رہیں گے۔ مسٹر گارڈنر

Mr. Gardner بہت اچھی طرح ملے۔ نہایت مہذب اور شائستہ آدمی ہیں۔

تھوڑی دیر اپنے کمرے میں باتیں کرتے رہے۔ پھر کہنے لگے آئیے آپ کو مخطوطات کا سکشن دکھاتا ہوں۔ الماریوں کے قریب لے گئے۔ ایک ایک الماری

کو کھولا اور قرآن مجید کے کئی قدیم قلمی نسخے ہمیں دکھائے۔ خوش نامہ اور سبحن نامہ کا بھی ایک بہت ہی حسین نسخہ دکھایا۔ چند منٹ یہ سلسلہ جاری رہا۔ اُس کے بعد کہنے لگے آئیے، آپ کی ملاقات ڈاکٹر لنکس Dr. Links سے کرا دوں۔ یہ صاحبِ اسلامیات اور عربی کی کتابوں کے انچارج ہیں۔ ہم لوگ ڈاکٹر لنکس Dr. Links کے کمرے میں پہنچے۔ یہ صاحبِ عربی کی کتابوں میں دبے ہوئے بیٹھے تھے۔ انسان سے زیادہ فرشتہ معلوم ہوتے تھے۔ دیلے پتلے آدمی، سرخ سفید رنگ، چہرے پر چھوٹی سی داڑھی۔ معصومیت اور سادگی اُن کے ایک ایک انداز سے پھوٹی پڑتی تھی۔ گارڈنر ہمیں اُن کے پاس چھوڑ کر رخصت ہو گئے، اور ہم لوگ باتیں کرتے رہے۔ Dr. Links نے بتایا کہ وہ چودہ سال انگریزی کے استاد کی حیثیت سے قاہرہ یونیورسٹی میں کام کر چکے ہیں۔ عربی سے انہیں بہت دلچسپی ہے۔ مجھ سے پوچھا کہ آپ عربی جانتے ہیں۔ میں نے کہا بدقسمتی سے میں عربی نہیں جانتا۔ مجھے فارسی اور اردو سے دلچسپی ہے۔

چند منٹ کے بعد ڈاکٹر لنکس Dr. Links نے کہا۔ چلئے آپ کو قلمی کتابیں دکھاؤں۔ چنانچہ وہ ہمیں مختلف کمروں میں لے گئے، اور قلمی کتابیں دکھائیں۔ اس کے بعد انہوں نے ہمیں ریڈنگ روم میں چھوڑ دیا اور معذرت کر کے اپنے کمرے میں چلے گئے۔ میں ریڈنگ روم میں اردو کی فہرستوں کو دیکھتا رہا۔ یہاں اطہر عباس رضوی صاحب سے ملاقات ہوئی۔ کہنے لگے میں نے آپ کو کہیں دیکھا ہے، میں نے کہا لکھنؤ میں دیکھا ہوگا۔ کہنے لگے جی ہاں۔ میرا تعلق بھی لکھنؤ سے ہے۔ میں یوپی گورنمنٹ میں ایجوکیشن کا انڈر سکرٹری ہوں۔ اس سال مجھے آگرہ یونیورسٹی سے ڈی لٹ کی ڈگری ملی ہے۔ اب میں وظیفہ حاصل کر کے ایک سال کے لئے یہاں اٹھارویں اور انیسویں صدی کا ذہنی اور فکری تحریکوں پر کام کرنے کے لئے آیا ہوں۔ میں نے پوچھا قیام کہاں ہے؟ کہنے لگے یونیورسٹی کے قریب ایک ہوٹل میں ٹھہرا ہوں۔ میں نے اُن سے کہا آپ

سے ملاقات ہوتی رہے گی۔ میں کسی وقت حاضر ہوں گا۔ وہ تو اپنے کام میں مصروف ہو گئے۔ میں نے قاسمی صاحب سے کہا کہ اب چلنا چاہیے۔ چنانچہ ہم لوگ برٹش میوزیم کے باہر نکلے اور کتابوں کی دوکانوں میں گھومتے رہے۔ ایک بچے کے قریب میں قاسمی صاحب سے رخصت ہوا۔ مجھے بی۔بی۔سی پہنچنا تھا۔ نعیم ملک نے وہاں ملنے کا وعدہ کیا تھا۔ میں پاکستان سٹیشن میں پہنچا۔ عباسی سے ملاقات ہوئی۔ انہوں نے کہا نعیم صاحب کا فون آیا ہے۔ آج وہ نہیں آسکیں گے۔ انہوں نے کہا ہے کہ شام کو ان کے گھر پر ملاقات ہوگی۔ عباسی آج پریشان سے تھے۔ آنکھوں میں آنسو بھر بھر لاتے تھے۔ لاہور سے ان کی بیوی کا خط آیا تھا۔ اُس میں یہ لکھا کہ گھر میں ان کے ساتھ اچھا سلوک نہیں ہو رہا ہے۔ میں نے انہیں سمجھایا کہ پریشان نہ ہو۔ گھروں میں تو ایسی باتیں ہو ہی جاتی ہیں۔ جلد از جلد بیوی کو بلانے کی کوشش کرو۔ چند منٹ وہاں بیٹھ کر پاکستان ہوٹل آگیا۔ تھوڑی دیر آرام کیا۔ والد صاحب اور فہمیدہ کو خط لکھے، اور ساڑھے پانچ بجے کے قریب نعیم کے یہاں جانے کی غرض سے باہر نکلا۔ سڑکوں پر ٹریفک اتنا زیادہ تھا۔ نہ جانے کیسے کیسے

Hampstead ہائیڈ پارک کارنر ۲ نمبر بس اسٹاپ تک پہنچا۔ یہ بس

ہیمپسٹیڈ جاتی ہے۔ نعیم وہاں ۲۹۔ کیدرپور ایوینو 29-Kidderpure

Avenue میں رہتے ہیں۔ خدا خدا کر کے بس میں سوار ہوا اور سات

بجے کے بعد نعیم کے یہاں پہنچا۔ ان کی بیوی میرین ابھی تک دفتر سے نہیں آئی تھیں۔ ساڑھے سات بجے کے قریب آئیں۔ آج انہیں اسٹیشن جانا پڑا۔ ان کے گھر سے کچھ مہمان آئے ہوئے تھے۔ ان مہمانوں کو ہوٹل میں بٹھرا کر وہ گھر آئیں۔ نعیم اس وقت چاول اور مرغ وغیرہ تیار کر چکے تھے۔ میرین نے آکر سلاد وغیرہ بنائی۔ ہم لوگوں نے آٹھ بجے کھانا کھایا۔ پھر باتیں کرتے رہے۔ ساڑھے نو بجے وہاں سے رخصت ہوئے۔ اور ہوٹل آگئے

قاسمی صاحب کو ڈاکٹر قزلباش سے ملنا تھا۔ اس لئے وہ بھی ساتھ ہوتے۔
وہ ڈاکٹر قزلباش کے کمرے میں چلے گئے۔ میں اپنے کمرے میں آگیا۔ کچھ دیر
لکھتا پڑھتا رہا۔ ساڑھے دس بجے کے قریب مجھے نیندا آگئی۔

بدھ ۱۰ اکتوبر ۱۹۶۲ء

صبح کو سات بجے اُٹھا۔ نو بجے نیچے جا کر ناشتہ کیا۔ دس بجے کے قریب
یٹوب ٹرین سے اسکول پہنچا۔ ڈاک دیکھی۔ شکن اور فہمیدہ کے خط ملے۔ خط
پڑھتا ہوا اپنے کمرے میں آگیا۔ تنہا بیٹھا رہا۔ ساڑھے دس بجے رسل آگئے۔ اُن
سے باتیں ہوتی رہیں۔ گیارہ بجے میرا کچر تھا۔ میرے امریکی شاگرد چارلس ٹامس
آگئے۔ انہیں پریم چند پڑھایا۔ ایک پیراگراف سے آگے نہ بڑھ سکے۔ بارہ
بجے انہیں چھوڑا۔ محضوری دیر بیٹھا رہا۔ پھر یہ سوچا کہ چند منٹ کے لئے اسکول
کی اصل عمارت میں چلوں۔ ایک دفعہ ڈاک اور دیکھ لوں، اور اسکول کے

ڈائریکٹر کی سیکرٹری مس شین Miss. Shane کو یہ بتادوں کہ میں ۱۲ اکتوبر
کو ڈائریکٹر کی کافی پارٹی میں شریک ہوں گا وہاں سے واپس آیا تو عبدالصبور قاسمی
صاحب آگئے۔ چند منٹ بیٹھے۔ اس کے بعد ہم لوگ شارلٹ اسٹریٹ
کی تلاش میں Tottenham court Road کی طرف چل دیئے جہاں

Bortirelli Restaurant میں انڈیا آفس کے لائبریرین مسٹر سٹن

Mr. Sutton نے ہمیں دن کے کھانے پر بلایا تھا۔ کئی چکر لگائے لیکن
یہ سڑک نہ ملی۔ اس لئے پولیس اسٹیشن میں جا کر دریافت کیا۔ ایک پولیس افسر
نے صحیح پتہ دیا اور ہم چند منٹ میں اس سڑک پر پہنچ گئے۔ ریسٹوران سامنے
تھا۔ ہم لوگ اندر گئے۔ ایک بچ چکا تھا۔ شکر کیا کہ وقت پر پہنچ گئے۔ نیچے
مسٹر سٹن کو تلاش کیا لیکن وہ کہیں نظر نہیں آئے۔ اس لئے قاسمی صاحب
نے اوپر جا کر دیکھا۔ وہاں اسکول آف اورنٹیل اسٹڈیز کے لائبریرین مسٹر پیرسن
Mr. Pearson بیٹھے ہوئے مسٹر سٹن Mr. Sutton کا انتظار کر

رہے تھے۔ ہم لوگ بھی اُن کے پاس بیٹھ گئے اور باتیں کرنے لگے۔ اتنے میں سٹن بھی آگئے۔ ڈھائی بجے تک ہم لوگ کھانا کھاتے اور باتیں کرتے رہے۔ اس کے بعد رخصت ہوئے۔

تین بجے مجھے آلدویچ Aldwych پہنچنا تھا۔ نعیم کو ساتھ لے کر نیشنل انشورنس منسٹری کے دفتر میں جانا تھا۔ جیسے ہی میں کنگس وے Kingsway کے قریب پہنچا۔ نعیم ایک کافی ہاؤس سے نکلتے ہوئے نظر آئے انہیں لے کر منسٹری کے دفتر میں گیا۔ وہاں کاغذات جمع کئے۔ وہاں سے ایک کارڈ ملا۔ وہ لے کر ہم لوگ Holborn کے ٹوب اسٹیشن پر پہنچے اور گاڑی میں سوار ہوئے۔ نعیم تو راستے میں Piccadilly پر اتر گئے۔ میں Knights Bridge آیا۔ راستے میں ایکسپریس ڈیری سے دودھ کی بوتل خریدی، اپنے کمرے میں پہنچا اور فہمیدہ کو خط لکھنے بیٹھ گیا۔ سات بجے کے بعد نیچے اترا۔ عثمان بیگم اور زبیر حسین کینٹن میں بیٹھے کھانا کھا رہے تھے میں بھی اپنا کھانا لے کر اُن کے ساتھ بیٹھ گیا۔ کھانا کھایا۔ چائے پی۔ اُس کے بعد خط ڈالنے کے لئے ہوسٹل سے باہر گیا۔ خط پوسٹ کیا، اور اپنے کمرے میں واپس آگیا۔ ڈائری کا ایک صفحہ لکھا، اور سو گیا۔

جمعرات ۱۱ اکتوبر ۱۹۶۲ء

پانچ بجے کے قریب آنکھ کھلی۔ بستر میں لیٹا رہا۔ ساڑھے سات بجے اٹھا۔ ڈائری کے چند صفحے لکھے۔ پھر تیار ہو کر نیچے ناشتہ کرنے گیا۔ ناشتے سے فارغ ہو کر اوپر اپنے کمرے میں آیا۔ دس بجے ٹوب ٹرین میں بیٹھ کر اسکول پہنچا ڈاک دیکھی۔ آج فہمیدہ کے دو خط ملے۔ اپنے اسکول کے کمرے میں جا کر پڑھے۔ طبیعت کو اطمینان ہوا۔ گیارہ بجے سے کچھ پہلے رسل آگئے۔ اُن سے باتیں ہوتی رہیں۔ سو اگیارہ بجے میرے شاگرد Charles Thomas آئے۔ انہیں فسانہ مبتلا پڑھانا شروع کیا اور پورے دو گھنٹے تک پڑھاتا

رہا۔ اتنی دیر تک پڑھانے میں تمکن تو ہوئی لیکن لطف بھی بہت آیا۔

Birkbeck College کلاس ختم ہی کی تھی کہ رسل آگئے اور کہا چلتے

میں کھانا کھاتے ہیں اور میں اُن کے ساتھ کھانا کھانے کے لئے

چلا گیا۔ آج وہاں مچھلی نہیں ملی۔ میں نے سلاد کی ایک پلیٹ لی۔ ایک انڈا،

ایک کیلا اور تو س کھانا مناسب سمجھا۔ وہاں سے اٹھ کر ہم لوگ اسکول کے

سینئر کمان روم میں آئے اور وہاں کافی کی ایک پیالی لی۔ وہاں سے چلے

تو رسل نے کہا ڈرامسٹر گارڈنر MRS. GARDINER سے ملتے چلتے۔ یہ ہمارے

ڈیپارٹمنٹ کی سکریٹری ہیں۔ آپ سے ملنا چاہتی ہیں۔ ہم لوگ اُن کے

پاس پہنچے۔ وہ فون کر رہی تھیں۔ کہنے لگیں "بٹھئے"۔ رسل کا کلاس تھا۔ وہ

تو چلے گئے۔ میں بٹھ گیا۔ MRS. GARDINER نے فون سے فارغ ہو کر

مجھ سے میرے نام کی صحیح Spelling دریافت کی۔ یہ بھی پوچھا

کہ آج کل آپ کہاں ٹھہرے ہوئے ہیں۔ میں نے کہا ابھی تک پاکستان ہاؤس

میں ہوں۔ میرا پتہ ہے ۱۶-چشم پلس 16, Chesham Place

انہوں نے شکر یہ ادا کیا اور کہنے لگیں۔ "میں آپ Lownd's S.W.I

کو رجسٹر تیار کر کے بھیج دوں گی۔ میں نے کہا آپ کی نوازش ہوگی۔"

Mrs. Gardiner سے رخصت ہو کر میں اپنے کمرے میں آیا۔

رسل پڑھا رہے تھے۔ میں نے اپنا مٹھیلا لیا اور Tottenham court

Road کی طرف چل دیا۔ وہاں سے روشنائی کی ایک شیشی

خریدی۔ پھر ۳ نمبر بس میں بیٹھا۔ ہائیڈ پارک کا رنر پراٹر اور وہاں سے پیدل

ہوسٹل کی طرف چلا۔ راستے میں سوچا ڈرا خالق صاحب سے ملتا چلوں۔ اُن

کی سکریٹری صاحبہ غائب تھیں۔ خالق صاحب کے کمرے میں حسب معمول کئی

آدمی بیٹھے تھے اور باتیں ہو رہی تھیں۔ اس لئے میں نے ملنا مناسب

نہیں سمجھا۔ اور وہاں سے اٹھ کر اپنے کمرے میں آ گیا۔

چند منٹ بیٹھا رہا۔ پھر فہمیدہ اور چندہ کو خط لکھے اور سات بجے نئے اُترا۔
 سو سات بجے کینیٹن میں کھانا کھایا۔ کھانا کھا کر چائے پی رہا تھا کہ عثمان پیری
 آگئے۔ آج اُن کے ساتھ تذیر حسین نہیں تھے۔ کہنے لگے ”آج بھائی جان کہیں
 نکل گئے ہیں۔ اُن کی وجہ سے پریشان ہوں۔ آٹھ بجے تک اُن کا انتظار کیا۔
 پھر یہ طے پایا کہ ذرا باہر نکل کر گھوما جائے۔ ہم لوگ البرٹ گیٹ تک گئے۔
 وہاں میں نے خط پوسٹ کئے۔ اور واپس آگئے۔ نو بجے پیری نے کھانا کھایا۔
 میں بیٹھا رہا۔ سو نو بجے کے قریب ہم لوگ رخصت ہوئے۔ وہ تو ہوٹل چلے
 گئے۔ میں اپنے کمرے میں آگیا۔ تھوڑی دیر لکھنا پڑھنا رہا۔ ساڑھے دس بجے کے
 قریب مجھے نیند آگئی اور میں سو گیا۔

جمعہ ۱۲ اکتوبر ۱۹۶۲ء

صبح سات بجے آنکھ کھلی۔ تھوڑی دیر بستر میں لیٹا رہا۔ پھر اٹھ کر تیار ہوا۔
 ۹ بجے کے قریب نئے پہنچا۔ سوچا ناشتے سے قبل دفتر میں جا کر پیسے دے دوں۔
 میرے اوپر کئی روز کا کرایہ باقی تھا اور ہوٹل کے وارڈن کی طرف سے نوٹس ملا
 تھا کہ کرایہ ادا کیجئے۔ دفتر میں پہنچا تو کرنل صاحب موجود تھے۔ میں نے کہا مجھ سے
 پیسے لیجئے۔ چیک دینے میں مجھے آسانی ہوگی۔ کہنے لگے مجھے تو چیک میں
 کوئی اعتراض نہیں لیکن ہائی کمیشن والے اعتراض کرتے ہیں۔ اس لئے ہم لوگ
 مجبوراً کیش ہی وصول کرتے ہیں۔ میں نے کہا، اچھا میں کیش ہی دے دوں گا۔ ہم
 باتیں کر رہے تھے کہ ہاؤس کیپر (جو ایک بوڑھی انگریز عورت ہے) آگئی۔ اُس
 نے مجھ سے ساڑھے پانچ پونڈ وصول کئے اور رسید بنا کر دے دی۔ اب میری
 جیب میں صرف ایک پونڈ کا نوٹ رہ گیا۔ اس لئے تھوڑی دیر تو خاصی پریشانی رہی۔
 یہ سوچتا رہا کہ اگر ضرورت پڑگئی تو کیا کروں گا پھر خیال آیا ناشتہ تو کرو۔ جو کچھ
 ہوگا دیکھا جائے گا۔

ناشتہ کر کے میں فوراً ہی اسکول کی طرف چل دیا۔ یوب ٹرین نے مجھے چند

منٹ میں وہاں پہنچا دیا۔ سب سے پہلے ڈاک دیکھی۔ آج گھر سے کوئی خط نہیں آیا۔ میں چپ چاپ جا کر اپنے کمرے میں بیٹھ گیا۔ اور چند منٹ یوں ہی بیٹھا رہا۔ پھر روح نظر نکالی اور نظیر کی نظم بیچارہ نامہ پڑھنا شروع کی۔ آج اسی نظم پر مجھے کچر دینا تھا۔ کلاس تو گیارہ بجے شروع ہونے والی تھی لیکن چونکہ اسکول کے ڈائریکٹر پروفیسر فلپس نے

Professor Philips

مجھے

گیارہ بجے کافی کی دعوت دی تھی، اس لئے میں نے طالب علموں سے یہ کہہ دیا تھا کہ میں ڈائریکٹر کے ساتھ مصروف ہوں گیارہ بجے کے بجائے بارہ بجے آئیں۔

گیارہ بجنے میں چند منٹ باقی تھے کہ میں اپنے کمرے سے اٹھا اور ٹھیک گیارہ بجے اسکول کے ڈائریکٹر پروفیسر فلپس کے کمرے میں پہنچ گیا۔ ان کی سیکرٹری مس شین Miss Shane ان کے کمرے کے سامنے کھڑی تھیں۔ اپنے

مخصوص انداز میں کہنے لگیں۔ ”آپ سیدھے کمرے کے اندر چلے جائیے۔“

ڈائریکٹر آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔ میں کمرے میں داخل ہوا تو دیکھا وہاں دو آدمی اور بیٹھے ہیں۔ پروفیسر فلپس بڑے تپاک سے ملے۔ ان لوگوں کا تعارف کرایا۔ کہنے لگے۔ ان سے ملتے یہ ڈاکٹر مدن ہیں۔ لکھنؤ سے آئے ہیں Anthropology

میں لکچرار ہیں۔ اور یہ مسٹر حسن ہیں۔ یہ قانون کے شعبے میں لکچرار ہیں۔ چند منٹ میں ایک صاحب اور ہانپنے کا نپتے گھبراتے ہوئے سے کمرے میں داخل ہوئے۔ یہ نوجوان آدمی تھے۔ پروفیسر فلپس نے ان کا تعارف کراتے ہوئے کہا کہ یہ مسٹر اسمتھ ہیں۔ تاریخ کے شعبے میں لکچرار کی حیثیت سے ان کا تقرر ہوا ہے۔ اتنے میں ایک معمر خاتون کافی لے کر آگئیں، اور ہم لوگ کافی پینے لگے۔

پروفیسر فلپس نے مجھ سے پوچھا کہ آپ کب آئے؟ میں نے کہا ۳۰ ستمبر کو لندن پہنچا۔ کہنے لگے آپ پہلی دفعہ انگلستان آئے ہیں؟ میں نے کہا جی ہاں، یہ میرا پہلا سفر ہے۔ کہنے لگے پھر تو آپ کو بہت عجیب معلوم ہوتا ہوگا۔

پوچھا کہاں قیام ہے؟ میں نے جواب دیا—پہلے ویلورلی، ہوٹل میں ٹھہرا تھا۔
اب کوئی ڈیڑھ ہفتے سے پاکستان ہاؤس میں ہوں۔ کہنے لگے اسی شہر میں رہنے
کی بڑی دقتیں ہیں۔ مکان تلاش کیجئے۔ میں نے کہا کوشش کر رہا ہوں۔ دیکھئے
کب تک کامیابی ہوتی ہے؟

چند منٹ وہ ذاتی باتیں کرتے رہے۔ پھر اسکول آف اورینٹل اسٹڈیز
کے بارے میں کچھ باتیں شروع کر دیں کہنے لگے۔ ”اسکول میں اساتذہ اور طلباء
دونوں کی تعداد بڑھتی جاتی ہے۔ لیکن جگہ بہت کم ہے۔ ۶۳ اور ۶۴ میں
نئی عمارتوں کی تعمیر شروع ہوگی۔ اُس وقت بڑی دشواری پیش آئے گی۔ جن
کروں میں آج کل بعض اساتذہ بیٹھتے ہیں ان پر عمارت بنے گی۔ دورانِ تعمیر وہ
لوگ کہاں بیٹھیں گے اور کس جگہ پڑھائیں گے۔“ پھر کچھ دیر انگلستان کی یونیورسٹیوں
کا ذکر کیا اور یہاں کے نظامِ تعلیم پر روشنی ڈالی۔ کہنے لگے ”یہاں کے نظام
تعلیم میں گریجویٹ بہت ہے۔ لائبریریوں کا انتظام ٹھیک نہیں ہے۔ طالب علموں
کو بڑی دشواری ہوتی ہے۔ امریکہ میں اس سلسلے میں کچھ نئے تجربے ہو رہے ہیں۔
ہارورڈ یونیورسٹی میں ان لوگوں نے ہر موضوع کی کتابیں الگ الگ جمع کی ہیں۔
مثلاً ایک بہت بڑا ہاں صرف شاعری کی کتابوں کے لئے ہے، اور جس طالب
علم کو شاعری سے دلچسپی ہے، وہ اس کمرے میں جا کر شاعری کی ہر کتاب کو نہایت
آسانی سے حاصل کر سکتا ہے۔ ایک کمرہ انہوں نے ایسا بنایا ہے جس میں شاعروں
کی آوازیں ریکارڈ کر کے جمع کی گئی ہیں۔ وہاں جا کر وہ جس شاعر کی نظم سُننا چاہے
سُن سکتا ہے۔ اس سے طالب علموں کو بہت فائدے ہوتے ہیں۔ ہمارے
یہاں کی لائبریریاں اونچے درجے کی تحقیق کے لئے تو اچھی ہیں لیکن طالب علموں
کے لئے زیادہ مفید ثابت نہیں ہوتیں۔ ٹیوٹوریل اور سمینار کا طریقہ بھی جیسا ہونا
چاہیے ویسا نہیں ہے۔ میں چاہتا ہوں ان موضوعات پر تبادلہ خیال ہو۔ اس
سال میں نے دو پروفیسروں کو دعوت دی ہے کہ وہ ان موضوعات پر اپنے

خیالات کا اظہار کریں۔ اس موقع پر تبادلہ خیال ہوگا۔ اور اس سے بعض مفید نتائج برآمد ہوں گے۔ آخر میں کہنے لگے ”میں باتیں بہت کرتا ہوں۔ آپ لوگ مجھے معاف کیجئے گا۔ آپ لوگوں کے جو مسائل ہوں ان سے مجھے آگاہ کیجئے تاکہ ان کو حل کیا جائے۔ ابھی آپ نئے نئے آئے ہیں۔ آپ کو جو بھی دشواری پیش آئے اس کو بغیر کسی تکلف کے مجھ تک پہنچائیے۔ بارہ بجے تک وہ باتیں کرتے رہے۔ اس کے بعد کہنے لگے میں نے آپ کا بہت وقت لیا۔ اچھا، ہم لوگ اکثر ملتے رہیں گے۔“

میں وہاں سے رخصت ہو کر اپنے کمرے میں آیا۔ میرے طالب علم

Charles Thomas اور Mrs. Mayat دروازے پر میرا

انتظار کر رہے تھے۔ میں نے ان سے معذرت کی۔ کمرہ کھولا، اور انہیں پڑھانا شروع کیا۔ نظیر اکبر آبادی کی ’بنجارہ نامہ‘ پڑھائی۔ ایک بچے اٹھ کر میں سیدھا

Bloomsbay Park Branch Investment's Bank. میں

پہنچا۔ سو چا چیک کیش کرا لوں۔ میرا حساب تو مورگیٹ کی برانچ میں ہے لیکن اس برانچ میں بھی چیک کیش ہو سکتے ہیں۔ میں نے اطلاعات کے کاؤنٹر پر دریافت کیا کہ کیا میں یہاں چیک کیش کرا سکتا ہوں۔ ایک شخص کاؤنٹر پر آیا۔ اس نے کاغذات دیکھ کر بتایا کہ ابھی مورگیٹ والوں نے ہمیں اطلاع نہیں دی ہے۔ میں نے کہا، بہت اچھا، میں مورگیٹ جاؤں گا۔ یہ کہہ کر میں چلنے ہی والا تھا کہ اس نے کہا۔ آپ کو کتنی رقم چاہیے؟ میں نے کہا بیس پونڈ۔ اس نے کہا، ابھی مل جائیں گے آپ چیک لکھ دیجئے۔ اس نے مجھ سے چیک لکھوایا اور مورگیٹ فون کیا۔ دو تین منٹ میں اس نے مجھے نوٹ لا کر دے دیئے۔ میں اس کے اخلاق کو دیکھ کر حیران رہ گیا۔ بنک سے نکل کر میں بی بی سی پہنچا۔ میں عباس احمد عباسی، خالد حسن قادری، اطہر علی اور قاسمی سے ملاقات ہوئی۔ چائے پی کر چار بجے وہاں سے چلا اور ۹ نومبر میں بیٹھ کر پاکستان ہوسٹل آیا۔ چند منٹ لیٹا رہا۔ پھر ایک دو خط لکھے۔

اتنے میں شام ہو گئی۔ نیچے اُترا اور نائٹس برج Knights Bridge کا ایک چکر لگایا۔ سات بجے واپس آیا۔ اور کنیٹن میں کھانا کھایا۔ ساڑھے آٹھ بجے کے قریب میں اپنے کمرے میں آگیا۔ تھوڑی دیر پڑھتا رہا۔ پڑھتے پڑھتے ساڑھے نو بجے کے قریب مجھے نیند آگئی۔

ہفتہ ۱۳ اکتوبر ۱۹۶۲ء

صبح ساڑھے سات بجے سو کر اُٹھا۔ ۹ بجے ناشتہ کرنے نیچے گیا۔ پھر اوپر آکر دو تین خط لکھے۔ شکن کے نوٹس کا پارسل کئی دن سے بنا ہوا رکھا تھا۔ سوچا آج اس کو بھی بھیج دوں گا۔ چنانچہ وہ پارسل بغل میں دبایا، پوسٹ کرنے والے خط جیب میں رکھے اور Knights Bridge کے ڈاک خانے کی طرف چلا۔ چند منٹ میں پارسل ہو گیا۔ چارٹنگ چھ پنس کے ٹکٹ لگے۔ میں نے اس کو ایک پونڈ کا نوٹ نکال کر دیا۔ اُس نے باقی پیسے واپس کر دیئے۔ ڈاک خانے سے نکل کر، میں نے سوچا ذرا سڑکوں کی سیر کرنی چاہیے۔ چنانچہ Kensington جانے والی سڑک پر چل دیا، اور دوڑ تک چلا گیا۔ گیارہ

بجے کے قریب واپس لوٹا۔ سلون اسٹریٹ کی طرف سے Port Sreet میں داخل ہوا۔ ایکسپریس ڈیری سے دودھ کی بوتلیں، ڈبل روٹیاں اور مکھن کا ایک پیکیٹ خریدا۔ پانچ شنگ دو پنس صرف ہوئے۔ ایک لفافے میں ان چیزوں کو لے کر اپنے کمرے میں آیا۔ مکھن لگا کر دو تین نوٹس کھائے۔ ایک بوتل دودھ پیا، اور لکھنے کے لئے بیٹھ گیا۔ ڈائری کے چند صفحے لکھے۔ اور پھر کپڑے پہنے پہنے بستر میں لیٹ گیا۔

سہ پہر تک اسی طرح لیٹا رہا۔ ۴ بجے کے قریب طبیعت بہت گھرائی۔ تنہائی نے مہیب شکلیں بنا کر ڈرانا شروع کیا اس لئے سوچا کہ تھوڑی دیر کے لئے باہر نکلنا چاہیے۔ اس طرح کچھ طبیعت بہل جائے گی۔ کمرے سے نکلا ہائیڈ پارک کارنر کی طرف چل دیا وہاں سے دائیں جانب مڑا، یہ سڑک رنگ روڈ کھلتی

ہے۔ اس کو پار کیا اور ایک دوسری لمبی اور کشادہ سڑک پر پہنچا۔ اُس میں آگے بڑھتا گیا۔ وہ سڑک ایک ایسی جگہ جا کر ختم ہوئی جہاں چوراہے پر ایک بہت خوبصورت سا مجسمہ بنا ہوا تھا۔ اُس کے سامنے ایک محل تھا۔ جس کے اندر کئی سپاہی سرخ جیکٹ اور سیاہ تیلونیس پہنے، بالوں کو اونچی اونچی سیاہ ٹوپیاں پہنے، ہاتھوں میں رائفل لئے پہرہ دے رہے تھے۔ باہر سڑک پر لوگوں کا ہجوم تھا۔ وہ محل کے سامنے کھڑے تھے۔ کوئی تصویر میں کھینچ رہا تھا، کوئی آپس میں ہنسی مذاق کر رہا تھا۔ تھوڑی دیر میں نے اس منظر کو دیکھا۔ لیکن یہ نہ معلوم ہو سکا کہ یہ کون سی جگہ ہے۔ محل پر کچھ لکھا ہوا نہیں تھا۔ اس منظر کو دیکھ کر میں اپنے کمرے میں واپس آیا۔ لندن کا نقشہ نکالا اس خیال سے کہ معلوم کروں کہ یہ کون سی جگہ تھی جس کو میں دیکھ کر آ رہا ہوں۔ نقشے سے معلوم ہوا کہ یہ بکننگھم پولیس ہے جہاں انگلستان کی ملکہ رہتی ہیں۔

اب چھنچ چکے تھے۔ طبیعت بہت گھرائی۔ جی چاہتا تھا کسی سے باتیں کروں۔ تنہائی کا احساس حد درجہ شدید ہو گیا تھا۔ لیکن بات کرنے کے لئے آدمی نہیں ملتا تھا۔ اس لئے باہر نکل کر پھر سڑک پر گھومنے لگا۔ سات بجے واپس آکر سوچا ذرا ملک نعیم ہی کو فون کروں۔ کم از کم فون ہی پر بات ہو جائے گی۔ چنانچہ فون کیا۔ اتفاق سے وہ فون پر مل گئے۔ میں نے کہا حضرت! مانچسٹر - Manc hester کیوں چلے گئے تھے؟ کہنے لگے، وہاں میرے ایک عزیز ہیں۔ ان کی بیماری کی خبر ملی۔ میں نے سوچا ذرا ان کو دیکھ آؤں۔ کل واپس آیا۔ میں نے کہا وہاں آپ کا پیغام یونیورسٹی میں مل گیا تھا۔ پوچھنے لگے آپ کیا کر رہے ہیں؟ میں نے کہا ڈرو دیوار سے باتیں کر رہا ہوں۔ تنہائی نے دیوانہ بنا دیا ہے۔ کہنے لگے انشوار اللہ صبح ملاقات ہوگی۔ میں میرین کو ساتھ لے کر قاسمی صاحب سے ملنے جاؤں گا۔ آپ بھی وہاں آجائیے۔ وہ

پر

154. Bayswater Road

میں ٹھہرے ہوئے

Westland Hotel

ویسٹ لینڈ ہوٹل

ہیں۔ آپ ۱۶ نمبر بس لے کر ماربل آرتھ Marble Arch پہنچ جائیے۔

وہاں سے دوسری بس لے لیجئے وہ آپ کو لنکاسٹر گیٹ Lancaster Gate

اتار دے گی۔ میں نے کہا اچھا کوشش کروں گا۔ — کہنے لگے۔ پرسوں

بھی ہم لوگ ایک بچے بی بی سی کے ریسٹوراں میں ملیں گے۔ میں آپ کا انتظار

کروں گا۔ میں نے کہا اچھا انشا اللہ کل اور پرسوں دونوں دن ملاقات ہوگی۔

اب ساڑھے سات بج چکے تھے۔ اس لئے میں نے سوچا کھانا کھا لیا جائے۔

کینٹین میں گیا۔ گو بھی گوشت کے ساتھ روٹی کھائی۔ ساڑھے آٹھ بجے تک وہاں

بیٹھا رہا۔ خیال آیا کہ عثمان بیری اور نذیر حسین اس وقت آجاتے تو کیسا اچھا ہوتا۔

خوب باتیں ہوتیں۔ تنہائی کا ظلم ٹوٹ جانا۔ لیکن وہ نہیں آئے۔ نو بجے میں نے

عثمان بیری کے نام ایک پرچہ لکھ کر ان کے خانے میں رکھا جس کا مضمون یہ

تھا کہ آپ سے ملنے کو جی چاہتا ہے اگر آپ آئیں تو میرے کمرے میں آجائے

میں اوپر اپنے کمرے میں آگیا ساڑھے نو بجے کے قریب بند آنے لگی۔

بجلی بند کر کے لیٹا ہی تھا کہ دروازے پر دستک ہوئی۔ دروازہ کھولا تو دیکھا

نذیر حسین کھڑے ہانپ رہے ہیں۔ میں نے کہا آئے، خوب آئے۔ میں

تو آج آپ لوگوں سے ملنے کے لئے بے چین تھا۔ کہنے لگے بیری تو باہر گئے

ہوئے ہیں۔ میں ابھی آیا تو ان کے نام آپ کا پرچہ ملا۔ سوچا میں آپ سے ملنا

چلوں۔ میں نے کہا آپ نے بہت اچھا کیا۔ اسی وقت میری دلی مراد برآئی۔

کچھ اور مانگتا تو وہ بھی مل جاتا۔

وہ گیارہ بجے تک بیٹھے رہے اور ادھر ادھر کی باتیں کرتے رہے۔

سو گیارہ بجے میں نے انہیں رخصت کیا، اور چپ چاپ لیٹ کر سو گیا۔

اتوار ۱۴ اکتوبر ۱۹۶۲ء

صبح کو سات بجے آنکھ کھلی۔ کچھ دیروں ہی بستر میں لیٹا رہا۔ آٹھ بجے

کے قریب اٹھا۔ ضروریات سے فارغ ہوا۔ پونے نو بجے نیچے کینٹین میں جا کر ناشتہ

کیا اور ٹھیک فونکے Westland Hotel جانے کے لئے باہر نکلا۔
دس بجے مجھ کو وہاں پہنچنا تھا۔ اس لئے میں نے یہ سوچا بھی ایک گھنٹہ باقی ہے۔
بجائے بس میں سوار ہونے کے کیوں نہ ہائیڈ پارک کے اندر سے نکل کر بیس واٹر

روڈ Bayswater Road پر پہنچوں۔ چنانچہ لندن کا نقشہ اپنے
ساتھ لیا اور البرٹ گیٹ کے راستے سے ہائیڈ پارک میں داخل ہوا۔ ہائیڈ
پارک کے اندر جا کر نقشہ کھولا اور یہ دیکھنے کی کوشش کی کہ مجھے کس طرف کو جانا
ہے۔ البرٹ گیٹ کے قریب سے ایک سڑک تو سیدھی ماربل آرچ

Marble Arch کو جاتی ہے۔ دوسری سڑک پر وکٹوریا گیٹ لکھا ہوا
ہے اور تیر کا نشان بنا ہوا ہے۔ میں نے مناسب سمجھا کہ بجائے ماربل آرچ
جانے کے وکٹوریا گیٹ والی سڑک پر چلنا چاہیے۔ کیونکہ وہاں سے

Lancaster Gate قریب ہے۔ چنانچہ میں اُس سڑک پر چل دیا۔ اس
سڑک کے آس پاس حد نظر تک سبزہ، ہی سبزہ تھا۔ دھوپ بھی نکل آئی تھی۔
موسم نہایت ہی خوشگوار تھا۔ اس سے لطف اندوز ہوتا ہوا میں چند منٹ
میں وکٹوریا گیٹ پہنچ گیا۔ وکٹوریا گیٹ کے سامنے جو سڑک ہے وہ

Bayswater Road کہلاتی ہے۔ میں اس سڑک پر بائیں جانب
مڑ گیا، اور ۱۵۴ نمبر کو تلاش کرنے لگا۔
Westland Hotel کا نمبر

تھا۔ اس سڑک پر خاصی دور چلنے کے بعد ایک عمارت نظر آئی جس پر
Westland Hotel لکھا ہوا تھا۔

میں اُس کے اندر داخل ہوا تو سامنے مولوی عبدالصباح قاسمی صاحب
نظر آئے۔ سامنے ایک صوفے پر نعیم ملک اور میرن بیٹھے ہوئے تھے۔ قاسمی
صاحب ہم لوگوں کو اوپر اپنے کمرے میں لے گئے۔ بائیں ہونے لگیں۔ کافی
کا دور چلنے لگا اور ہم لوگ کوئی ایک گھنٹے پاکستان کے بارے میں باتیں کرتے
رہے۔ خاص طور پر پاکستان کے موجودہ حالات، وہاں کے پُرفضا مقامات

اور دلچسپ رسومات پر باتیں ہوتی رہیں۔ باتیں انگریزی میں ہوئیں کیونکہ ایک انگریز خاتون بھی موجود تھیں۔ گیارہ بجے ہم لوگ وہاں سے رخصت ہوئے۔ نعیم اور میرین تو گھر جانے کے لئے بس کا انتظار کرنے لگے، اور میں پیدل ہائیڈ پارک کی طرف چل دیا۔

ہائیڈ پارک کے اندر داخل ہوا تو بہت خوشگوار منظر تھا۔ دھوپ بہت اچھی معلوم ہو رہی تھی۔ بے شمار لوگ اپنے اپنے گھروں سے باہر نکل آئے تھے اور ہائیڈ پارک کی سیر کر رہے تھے۔ جوڑے ہاتھوں میں ہاتھ ڈالے جو خرام تھے۔ کچھ لوگ اپنے بچوں کو گاڑیوں میں لئے ہوئے گھوم رہے تھے۔ کچھ لوگ کبوتروں کو ڈبل روٹی توڑ توڑ کر کھلا رہے تھے۔ کچھ کشتی چلانے میں مصروف تھے۔ کچھ مچھلی کے شکار میں مگن تھے۔ کچھ گھوڑے دوڑا رہے تھے۔ کچھ ان مناظر کو دیکھ رہے تھے۔ ایک بوڑھا انگریز اپنی بوڑھی بیوی کی تصویریں مختلف زاویوں سے کھینچ رہا تھا اور وہ بڑے شوق سے اپنی تصویریں کھینچ رہا ہی تھی۔ میں دیر تک ان مناظر کو دیکھتا رہا۔ پھر دھوپ میں ایک پنچ پر بیٹھ گیا، اور کوئی ایک بجے تک بیٹھا رہا۔ اب مجھے بھوک لگنے لگی تھی۔ اس لئے وہاں سے پاکستان ہاؤس کی طرف آیا۔ کھانا کھایا اور اپنے کمرے میں آ گیا۔ تھوڑی دیر آرام کیا پھر ملک اسلم صاحب کو خط لکھا اور اس کو پوسٹ کرنے کے لئے باہر نکلا۔ اُس کے بعد یوں ہی سڑکوں پر گھومتا رہا۔ شام کو واپس آیا۔ کھانا کھایا۔ کمرے میں آ کر لکھنے پڑھنے کا کچھ کام کیا اور دس بجے کے قریب سو گیا۔

پیر ۱۵ اکتوبر ۱۹۶۲ء

صبح بڑا بھیانک خواب دیکھا۔ ظہیر صاحب بہت پریشان نظر آئے۔ آنکھ کھل گئی۔ گھڑی دیکھی تو پانچ بجے تھے۔ طبیعت بہت گھبرائی۔ وظیفہ پڑھنا شروع کیا۔ طبیعت کچھ ٹھیک ہوئی۔ پھر سو گیا۔ ساڑھے سات بجے آنکھ کھلی۔ ساڑھے آٹھ بجے اٹھ کر ناشتہ کرنے نیچے گیا۔

ناشتہ کر ہی رہا تھا کہ عبدالمجاہد بٹ آگئے۔ یہ صاحب لاہور کے رہنے والے ہیں اور پاکستان ہائی کمیشن میں کام کرتے ہیں۔ انہوں نے کل رات کو وعدہ کیا تھا کہ صبح مجھے ڈاکٹر کے پاس لے جائیں گے اور نام رجسٹر کرا دیں گے، اور ساتھ لانڈری میں قمیص بھی دھلنے کے لئے دے دیں گے۔ کہنے لگے ”چلتے“۔ میں ناشتہ کر کے اُن کے ساتھ ہو گیا۔ پہلے ہم لوگ سن لائٹ لانڈری میں گئے۔ وہاں ایک فارم بھرا۔ نام اور پتہ درج کیا۔ قمیص ایک لفافے میں رکھی اور وہ فارم لفافے کے ساتھ باندھ کر ایک بوڑھی عورت کو دے دیا ہے۔ کہتے ہیں ایک ہفتے کے بعد آپ کی قمیص دُھلی دھلائی مل جائے گی۔ ایک قمیص کے دو شلنگ دینے پڑیں گے۔ وہاں سے رخصت ہو کر بٹ صاحب مجھے ڈاکٹر کے پاس لے گئے۔ یہ ڈاکٹر پاکستان ہاؤس کے قریب ہی رہتے ہیں۔ ان کا نام Dr. Gunue مجھے دیکھتے ہی اندر بلا لیا۔ کہنے لگے ”کہئے میں آپ کی کیا مدد کروں؟۔ میں نے کہا میں پاکستان سے آیا ہوں۔ پاکستان ہاؤس میں ٹھہرا ہوں۔ لندن یونیورسٹی میں اُردو پڑھاتا ہوں۔ میرا نام اپنے یہاں درج کر لیجئے۔“ کہنے لگے۔ ”آپ سے مل کر بہت خوشی ہوئی۔ پھر ایک کارڈ نکالا۔ اُس میں میرا نام، تاریخ پیدائش وغیرہ درج کی اور کہنے لگے اُس پر دستخط کر دیجئے۔ میں نے دستخط کر دیئے۔ پھر پوچھا۔ آپ کو اس وقت تو میری مدد کی ضرورت نہیں ہے۔ میں نے جواب دیا۔ جی نہیں۔ کہنے لگے ”جب بھی ضرورت ہو آجائے اور جب آپ کو مکان مل جائے اور آپ یہاں سے جانے لگیں تو مجھے اطلاع دے دیجئے۔“

اس کے بعد میں شکر یہ ادا کر کے ہوسٹل چلا آیا۔ ہوسٹل کے سامنے کرنل سردار افضل خاں صاحب مل گئے پوچھنے لگے۔ ”ڈاکٹر کا معاملہ طے ہو گیا؟ میں نے کہا۔ جی ہاں، سب کام ہو گیا۔ وہیں سے واپس آ رہا ہوں۔“

ہوسٹل میں آکر میں نے یہ سوچا کہ آج اسکول جانے سے قبل ذرا خالق صاحب ایجوکیشنل ایشیے سے ملتا چلوں۔ اُن کی سیکرٹری صاحبہ بڑے ناز و انداز سے بیٹھی

ہوئی تھیں۔ شیشے میں سے اُن کا جمال، جہاں افروز نظر آ رہا تھا۔ باہر سے اُن کا دیدار کیا کیونکہ انہوں نے دروازے پر No Admission لکھ دیا ہے۔ خالق صاحب کے کمرے میں سناٹا تھا۔ اُن کی آواز نہیں آرہی تھی، اس لئے میں نے سوچا یہاں وقت ضائع کرنے سے کیا فائدہ۔ اسکول چل کے ڈاک دیکھنا چاہیے۔ چنانچہ ٹوب میں بیٹھا اور اسکول پہنچا۔ ڈاک دیکھی لیکن اُس میں گھر سے آیا ہوا کوئی خط نہیں تھا۔ طبیعت پریشان ہوئی۔ کمرے میں آیا۔ رسل پڑھا رہے تھے۔ اُن سے چند منٹ بات کی۔ پھر رخصت ہوا۔ اور رسل

اسکو اتر کے آس پاس گھومتا رہا۔ سینٹ پنکریس St. Pancras. بھی دیکھا، بازار کی بھی سیر کی۔ ہوٹلوں کا بھی جائزہ لیا۔ ساڑھے بارہ بجے پھر اسکول آیا۔ ڈاک دیکھی لیکن کوئی خط نہیں تھا۔ وہاں سے سیدھا بش ہاؤس گیا۔ نعیم ملک نے بی۔ بی۔ سی کے رستوران میں ایک بجے ملنے کا وعدہ کیا تھا۔ وہاں پہنچا لیکن نعیم نظر نہیں آئے۔ اسی لئے اوپر پاکستان سیکشن میں چلا گیا۔ قادری بیٹھے ہوئے تھے۔ اُن سے ملاقات ہوئی۔ چند منٹ اُن سے باتیں کیں۔ پھر اُن کے ساتھ نیچے آیا ابھی بیٹھا ہی تھا کہ نعیم ملک آگئے۔ چائے پی۔ اور دو بجے کے قریب ہم لوگ وہاں سے چلے۔ کچھ دیر بازار کی سیر کی۔ پھر Lyon's میں چائے پی۔ چار بجے میں اُن سے رخصت ہو کر ہوٹل آگیا اور نمیدہ کو خط لکھنا شروع کیا۔ آدھے کے قریب خط لکھ چکا تھا کہ ڈاکٹر شاہ آگئے۔ آج میں انہیں یاد ہی کر رہا تھا۔ وہ کوئی ایک گھنٹہ بیٹھے رہے باتیں ہوتیں رہیں۔ وہ چھ ساڑھے چھ بجے رخصت ہوئے۔ اُن کے جانے کے بعد میں نے خط مکمل کیا، اور اس کو پوسٹ کر کے واپس آیا۔ کھانا کھایا اور اپنے کمرے میں آگیا۔ کچھ دیر لکھتا پڑھتا رہا۔ ساڑھے دس بجے مجھے نیند آگئی۔

منگل ۱۶ اکتوبر ۱۹۶۲ء

صبح ساڑھے سات بجے اُٹھا۔ جلدی جلدی تیار ہو کر ناشتہ کیا۔ آج

مجھے نوبکے سے قبل ہی باہر نکلتا تھا۔ نعیم ملک سے یہ طے ہوا تھا کہ وہ مجھے ماربل آرتھ کے یوب اسٹیشن پر ٹھیک دس بجے ملیں گے۔ اور وہاں سے مکان کی تلاش میں ایک ایجنٹ Raymond Kerry کے دفتر چلیں گے۔ چنانچہ میں ناشتہ کر کے ماربل آرتھ کی طرف چل دیا۔ بس سے جانے کے بجائے میں نے یہ سوچا کہ کیوں نہ البرٹ گیٹ سے ہائیڈ پارک میں داخل ہوں اور اس کو پارک کے دوسری طرف ماربل آرتھ پر نکلوں۔

سو نوبکے میں البرٹ گیٹ کے اندر داخل ہوا اور اس بورڈ کو تلاش کرنا شروع کیا جس پر ماربل آرتھ لکھا ہوا ہے اور تیر کا نشان بنا ہوا ہے۔ اُس سڑک پر ہویا لیکن آگے چل کر یہ سڑک دو تین سڑکوں میں تقسیم ہو گئی، اور میں اندازہ نہ لگا سکا کہ ماربل آرتھ جانے کے لئے کون سی سڑک پر چلوں۔ کئی سڑکیں بدلیں۔ وقت اس وجہ سے بھی ہوئی کہ حد نظر تک کہرہ ہی کہرہ تھا۔ سامنے کی چیز نظر ہی نہیں آتی تھی۔ مجھے کچھ معلوم نہیں تھا کہ میں کس طرف کو جا رہا ہوں۔ خیر چلتے چلتے ہائیڈ پارک کے باہر نکلا لیکن وہ سڑک تھی جو پارک لین کہلاتی ہے اور ہائیڈ پارک کارنر کے قریب ہے۔ اب میں اس سڑک پر بائیں جانب مڑ گیا۔ یہ وہی سڑک ہے جو آگے جا کر بیس واٹر روڈ Bayswater Road

ہو جاتی ہے۔ تھوڑی دور چل کر اسی سڑک سے ایک سڑک دائیں جانب مڑتی ہے۔ میں نے سوچا کہ میں یہ سڑک ماربل آرتھ کی طرف نہ جاتی ہو۔ چنانچہ ٹھہر گیا۔ اپنے تھیلے میں سے لندن کا نقشہ نکالا۔ اُس کو اور تھوڑی دیر سوچتا رہا۔ ایک صاحب پیچھے سے آرہے تھے۔ میرے انداز کو دیکھ کر سمجھ گئے کہ میں کسی الجھن میں گرفتار ہوں۔ پوچھنے لگے آپ کہاں جانا چاہتے ہیں۔ میں نے کہا مجھے ماربل آرتھ جانا ہے۔ کہنے لگے اس سڑک پر سیدھے چلئے۔ ماربل آرتھ پہنچ جائیں گے۔ میں چلنے لگا۔ تھوڑی دیر چلنے کے بعد سامنے ایک بورڈ نظر آیا جس پر لکھا تھا

—To Marble Arch Station.

میں

اس راستے پر اندر کی طرف چل دیا۔ چند منٹ میں بکنگ آفس کے قریب پہنچ گیا۔ اس وقت دس بجنے میں پانچ منٹ باقی تھے۔ دس بجے نعیم ملک یہاں پہنچنے والے تھے۔ میں اُن کا انتظار کرنے لگا۔ یہ ٹوب اسٹیشن بھی خوب جگہ ہے۔ بے شمار لوگ آ جا رہے ہیں۔ ہر طرف رونق اور چہل پہل رہتی ہے۔ کتابوں، پھلوں اور ترکاریوں کی دکانیں سچی ہوئی ہیں۔ کسی کو ضرورت ہوتی ہے تو کچھ خرید بھی لیتا ہے۔ لیکن کوئی شخص خواہ مخواہ ٹھہرتا نہیں۔ بس یہ معلوم ہوتا ہے کہ بھاگا جا رہا ہے۔

دس بج کر دس منٹ پر نعیم ملک آگئے۔ کہنے لگے ”مجھے چند منٹ کی دیر ہو گئی۔ ذرا پریشان تھا۔ بینک والوں نے مجھے فون کیا کہ آپ رقم زیادہ نکال چکے ہیں، اور آپ کی رقم پاکستان سے نہیں آئی ہے۔ میں نے کہا گھبرائیے نہیں۔ سب کچھ ٹھیک ہو جائے گا۔ ضرورت ہوگی تو میں چیک دے دوں گا۔ میرے پاس تو رقم موجود ہی ہے۔“ ہم لوگ باتیں کرتے ہوئے مختلف سڑکوں پر سے گزر کر

Raymonds Kerry

انہیں کے دفتر میں پہنچے۔

اس دفتر میں ہر مینز پر لڑکیاں کام کر رہی تھیں۔ سامنے ایک ادھیڑ عمر کی خاتون بیٹھی تھیں جن کا نام

Raymonds Kerry.

تھا، انہوں نے مجھے ایک فارم دے

دیا۔ میں نے وہ فارم پُر کر دیا۔ اُس میں نام، پتہ، عمر، خاندان کی تفصیل وغیرہ تھی۔

یہ معاہدہ بھی تھا کہ فلیٹ ملنے کی صورت میں ایک ہفتے کا کرایہ میں کمیشن کے طور

پر اس فرم کو ادا کروں گا۔ جب کارڈ پُر کر کے اُنہیں دے دیا تو انہوں نے پوچھا

کہ آپ کس قسم کا فلیٹ چاہتے ہیں؟ میں نے تفصیل بتادی۔ اب انہوں نے

کچھ ریکارڈ نکالے جن میں فلیٹس کی تفصیل تھی۔ کئی فلیٹ بتائے۔ آٹھ، دس

اور بارہ گنا اُن کا کرایہ تھا۔ لیکن بہت دور تھے۔ ایک قریب تھا۔ انہوں نے

اُس کی مالکہ کو فون کیا، اور یہ بتایا کہ ایک پاکستانی صاحب مع اپنی بیوی اور ایک

بچے اُس میں آنا چاہتے ہیں۔ وہ بچے کا نام سن کر بھڑک گئی۔ اُس نے لکسا جواب

دے دیا، اور کہا کہ ”مجھے منظور نہیں۔“ بچاری

Raymonds Kerry

بھی

شرمندہ ہو گئی۔ اُس کے بعد انہوں نے کہا کہ آپ کرائڈن Croydon چلے جائیے۔ وہاں ایک بہت اچھا فلیٹ ہے۔ اس کے مالک Mr. Sinclair تھے۔ اُن کو انہوں نے فون کر کے دریافت کیا کہ فلیٹ خالی ہے یا نہیں؟ جواب ملا۔ ”خالی ہے۔“ ڈھائی بجے دیکھ سکتے ہیں۔ چنانچہ ہم نے یہ طے کیا کہ ہم لوگ ڈھائی بجے Croydon پہنچیں گے۔

اس دفتر سے اُٹھ کر ہم نے سوچا کہیں کافی پینا چاہیے۔ دو ایک سڑکوں سے گزر کر چند منٹ میں ہم لوگ ایک رستوراں کے اندر پہنچ گئے۔ وہاں ہم نے کافی پی۔ جب کافی پی کر نکلے تو یہ طے پایا کہ میں اپنے اسکول چلا جاؤں۔ وہاں ڈاک وغیرہ دیکھوں۔ نعیم اپنے اسکول چلے جائیں۔ ایک بجے ہم لوگ Aldwych میں ملیں۔ وہاں کہیں دن کا کھانا کھائیں اور پھر Croydon چلیں۔

Tottenham Court Road تک ہم لوگ ساتھ آئے۔ اُس کے بعد میں تو اپنے اسکول کی طرف مڑ گیا، اور نعیم اپنے کسی دوست سے ملنے کے لئے چلے گئے۔ کہنے لگے۔ ”اُن سے ملتا ہوا اپنے اسکول جاؤں گا۔“

میں اپنے اسکول پہنچا۔ ڈاک دیکھی لیکن آج بھی گھر سے کوئی خط نہیں آیا۔ طبیعت پریشان ہوئی۔ سیدھا اپنے کمرے میں گیا۔ رسل مل گئے۔ اُن سے تھوڑی دیر باتیں کیں۔ اب ساڑھے بارہ بج چکے تھے۔ اس لئے میں آڈیوچ Aldwych کی طرف روانہ ہوا۔ وقت کم تھا اس لئے پیدل چلنے کے بجائے بس میں بیٹھ گیا۔ اُس نے مجھے Holborn اتار دیا۔ وہاں سے آڈیوچ Aldwych کی طرف پیدل چلا۔ راستے میں نعیم مل گئے انہوں نے مجھے ساتھ لیا اور ایک رستوراں میں پہنچے۔ یہاں مرغ ملتا ہے۔ ہم لوگوں نے مرغ کھایا۔ کھانے کے بعد میں نے کہا۔ ”نعیم صاحب! آپ مجھ سے چیک لے لیجئے تاکہ آپ نے بنک سے جو Over draw کا ہے وہ مسئلہ حل ہو جائے۔ میرے پاس اس وقت رقم موجود ہے۔ جب آپ کا خرچ

پاکستان سے آجاتے تو مجھے دے دیجئے گا۔ وہ بڑی مشکل سے اس لئے تیار ہوئے۔ بہر حال میں نے چیک کاٹ دیا اور اُس کو اُن کے بینک میں جمع کر دیا۔

اس کے بعد ہم لوگوں نے آلڈویچ ALDWYCH سے ۶۸ نمبر بس

لی جو سیدھی کرائڈن Croydon جاتی ہے۔ یہ بس نہ جانے کتنی سڑکوں

سے گزرتی ہوئی پورے سوا گھنٹے میں Croydon پہنچی۔ اب ہم نے وہ

مکان تلاش کرنا شروع کیا۔ ایک دوکاندار سے دریافت کیا۔ اُس نے کہا

دائیں جانب سڑک پر چلے جاتے۔ اُس سڑک پر کوئی تین چار فرلانگ چلنے

کے بعد وہ مکان ملا۔ ہم نے گھنٹی بجائی Mr. Sinclair باہر آئے۔ ہم

نے معذرت کی۔ اور کہا کہ بس کی وجہ سے یہاں تاخیر سے پہنچے۔ کہنے لگے

کوئی بات نہیں، پھر انہوں نے مکان دکھایا۔ دو دو کمروں کے دو فلیٹ اس

مکان میں خالی تھے۔ انہوں نے ان کمروں کو بہت اچھی طرح Furnish

کیا تھا۔ سامنے باغ بھی تھا۔ اس میں پھول بھی کھلے ہوئے تھے۔ باورچی

خانہ اور غسل خانہ بہت صاف ستھرا۔ مکان تو مجھے بہت پسند آیا لیکن دو درہونے

کی وجہ سے اس کو لینے کی ہمت نہیں پڑی۔ تھوڑی دیر بیٹھ کر آپس میں مشورہ

کیا۔ پھر اُن سے یہ کہہ کر چلے آئے ہم آپ کو شام کے وقت فون کر کے اپنے

فیصلے سے مطلع کر دیں گے۔ وہاں سے نکل کر ہم لوگ سڑک پر پہنچے۔

بس میں بیٹھے West Croydon Station پر پہنچے۔ وہاں سے وکٹوریا کے

لئے ریل کا ٹکٹ لیا۔ پلیٹ فارم پر پہنچے۔ چند منٹ میں ریل آگئی۔ اُس میں

بیٹھ گئے جس نے ہمیں کوئی پینتیس چالیس منٹ میں وکٹوریا کے اسٹیشن پر

پہنچا دیا۔ اسٹیشن سے باہر نکل کر ہم لوگ پیدل چلے۔ بس اسٹاپ کے

قریب پہنچ کر نعیم تو اپنے گھر جانے کے لئے ۲ نمبر بس میں بیٹھ گئے اور میں

پیدل Grosvener Place سے ہوتا ہوا Chesham Place

پہنچا۔ سامنے پاکستان ہوسٹل تھا۔ کمرے میں گیا۔ چند منٹ آرام

کیا۔ ساڑھے پانچ بجے کے قریب دروازے پر دستک ہوئی۔ عثمان پیری کمرے میں داخل ہوئے، میں نے اُن سے دن کی روداد بیان کی۔ وہ ساڑھے چھ بجے تک بیٹھے رہے۔ پھر کہا "نچے چلئے۔ کھانا کھالیں۔ میں نے کہا مجھے تو کھانے کی خواہش نہیں ہے۔ میں آپ کے ساتھ ذرا دیر بیٹھا رہوں گا۔ ایک پیالی چائے پی لوں گا۔ انہوں نے کھانا کھایا۔ پھر ہم لوگوں نے چائے کی ایک پیالی پی۔ کھانا کھانے کے بعد وہ تو رخصت ہوئے۔ میں اوپر اپنے کمرے میں آگیا۔ اور کچھ لکھنا پڑھنا شروع کیا۔ ساڑھے آٹھ بجے کے قریب اردو مرکز لاہور کے مالک ظہیر الدین صاحب کے داماد عبدالودود آگئے۔ وہ ایک گھنٹے تک باتیں کرتے رہے۔ ساڑھے نو بجے انہیں رخصت کر کے لیٹ گیا۔ دس بجے مجھے نیند آگئی۔

بدھ ۱۷ اکتوبر ۱۹۶۲ء

صبح اٹھا تو پانچ بجے تھے۔ بستر میں لیٹا رہا۔ ساڑھے آٹھ بجے اٹھ کر تیار ہوا۔ ۹ بجے ناشتہ کرنے گیا۔ ناشتہ کر کے باہر نکلا۔ سوچا آج ذرا خالق صاحب اور عالم علی رضوی صاحب سے ملتا چلوں۔ دونوں نہیں ملے۔ معلوم ہوا دس بجے کے بعد دفتر پہنچیں گے۔ میں نے انتظار کرنا مناسب نہیں سمجھا، اور یونیورسٹی کی طرف چل دیا۔ یٹوب لے کر دس بجے یونیورسٹی پہنچا۔ ڈاک دیکھی۔ آج بھی گھر سے کوئی خط نہیں آیا۔ چپ چاپ اپنے کمرے میں جا کر بیٹھ گیا۔ پونے گیارہ بجے کے قریب رسل آگئے۔ اُن سے باتیں ہونے لگیں۔ گیارہ بجے میرا کلاس تھا۔ لیکن بی۔ اے آنرز کے طالب علم چارلس ٹامس نہیں آئے۔ سو گیارہ تک انتظار کیا۔ پھر رسل کہنے لگے "آئیے چل کر کافی پیئیں۔" میں اُن کے ساتھ سینئر کمان روم میں کافی پینے چلا گیا۔ وہاں گپ ہوتی رہی۔ رسل خواجہ احمد فاروقی کے عجیب عجیب قصے بیان کرتے رہے۔ دلچسپ آدمی ہیں۔ آج کمان روم میں ایک صاحب مسٹر نائیڈو سے ملاقات ہوئی۔ یہ صاحب مدراس یونیورسٹی میں شعبہ ہندی کے صدر ہیں۔

آج کل ایک سال کے لئے لندن آئے ہیں۔ لسانیات پر کچھ کام کر رہے ہیں۔
 نائیڈو صاحب کو اردو سے بھی دلچسپی ہے۔

۱۴ بجے کے قریب میں اور رسل کا من روم سے اُٹھے۔ طے یہ ہوا کہ پہلے

Birkbeck College میں کھانا کھالیا جائے چنانچہ وہاں

بیٹھے۔ میں نے سلاد، ٹماٹر، چقندر کی ایک پلیٹ لی۔ ایک انڈہ، تو س اور
 کیلا کھایا۔ ایک بجے کے قریب وہاں سے پھر واپس آئے۔ وہاں پھر کافی پی، اور
 پھر ہم لوگ اپنے کمرے میں آگئے۔ اب رسل نے اپنے تھیلے میں سے کچھ
 کاغذات نکالے۔ ان کاغذات پر میرے کچھ اشعار درج تھے۔ وہ مجھ سے ان
 اشعار کے بارے میں پوچھتے رہے۔ وہ میرا مطالعہ تاریخی ترتیب سے
 کر رہے ہیں، اور انہوں نے بعض ایسے اشعار کا سراغ لگایا ہے جو میر
 نے اپنے زمانے کے حالات سے متاثر ہو کر کہے ہیں۔ دیر تک اس موضوع
 پر اُن کے ساتھ دلچسپ گفتگوری۔ بہت لطف آیا۔ عرصے کے بعد ایک ادبی موضوع
 پر ایسی اچھی باتیں ہوئیں۔

ہم لوگ یہ باتیں کر رہے تھے کہ ڈاکٹر شاہ آگئے۔ کہنے لگے، ایک
 مکان خالی ہے۔ میرے ایک دوست جو آج کل یہاں میرے ساتھ پڑھ رہے
 ہیں، ٹفنل پارک میں رہتے ہیں۔ انہوں نے مجھے بتایا ہے۔ میں نے کہا
 فوراً حاصل کرنا چاہیے۔ آپ کے وہ دوست کہاں ہیں، کہنے لگے وہ
 چار بجے فارغ ہوں گے۔ میں نے کہا ۴ بجے آپ کے اسکول کی طرف آجاؤں
 گا اور انہیں ساتھ لے کر مکان دیکھنے چلیں گے۔ وہ رخصت ہو گئے۔ لیکن
 تھوڑی دیر کے بعد پھر آئے۔ اب کے اُن کے ساتھ اُن کے دوست ڈاکٹر
 ہمدانی بھی تھے کہنے لگے، میں تو چار بجے فارغ نہیں ہوں گا۔ کیونکہ مجھے ہسپتال
 جانا ہے۔ اس لئے میں نے یہ سوچا کہ ڈاکٹر ہمدانی سے آپ کی ملاقات کرا دوں۔
 ہمدانی بہت اچھے، نیک اور شریف آدمی ہیں۔ کہنے لگے میں چار بجے فارغ ہوں

گا۔ آپ School of Hygiene & Tropical Museum

کی طرف آجائے۔ وہاں ہم لوگ ساتھ ساتھ ٹفنل پارک چلیں گے۔ مکان کے مالک مسٹر چغتائی ہیں۔ وہ بھی شام کو آجائیں گے۔ مکان دیکھ لیجئے گا۔ یہ پروگرام بنا کر وہ دونوں رخصت ہوئے تو میں رسل کے ساتھ پھر باتیں کرتا رہا۔ پونے تین بجے کے قریب احمد نعیم ملک آگئے۔ میں نے انہیں مکان کے بارے میں پوری روداد سنائی۔ کہنے لگے میں بھی مکان دیکھنے چلوں گا۔ رسل تو تھوڑی دیر میں چلے گئے، اور ہم دونوں باتیں کرتے رہے۔ ساڑھے تین بجے تو یہ خیال ہوا کہیں چل کر چائے یا کافی پی جائے۔ چنانچہ ہم لوگ قریب کے ایک ریسٹوراں میں گئے۔ کافی کی ایک ایک پیالی پی اور وہاں سے اٹھ کر چار بجے ڈاکٹر ہمدانی سے ملنے کے لئے ان کے اسکول پہنچ گئے تھے۔ ٹھیک چار بجے وہ اسکول سے باہر نکلے۔ ان کے ساتھ ایک صاحب مسٹر حق تھے جو کراچی سے آئے ہیں اور پاکستان پلاننگ کمیشن میں ملازم ہیں۔ ایک سال کراچی میں رہیں گے۔ ہم چاروں وہاں سے باتیں کرتے ہوئے چلے۔ سامنے کے اسٹیشن سے ٹوب میں بیٹھے، اور چند منٹ میں Tufnel Park پہنچ گئے۔ جس مکان کو ہم دیکھنے

گئے تھے وہ Lady Margarett Road. میں Tufnel Park

پر ہے۔ اُس کا نمبر ۱۰۲ ہے۔ ہمدانی اور حق اس کے برابر ولے مکان ۱۰۰ نمبر میں رہتے ہیں۔ ۱۰۲ نمبر میں ہمدانی کے دوست نجم بھی رہتے ہیں۔ یہ لندن میں ملازمت بھی کرتے ہیں اور پڑھتے بھی ہیں۔ انہوں نے کہا، اوپر کا مکان خالی ہے لیکن اُس میں تالا لگا ہوا ہے۔ چغتائی صاحب آئیں گے تو کھولیں گے مکان بظاہر صاف ستھرا نظر آیا۔ ماحول بھی بظاہر اچھا تھا۔ اس لئے میں نے دل میں یہ فیصلہ کر لیا کہ اس کو ضرور لے لینا چاہیے۔ نجم کے یہاں سے اٹھ کر ہم لوگ ہمدانی کے یہاں آئے۔ انہوں نے گیس کے Heater پر چائے بنائی۔ ہم لوگوں نے چائے پی۔ بہت لطف آیا۔ اب چھ بج چکے تھے۔ میں نے ہمدانی

سے کہا میں نے فیصلہ کر لیا ہے کہ یہ مکان لے لوں گا۔ میں چغتائی صاحب کے نام پانچ پونڈ کا چیک دے دیتا ہوں۔ آپ یہ چیک انہیں دے دیجئے اور مکان کی چابی لے لیجئے۔ انہوں نے چیک رکھ لیا اور کہنے لگے اب آپ سے جمعہ کو پانچ بجے اسکول میں ملاقات ہوگی۔ اس وقت میں آپ کو تفصیل بتا دوں گا۔“

سو اچھ بکے ہم لوگ وہاں سے رخصت ہوئے، اور ۲۷ نمبر بس میں بیٹھ کر گوور اسٹریٹ Gower Street پہنچے۔ یہاں سے نعیم نے مجھے ۴ نمبر بس میں بٹھا دیا، اور میں چند منٹ میں ہائیڈ پارک کا رنر پہنچ گیا۔ وہاں سے ہوسٹل آیا چند منٹ کمرے میں آرام کیا۔ پھر نیچے اترا۔ بھوک لگ رہی تھی۔ کھانا کھایا۔ نذیر حسین مل گئے۔ اُن سے ساڑھے آٹھ بجے تک باتیں ہوتی رہیں۔ انہیں رخصت کر کے میں ۹ بجے اوپر اپنے کمرے میں آیا۔ دس بجے تک ڈائری لکھتا رہا۔ ساڑھے دس بجے سو گیا۔

جمعرات ۱۸ اکتوبر ۱۹۶۲ء

صبح سات بجے آنکھ کھلی۔ ڈائری کے چند صفحے لکھے۔ ۹ بجے تیار ہو کر نیچے گیا۔ ناشتہ کیا، اور ٹیوب ٹرین میں بیٹھ کر اسکول چل دیا۔ ڈاک دیکھی آج بھی گھر سے کوئی خط نہیں آیا۔ طبیعت پریشان ہوئی۔ لیکن پھر دل کو سمجھایا کہ فہمیدہ تو سوات گئی ہوں گی۔ انہوں نے مصروفیت کی وجہ سے نہیں لکھا ہوگا۔ گھر کے دوسرے لوگوں نے تساہلی برتی ہوگی۔ اسی لئے خط نہیں آیا۔ لیکن دل کی عجیب کیفیت رہی۔

اسی عالم میں چپ چاپ بیٹھا ہوا تھا کہ رسل آگئے۔ اُن سے باتیں ہوتی رہیں۔ ذرا دل بہل گیا۔ میرے بی۔ اے آنرز کے طالب علم چارلس ٹامس آج بھی نہیں آئے۔ رسل نے کہا ”چلتے چل کر کافی پیتے ہیں“۔ سو اگیا رہ بکے ہم لوگ سینٹر کمان روم میں کافی پینے گئے، وہاں ہندوستان، پاکستان اور سیلون کے صد

شعبہ مسٹر کلارک سے ملاقات ہوئی۔ پوچھنے لگے آپ کو رہنے کی جگہ ملی یا نہیں؟ میں نے کہا کوشش کر رہا ہوں۔ کہنے لگے۔ لندن میں مکان کا ملنا بڑا مسئلہ ہے۔ پھر وہ اردو کے طالب علموں کے بارے میں باتیں کرتے رہے۔ ساڑھے گیارہ بجے ہم لوگ واپس اپنے کمرے میں آئے۔ چند منٹ باتیں ہوتی رہیں۔ اُس کے بعد رسل تو یہ کہہ کر رخصت ہوئے کہ میں کچھ کام کروں گا۔ میں کمرے میں بیٹھا رہا۔ بارہ بجے Mrs. Mayat آگئیں۔ یہ ڈرین (افریقیہ) سے آئی ہیں اور لندن میں اردو پڑھتی ہیں۔ میں انہیں چارلس ٹامس کے ساتھ ہی پڑھاتا ہوں۔ آج میں نے انہیں پریم چند کی کہانی غم نہ داری بڑ بخر، پڑھائی۔ بہت دلچسپی کے ساتھ پڑھتی رہیں۔

میں نے انہیں ایک بجے تک پڑھایا۔ ایک بجے کے بعد میں پھر ڈاک دیکھنے گیا۔ اب بھی کوئی خط نہیں ملا۔ طبیعت پھر پریشان ہوئی۔ اسکول سے نکلا Gower Street سے ۴ نمبر بس لی اور ہائیڈ پارک کا رنر پراٹرا۔ وہاں سے پیدل چل کر پاکستان ہائی کمیشن پہنچا۔ خالق صاحب ایجوکیشنل اٹیشن سے ملاقات کی۔ بہت اچھی طرح ملے۔ میں نے کہا میں اس مقصد سے حاضر ہوا ہوں کہ آپ اسکول کے ڈائریکٹر سے کہہ کر میری تنخواہ میں اضافہ کرائیے۔ ان لوگوں نے مجھے تقریباً سولہ سو پونڈ دیئے ہیں۔ رسل کو دو ہزار پونڈ ملتے ہیں۔ عزیز احمد کو اٹھارہ سو پونڈ سے کچھ زیادہ ملتے تھے۔ کہنے لگے۔ آپ مجھے ایک خط لکھ کر آج ہی بھیج دیجئے۔ میں ڈائریکٹر کو ضرور لکھ دوں گا۔ پھر انڈیا آفس اور برٹش میوزیم کے خطوط کے بارے میں باتیں کرتے رہے۔ میں نے کہا انگلستان میں تقریباً ایک ہزار قلمی کتابیں ہیں۔ ان میں جو واقعی ہمارے لئے ضروری ہیں، ان کے مائیکرو فلم تیار کرانے چاہئیں۔ کہنے لگے۔ آپ ان خطوط کو دیکھ لیجئے، اور ان کی تفصیل مجھے لکھ بھیجئے۔ میں اس کا انتظام کرادوں گا۔ حکومت پاکستان اور پنجاب یونیورسٹی دونوں کو لکھ دوں گا۔ ان سے رخصت ہو کر میں نے یہ سوچا کہ عالم

علی رضوی صاحب سے بھی ملتا چلوں۔ یہ صاحب آج کل پاکستان ہائی کمیشن میں ڈائریکٹر آف ایڈٹ ہیں۔ لکھنؤ یونیورسٹی میں وقار عظیم کے کلاس فیلو تھے۔ وقار صاحب نے چلتے وقت لاہور میں کہا تھا کہ "عالم علی رضوی صاحب سے لندن میں ضرور ملنا۔" اُن کے کمرے میں پہنچا لیکن وہ موجود تھے۔ چند منٹ انتظار کیا۔ لیکن وہ نہیں آئے۔ اُن کی سکرٹری سے یہ معلوم ہوا کہ آج کل اُن کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔ اس لئے پنچ کے بعد ذرا دیر کے لئے آتے ہیں۔

ساڑھے تین بجے میں اپنے کمرے میں آگیا۔ چند منٹ لیٹا رہا۔ پھر اٹھ کر خالق صاحب کو خط لکھا۔ اُس کے بعد کچھ پڑھتا لکھتا رہا۔ سات بجے نچے اُترا۔ کینٹین میں کھانا کھایا، اور پھر دیزنک میز پر اکیلا بیٹھا رہا۔ ساڑھے آٹھ بجے کے قریب ظہیر صاحب (اردو مرکز) کے صاحب زادے فضل آگئے۔ میں انہیں پہچان نہ سکا۔ انہوں نے فریخ کٹ داڑھی رکھ لی ہے کچھ موٹے بھی ہو گئے ہیں۔ میں انہیں اپنے کمرے میں لایا۔ وہ سوانو بجے تک باتیں کرتے رہے۔ اُن کے جانے کے بعد میں کچھ پڑھتا لکھتا رہا۔ ساڑھے دس بجے کے قریب مجھے نیند آگئی۔

جمعہ ۱۹ اکتوبر ۱۹۶۲ء

صبح کو پانچ بجے اُٹھا لیکن بستر میں لیٹا رہا۔ ۹ بجے کے قریب تیار ہو کر نیچے ناشتہ کرنے گیا۔ دس بجے ٹوب میں بیٹھ کر اسکول روانہ ہوا۔ ڈاک دیکھی۔ آج بھی گھر سے کوئی خط نہیں آیا۔ طرح طرح کے خیالات آتے رہے۔ پریشانی رہی۔ چپ چاپ اپنے کمرے میں آکر بیٹھ گیا۔ میر، غالب اور اقبال پڑھتا رہا۔ پھر ہمیدہ کو خط لکھنا شروع کیا ابھی چند سطریں ہی لکھی تھیں کہ مسز مایات آگئیں۔ ۱۱ بجے انہیں نظیر کی نظم 'بنجارہ نامہ' پڑھانا شروع کی۔ ۱۲ بجے تک پڑھتا رہا۔ ساڑھے بارہ بجے تک اُن سے اردو میں گفتگو ہوتی

رہی۔ یہ گفتگو بھی پڑھانے میں شامل ہے۔ دوران گفتگو یہ معلوم ہوا کہ وہ ڈربن (افریقہ) سے اپنے شوہر کے ساتھ لندن آئی ہیں۔ اُن کا نام زلیخا ہے۔ اُن کے شوہر ڈاکٹر ہیں۔ Gynecologist میں کوئی کورس کرنے کے لئے لندن آئے ہیں۔ یہ سُنی مسلمان ہیں۔ ان کے آباؤ اجداد گجرات (ہندوستان) کے رہنے والے تھے۔ اب کوئی سو سال سے یہ لوگ افریقہ میں آباد ہیں۔ ان کے دو بچے ہیں۔ ایک نو برس کی لڑکی اور ایک لڑکا۔ ان دونوں کو یہ دادی دادا کے پاس چھوڑ آئی ہیں۔ اُردو سے انہیں دلچسپی ہے۔ اُس کو مسلمانوں کی زبان سمجھتی ہیں۔ گھر میں گجراتی بولتی ہیں لیکن انگریزی کا اثر ان پر غالب ہے۔ کبھی ساڑھی باندھتی ہیں اور کبھی اسکرٹ پہنتی ہیں۔ ساڑھی بارہ بجے کے بعد جب وہ مجھ سے باتیں کر کے رخصت ہوئیں تو میں نے تو س کھانے اور کافی پینے کے لئے سینٹر کمان روم میں گیا۔ سردی لگ رہی تھی۔ کافی پی کر سکون ہوا۔ واپسی میں پھر ڈاک دیکھی۔ اب بھی کوئی خط نہیں ملا۔ طبیعت پریشان رہی۔ اسکول سے نکل کر میں بی بی سی کے دفتر بش ہاؤس کی طرف چل دیا۔ ۲۸ اکتوبر کو جو مذاکرہ ہراڈ کاسٹ ہونے والا ہے اس کا CONTRACT واپس کرنا تھا۔ سوچا خود ہی جا کر دے آؤں۔ وہاں جا کر دل بھی بہل جائے گا اور عباسی اور قادری وغیرہ سے ملاقات بھی ہو جائے گی۔ بش ہاؤس پہنچ کر میں نے کنٹریکٹ قادری کو دیا۔ چند منٹ باتیں کرتا رہا۔ اخبار بھی دیکھے۔ دو بجے وہاں سے واپس آیا۔ اسکول کے قریب ڈاکٹر ریاض الاسلام مل گئے۔ یہ کسی زمانے میں دہلی میں تھے اور سینٹ اسٹیفنز کالج میں تارتخ پڑھاتے تھے۔ آج کل کراچی یونیورسٹی میں تارتخ کے ریڈر ہیں اور سال بھر کے لئے راک فیلر کے فیلوشپ پر لندن آئے ہوئے ہیں۔ ہندوستان کی اٹھارویں صدی کی تارتخ پر کام کریں گے۔ انہوں نے وعدہ کیا کہ چار بجے وہ میرے کمرے میں آئیں گے۔ میں کمرے میں جا کر چار بجے تک خط لکھتا رہا۔

لیکن وہ نہیں آئے۔ میں نے آج ایک مفصل خط تسکن کو لکھا۔ دوسرا والد صاحب، شفن اور فہمیدہ کو — ساڑھے چار بجے کے قریب وہاں سے نکلا۔ خط پوسٹ کئے اور تھوڑی دیر ٹولنٹنم کورٹ روڈ پر گھومتا رہا۔ (یہاں ایک عجیب منظر دیکھا)۔ ایک جوان لڑکی کھڑی رو رہی تھی۔ ایک آدمی اس کو تسلی دے رہا تھا۔

پانچ بجے School of Hygiene & Tropical Museum

پہنچا۔ ڈاکٹر ہمدانی سے وعدہ تھا کہ وہ آج پھر مجھے مکان دکھانے کے لئے Tuffnel Park لے جائیں گے۔ وہ میرا انتظار ہی کر رہے تھے۔ میں اُن کے ساتھ ٹیوب میں بیٹھ کر اُن کے مکان پر پہنچا۔ مالک مکان چغتائی صاحب وہاں موجود تھے۔ اُن کی بیوی بھی تھیں۔ اُنہوں نے کمرہ کھولا اور ضروری چیزیں دکھائیں۔ اُن سے خاصی دیر تک باتیں ہوتی رہیں۔ طے ہو گیا کہ فی الحال میں یہ کمرہ 102. Lady Margarett Road لے لوں گا۔

پانچ پونڈ کا جو چیک میں نے ہمدانی کو اس سے قبل دیا تھا وہ انہوں نے چغتائی کو دے دیا تھا، اور اُن سے کمرے کی چابیاں لے لی تھیں۔ میں اُن سے رخصت ہو کر ہمدانی کے کمرے میں آیا۔ ایک پیالی چائے پی اور ۱۳۷ نمبر بس میں بیٹھ کر پاکستان ہو سٹل آیا۔ منہ ہاتھ دھویا۔ کھانا کھایا اختر صاحب سے باتیں ہوتی رہیں۔ یہ صاحب الہ آباد کے رہنے والے ہیں۔ ڈھاکے میں ایمپلائمنٹ ایکسچینج کے منیجر ہیں۔ آج کل آئی۔ ایل۔ او کے فیلوشپ پر لندن آئے ہوئے ہیں۔ نو بجے تک اُن سے باتیں ہوئیں۔ اُس کے بعد میں اپنے کمرے میں آیا۔ گیارہ بجے تک اپنا سامان ٹھیک کرتا رہا۔ ساڑھے گیارہ بجے کے قریب سویا۔

ہفتہ ۲۰ اکتوبر ۱۹۶۲ء

صبح کو چار بجے آنکھ کھلی۔ تھوڑی دیر بستر میں لیٹا رہا۔ پانچ ساڑھے پانچ

بچے اٹھ کر خوب نہایا اور بستر میں لیٹ گیا لوگوں نے مجھ سے یہی کہا تھا کہ نہا کر بستر میں لیٹ جایا کیجئے۔ یہاں گرم پانی سے نہانا پڑتا ہے۔ لطف نہیں آتا۔ کیونکہ مجھے مٹھڈے پانی سے نہانے کی عادت ہے۔ اٹھ بچے تک بستر میں بیٹھ کر لکھتا پڑھتا رہا۔ ساڑھے اٹھ بجے کے قریب شیو کر رہا تھا کہ دروازے پر دستک ہوئی۔ حاجی عثمان بری آگئے۔ اور کوئی ایک گھنٹے تک باتیں کرتے رہے۔ اپنی تصویریں بھی دکھائیں۔ وہ ساڑھے نو بجے رخصت ہوئے تو میں نیچے ناشتہ کرنے کے لئے گیا۔ ناشتے کے بعد عبدالماجد بٹ اور کرنل افضل خاں سے چند منٹ باتیں کیں اور پھر ڈاک دیکھنے کی غرض سے اسکول کی طرف چل دیا۔ آج ۱۴ نمبر بس میں سفر کیا۔ اسکول پہنچا۔ آج پھر گھر سے کوئی خط نہیں آیا پریشانی کے عالم میں ادھر ادھر سڑکوں پر گھومتا رہا۔ ساڑھے بارہ بجے یہ سوچا کہ ہوسٹل واپس چلنا چاہئے۔ چنانچہ ۱۴ نمبر میں بیٹھ کر واپس آ گیا۔ ایک بچے کے قریب کھانا کھایا۔ اختر صاحب مل گئے۔ وہ کسی صاحب سے بحث کر رہے تھے۔ میں بھی سنتا رہا۔ بحث میں شریک نہیں ہوا۔ تین بجے تک وہاں بیٹھا رہا۔ اٹھنے والا تھا کہ اختر صاحب نے کہا کہ آج موٹر شو دیکھنے کا ارادہ ہے۔ آپ بھی چلئے۔ میں تیار ہو گیا۔ وہ کہنے لگے۔ پاسپورٹ لے لیجئے گا۔ پاسپورٹ سے داخلہ مفت ہوگا۔

یہ موٹر شو آج کل ارلز کورٹ میں ہو رہا ہے۔ ساڑھے تین بجے کے قریب ہم لوگ یٹوب میں بیٹھ کر نائنٹس برج ارل کورٹ پہنچے۔ ہزار ہا آدمیوں کا مجمع تھا۔ جیسے ہی ہم لوگ پہنچے ایک شخص نے ہم سے یہ پوچھا کیا آپ سمندر پار سے تعلق رکھتے ہیں؟ ہم نے کہا ہاں۔ اُس نے ہمیں اشارے سے بتایا کہ سامنے چلے جائیے۔ وہاں پھاٹک پر لکھا ہوا تھا Overseas

Reception ہم اُس میں داخل ہو گئے۔ ایک حسین و جمیل لڑکی نے ہم سے پاسپورٹ مانگا۔ ہم نے پاسپورٹ دکھایا۔ دیکھ کر کہنے لگی۔ "سامنے رجسٹر

میں اپنا نام لکھ دیجئے۔ ہم نے رجسٹر میں نام لکھ دیئے اور اندر داخل ہو گئے۔ سامنے انگلستان اور یورپ کی تقریباً تمام موٹر کمپنیوں کے بورڈ ٹلکے ہوئے تھے اور ہر کمپنی کی بنائی ہوئی موٹریں قرینے سے سجی ہوئی تھیں۔ جرمن فرم DK.W کی چھوٹی موٹر مجھے سب سے زیادہ پسند آئی۔ اُس کی قیمت بھی کچھ زیادہ نہیں تھی۔ یعنی انگلستان میں ڈیوٹی وغیرہ لگا کر تقریباً چھ سو پونڈ۔ ایک جرمن لڑکی اس کے بارے میں معلومات فراہم کر رہی تھی۔ ہم نے اُس سے دریافت کیا کہ جرمن میں اس کی قیمت کیا ہے؟ اور یہ کہ اگر پاکستان میں اس کو اپورٹ کیا جائے گا تو کتنا ڈسکاؤنٹ ملے گا۔ اُس نے جرمنی کی قیمت تو بتادی لیکن DISCOUNT کے بارے میں معذرت کی اور یہ کہا کہ مجھے اس کا علم نہیں ہے۔ مورس۔ کونسل کو ریٹینا۔ فنٹ۔ سنگر۔ غرض تمام کمپنیوں کی گاڑیاں دیکھیں۔ فوکس دیگن والوں نے اپنی گاڑی کو اٹا کر کے رکھا تھا تاکہ یہ معلوم ہو کہ اُس میں لوہا ہی لوہا ہے، اور وہ پانی میں بھی تیر سکتی ہے۔ مرسدیز بنز بھی دیکھی۔ بہت قیمتی گاڑی ہے۔ اُس کی قیمت پاکستان میں ۲۸ ہزار سے اوپر ہوگی۔ جرمنی میں صرف ۹۰۴ پونڈ ہے۔ ساڑھے پانچ بجے ہم لوگ موٹر شو سے پاکستان ہو سٹل واپس آئے۔ کینیٹن میں چائے پی۔ تھک گئے تھے۔ اس لئے یہیں بیٹھے رہے۔ آٹھ بجے کے قریب کھانا کھایا۔ کھانا کھا کر بیٹھے ہی تھے کہ عثمان بیری آگئے۔ وہ یورپ کے مختلف ملکوں کی باتیں کرتے رہے۔ ساڑھے نو بجے تک ان باتوں کا سلسلہ جاری رہا۔ مجھے نیند آنے لگی۔ عثمان بیری یہ دیکھ کر کہ مجھے نیند آرہی ہے، رخصت ہوئے۔ میں اپنے کمرے میں آیا اور دس بجے کے قریب سو گیا۔

اتوار ۲۱ اکتوبر ۱۹۶۲ء

صبح چار بجے آنکھ کھلی۔ تھوڑی دیر کچھ لکھتا رہا۔ اس کے بعد لیٹ گیا۔

چھ بجے کے قریب پھر آنکھ لگ گئی۔ ساڑھے سات بجے جاگا۔ نو بجے تک پھر

لکھتا رہا۔ نو بجے کے بعد سوچا نیچے چل کر ناشتہ کرنا چاہیے۔ لیکن پھر خیال آیا کہ اتوار کو تو پاکستان ہو سٹل میں ناشتہ ملتا نہیں۔ چپ چاپ ڈبل روٹی کے دو تو س کھائے اور بستر میں بیٹھا رہا۔ گیارہ بجے کے قریب تیار ہو کر نیچے گیا۔ کینٹن کھل چکا تھا۔ ایک پیالی چائے پی، اور اوپر اپنے کمرے میں آکر خط لکھنے شروع کئے۔ ایک خط اقبال حسین اسسٹنٹ رجسٹرار پنجاب یونیورسٹی کو، دوسرا فہمیدہ کو اور تیسرا اچھن کو کو لکھا۔ ڈیڑھ بجے نیچے آیا۔ کھانا کھایا، اور خطوں کو پوسٹ کرنے کے لئے باہر نکلا۔

Knights Bridge کے ڈاک خانے میں خط پوسٹ کئے، اور وہاں سے ہائیڈ پارک کی طرف چل دیا۔

آج ہائیڈ پارک میں بڑی رونق تھی۔ خوشگوار موسم نے اس رونق میں کچھ اور بھی اضافہ کر دیا تھا۔ دھوپ نکلی ہوئی تھی۔ آسمان صاف شفاف تھا۔ بے شمار لوگ، اپنے اپنے گھروں سے نکل آئے تھے۔ عورتیں، بچے، نوجوان، بوڑھے سب اس موسم سے لطف اندوز ہو رہے تھے۔ میں کوئی پانچ بجے تک اس منظر سے لطف اندوز ہوتا رہا۔ اُس کے بعد وہاں سے نکل کر پکا ڈلی کی طرف چلا۔ اب تک میں نے پکا ڈلی کو نہیں دیکھا تھا۔ اس لئے آج یہ خیال ہوا کہ اُدھر چلنا چاہیے۔ گرین پارک

Green Park ہوتا ہوا، پکا ڈلی میں داخل ہوا۔ گرین پارک کے سامنے

بعض مصوروں نے اپنی بنائی ہوئی بے شمار تصویریں لٹکار رکھی ہیں۔ وہ ان تصویروں کو بیچنا چاہتے ہیں۔ بعض تصویریں ان میں اچھی بھی تھیں۔ آرٹسٹ بھی وہاں موجود تھے۔ ان کو دیکھ کر اندازہ ہوا کہ یہاں بھی آرٹسٹوں کا حال اچھا نہیں ہے۔ خیر اس منظر کو دیکھتا ہوا پکا ڈلی سرکس پہنچا۔ یہ خوبصورت جگہ ہے۔ آج اتوار کے دن بھی یہاں بڑی رونق تھی۔

ساڑھے چھ بجے پکا ڈلی کی سیر کر کے پاکستان ہاؤس واپس آیا۔ چائے کی ایک پیالی پی، اور کینٹن میں بیٹھا رہا۔ اختر حسن آگئے۔ اُن سے باتیں ہوتی رہیں۔ ہم لوگ باتیں کر رہے تھے کہ ڈاکٹر حق اور ہمدانی آگئے۔ کہنے لگے آپ ابھی

نئے مکان میں پہنچے نہیں۔ ہم لوگ انتظار کرتے رہے۔ میں نے کہا، بس یوں ہی پڑا رہا۔ کل پہنچ جاؤں گا۔ انہوں نے کھانا کھایا۔ اسی عرصے وود اور بیری بھی آگئے۔ اُن سے بھی باتیں ہوتی رہیں۔ ان سے رخصت ہو کر میں نوب کے اپنے کمرے میں آیا۔ تھوڑی دیر لکھتا پڑھتا رہا۔ دس بجے کے قریب مجھے نیند آگئی۔

پیر ۲۲ اکتوبر ۱۹۶۲ء

صبح کو تین بجے آنکھ کھل گئی۔ تھوڑی دیر جاگتا رہا۔ پھر سو گیا۔ ساڑھے سات بجے جاگا۔ اٹھ بکے نہایا۔ پھر سامان وغیرہ ٹھیک کیا کیونکہ آج مجھے ہوسٹل سے نئے مکان میں منتقل ہونا تھا۔ نوب کے ناشتہ کرنے کے لئے نیچے کینٹین میں گیا۔ ناشتے کے بعد لانڈری گیا۔ وہاں سے کپڑے لئے۔ دس بجے ۱۴ نمبر بس میں بیٹھ کر اسکول پہنچا۔ ڈاک دیکھی۔ فہمیدہ کا خط سوات سے آیا۔ اطمینان ہوا۔ سینٹر کا من روم میں گیا۔ کافی پی اور خط لکھتا رہا۔ رسل بھی وہاں آگئے۔ اُن سے باتیں ہوتی رہیں۔ ایک بجے کمرے میں گیا۔ نعیم نے وہاں آنے کا وعدہ کیا تھا۔ نعیم کو لے کر پاکستان ہوسٹل میں گیا اور کھانا کھایا۔

نعیم آج کچھ پریشان سے تھے۔ اُن کے پاس لاہور سے تارا آیا تھا کہ پی آئی اے کے دفتر والوں سے ملو۔ انہوں نے پی آئی اے کے دفتر کو فون کیا۔ انہوں نے کہا "دفتر آجائے"۔ آپ کے ٹکٹ یہاں رکھے ہیں۔ آپ کو لاہور جانا ہے۔ اس پر وہ کچھ اور بھی پریشان ہوئے۔ سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ انہیں لاہور کیوں بلایا گیا ہے۔

بہر حال ہم نے ٹیکسی کی اور جلدی جلدی اپنے نئے مکان Lady 102

Margaret Road Tufnel Park. N. 119. میں پہنچے۔ میرے

مکان دار چغتائی صاحب کی بیوی موجود تھیں۔ وہ ایک انگریز خاتون کو کمرہ درست کرانے کے لئے لائی تھیں، اس کے لئے انہوں نے چائے کا انتظام کیا تھا۔

انہوں نے ہمیں چائے پلائی اور کچھ دیر ادھر ادھر کی باتیں کرتی رہیں۔ چند منٹ کے بعد ہم لوگ ان سے اجازت لے کر پی آئی اے کے دفتر گئے۔ وہاں سے نعیم نے اپنے ٹکٹ لئے اور ان پر عجیب کیفیت طاری ہوئی۔ ظاہر ہے کہ پریشانی کی بات تھی۔

اب میں نے انہیں رخصت کر دیا تاکہ وہ گھر جا کر لاہور جانے کے لئے سامان درست کریں۔ اور میں وہاں سے شیفتی ایونیو ہوتا ہوا۔ ٹوٹھم کورٹ روڈ آیا۔ گوج اسٹریٹ سے یوب میں بیٹھا اور چند منٹ میں اپنے نئے مکان میں پہنچ گیا۔ میں جیسے ہی داخل ہوا تو ڈاکٹر شاہ ملے۔ وہ مجھ سے ملنے آئے تھے۔ میں ان کو اوپر لے گیا اور بٹھایا۔ تھوڑی دیر کے بعد ان کے ساتھ بازار گیا۔ کچھ چیزیں خریدیں۔ پھر جا کر ان کا مکان دکھایا۔ ٹفنل پارک کے قریب ہی رہتے ہیں۔ وہاں انہوں نے آلو گو بھی اور ڈبل روٹی کھلائی۔ میں بھوکا تھا۔ اس لئے خوب کھائی۔ چائے پی۔ وہ مجھے مکان تک پہنچانے آئے اور دس بجے تک باتیں کرتے رہے۔

ان کے جانے کے بعد میں بستر میں لیٹا۔ لیکن سردی بہت لگی۔ خاص طور پر پیروں میں۔ موزے پہننے لیکن آرام نہیں ملا۔ دیر تک نیند نہیں آئی۔ ساڑھے بارہ بجے کے بعد سویا۔

منگل ۲۳ اکتوبر ۱۹۶۲ء

انکھ کھلی تو پونے سات بجے تھے۔ کچھ عجیب سی پریشانی اور گھبراہٹ رہی۔ شاید اس وجہ سے کہ میں ایک نئی جگہ سو کر اٹھا تھا۔ کمرے میں ادھر ادھر مٹتا رہا۔ غسل خانے میں گیا۔ باورچی خانے کو دیکھا۔ کمرے کی الماریاں کھولیں۔ سامان کو ادھر ادھر کرتا رہا۔ پونے نو بجے کے قریب ڈاکٹر حق کی طرف چلنا چاہئے۔ چنانچہ گیا، دروازہ کھٹکھٹایا۔ وہ لوگ تیار ہو رہے تھے۔ چائے بن رہی تھی۔ تھوڑی دیر میں چائے تیار ہو گئی۔ میں نے بھی پیالی چائے پی۔

گرم گرم چائے نے بہت لطف دیا۔ باتیں بھی ہوتی رہیں۔ وہ لوگ سوانو
 بکے رخصت ہوئے۔ میں اپنے کمرے میں آگیا۔ تیار ہو کر دس بجے اسکول روانہ
 ہوا۔ سب سے پہلے ڈاک دیکھی۔ چندہ کا خط ملا۔ اس کو لے کر سینٹر کا من روم
 میں آیا اور خط پڑھنے لگا۔ خط ختم ہی کیا تھا کہ نعیم اور میرین نظر آئے۔ میں ان کو
 دیکھ کر اٹھا اور اٹھ کر ان کے ساتھ باہر کی طرف چل دیا۔ باہر نکل کر میں نے کہا
 کہ "چلتے کہیں کافی پی جائے۔ چنانچہ ہم یونیورسٹی کے قریب کے کافی ہاؤس میں
 چلے گئے۔ وہاں کافی پی۔ جب باہر آئے تو نعیم نے کہا مجھے "دس پونڈ کا چیک
 اور دے دیجئے"۔ اس سے قبل بھی وہ مجھ سے ۲۵ پونڈ لے چکے تھے۔
 غالباً یہ رقم وہ اپنی بیوی میرین کو دے کر لاہور جانا چاہتے تھے۔ میں نے انہیں
 چیک دے دیا۔

ان لوگوں سے رخصت ہو کر میں پھر سیدھا کا من روم میں آیا۔ پچھن، بھنا اور
 قہمیدہ کو خط لکھے۔ خط لکھ ہی رہا تھا کہ رسل آگئے۔ انہوں نے یہ سوچ کر کہ میں
 کام کر رہا ہوں، Dr. Asher کے ساتھ بیٹھنا مناسب سمجھا۔ یہ صاحب
 اسکول آف اورینٹل اسٹڈیز میں تامل پڑھاتے ہیں۔ جب میں خط لکھ چکا تو رسل
 اٹھ کر میرے پاس آئے۔ ان کے ساتھ Dr. Asher بھی تھے۔ ان سے تعارف
 ہوا۔ معلوم یہ ہوا کہ یہ ہندوستان میں رہ چکے ہیں، اور انہیں تامل زبان اچھی طرح
 آتی ہے۔ انگریزی میں لیکن تامل بول سکتے ہیں۔ ہم لوگ باتیں کرتے ہوئے اپنے
 کمرے میں آئے۔ رسل کا کلاس دو بجے تھا۔ ابھی دو بجنے میں چند منٹ باقی تھے۔
 اس لئے میں رسل سے باتیں کرتا رہا۔ میں آج ان سے چند ضروری باتیں دریافت
 کرنا چاہتا تھا، اور گھر سے نوٹ کر کے چلا تھا۔

میں نے سب سے پہلے تو ان سے یہ دریافت کیا کہ واقعی لندن میں سڑی
 ناقابل برداشت ہوتی ہے؟ کہنے لگے، ناقابل برداشت نہیں ہوتی۔ دسمبر،
 جنوری اور فروری واقعی سخت سردی کے مہینے ہیں لیکن زیادہ تکلیف نہیں ہوتی۔

کبھی کبھی سردی میں شدت ہو جاتی ہے۔ میں نے پوچھا کیا مکانوں کو سنٹرل ہیٹنگ ہونا ضروری ہے؟ کہنے لگے بالکل ضروری نہیں۔ انگلستان میں بیشتر مکان سنٹرل ہیٹڈ Centrally Heated نہیں ہیں۔ جب سردی زیادہ ہوتی ہے تو لوگ Heater استعمال کرتے ہیں۔ بجلی کا HEATER مہنگا پڑتا ہے۔ سب سے سستا گیس کا HEATER ہے۔ میں نے کہا سنا ہے گیس خطرناک چیز ہے۔ کہنے لگے اگر کھلی رہ جائے اور نہ جلے تب خطرناک ہوتی ہے۔ اس میں سے بونکلتی ہے۔ اس کو بند رکھنا چاہیے یا جلانا چاہئے۔ اس کے علاوہ Oil Heater بھی جلتے ہیں۔ وہ بھی سستے ہوتے ہیں۔

پھر میں نے پوچھا۔ بغیر لحاف کے صرف کبل میں سردی تو نہیں لگتی۔ کہنے لگے یہاں لحاف کا کوئی تصور نہیں۔ عام طور پر لوگ کبل ہی استعمال کرتے ہیں۔ میں خود کبل استعمال کرتا ہوں۔ بعض بہت اچھے کبل ہوتے ہیں۔ آپ خرید لیجئے۔ وہ بہت گرم اور خوبصورت ہیں۔

کبل کے علاوہ ایک چیز یہاں Eiter down ہوتی ہے۔ اس کو چھوٹا سا لحاف کہہ لیجئے۔ یہ کبل کے اوپر رکھ لیا جاتا ہے۔ اس میں پروغیرہ بھرے ہوتے ہیں۔ یہ بستر کو گرم رکھتا ہے۔ لیکن مہنگا بہت ہوتا ہے۔ آخر میں ہنس کر کہنے لگے۔ آپ اپنی بیوی کو لکھتے کہ وہ لحاف لیتی آئیں۔ آپ کو کوئی تکلیف نہیں ہوگی۔ اب دو بجنے میں صرف دس منٹ رہ گئے تھے۔ ایک طالب علم بھی آگیا۔ اس لئے میں اٹھا اور چلتے چلتے میں نے ایک سوال اور پوچھا۔ وہ یہ کہ خوراک میں کن چیزوں کا استعمال کرنا چاہیئے۔ کہنے لگے گوشت، انڈا اور مچھلی خوب کھائیئے۔

اب دو بج رہے تھے۔ اس لئے میں رخصت ہوا، اور پھر سنٹر کا من روم میں آکر بیٹھ گیا۔ یہاں ڈاکٹر ٹائیڈومل گئے۔ یہ صاحب مدراس یونیورسٹی میں ہندی کے صدر شعبہ ہیں۔ آج کل ایک سال کے لئے لندن آئے ہوئے ہیں

اور لسانیات پر کام کر رہے ہیں۔ وہ اپنے کام کی تفصیل بتاتے رہے۔ میں اُن کے ساتھ چار بجے تک بیٹھا۔ چائے پی اور توست کھائے۔ چار بجے اُٹھ کر بی بی سی گیا۔ آج وہاں سب لوگ غائب تھے۔ تھوڑی دیر انتظار کیا۔ چند منٹ میں سید تقی احمد آگئے۔ اُن سے باتیں ہوتی رہیں۔ وہ لندن کے بارے میں بتاتے رہے کہ یہاں کی زندگی کتنی سخت ہے اور لوگوں کا کیا عالم ہے۔ لیکن یہاں لوگ بڑے ایماندار ہیں۔ اب کچھ فرق ضرور آگیا ہے۔ لیکن چند سال اُدھر کی بات ہے راز مراد آبادی کے دو پونڈ کے نوٹ کہیں گر گئے۔ انہوں نے پولیس کو فون کیا۔ پولیس والوں نے جواب دیا کہ نوٹ ہمارے پاس موجود ہیں۔ تفصیل بتائیے اور آکر لے جائیے۔ وہ گئے۔ اور پولیس والوں سے کہا کہ یا تو ہو برن یٹوب اسٹیشن پر گرے ہوں گے یا کہیں اُس کے پاس پاس کیونکہ وہاں ٹکٹ لینے کی غرض سے میں نے جیب میں ہاتھ ڈالا تھا۔ پولیس والوں نے کہا ہے۔ ”ٹھیک ہے۔ یہ نوٹ ہو برن یٹوب اسٹیشن پر کسی کو ملے، اُس نے بکنگ کلرک کو دیئے۔ بکنگ کلرک نے پولیس کے پاس جمع کر دیئے۔ اور یہ کہہ کر انہیں نوٹ واپس کر دیئے۔ میں نے کہا حیرت کی بات ہے۔“ کہنے لگے اب بھی ایسے واقعات ظہور میں آتے تو کوئی تعجب کی بات نہیں۔ تقی صاحب کی باتیں دلچسپ تھیں۔ میں پانچ بجے تک اُن کے پاس بیٹھا۔ اُس کے بعد رخصت ہوا۔

پانچ بج چکے تھے اور بسوں میں رش ہونے لگا تھا۔ اس لئے مجھے پاکستان ہاؤس جانے کے لئے ۹ نمبر بس نہیں ملی۔ میں Holborn کے یٹوب اسٹیشن پر گیا۔ وہاں یہ سوچا کہ آج مشین سے ٹکٹ لینا چاہیے۔ چنانچہ نائٹس برج جانے کے لئے ایک مشین میں چھ پنس ڈالے۔ لیکن ٹکٹ نہیں نکلا۔ پھر دیکھا تو معلوم ہوا نو پنس ڈالنے چاہئیں۔ چنانچہ ۳ پنس اور ڈال دیئے۔ لیکن اس عرصے میں دو ایک آدمی اور آئے انہوں نے بھی پیسے ڈال دیئے۔

نتیجہ یہ ہوا کہ میرے پیسے ضائع ہوئے۔ ایک شخص سے پوچھا کہ کیا پیسے نکل سکتے ہیں؟ کہنے لگا۔ "اب تو مشکل ہے" چنانچہ میں نے کاؤنٹر سے ۹ پنس کاٹ لیا۔ یوب ٹرین میں بیٹھا اور نائنٹیس برج اتر۔ پاکستان ہاؤس پہنچا۔ چھ بج چکے تھے۔ کھانا ابھی تیار نہیں ہوا تھا۔ مجھے بہت بھوک لگ رہی تھی۔ اس لئے میں بے چینی سے کھانے کا انتظار کرنے لگا۔ سامنے ٹیلی ویژن پر صدر کینڈی تقریر کر رہے تھے۔ اُن کی تقریر کا ما حاصل یہ تھا کہ اگر روس کیوبا کو اسلحہ دیتا رہا تو Nuclear

war ہو جائے گی۔ سب لوگ یہ سن کر بہم گئے۔ میں بھی بہت خوف زدہ ہوا اتنے میں کھانا آگیا۔ میں نے مرغ کے سالن کے ساتھ روٹی کھائی تو ذرا جان میں جان آئی۔ کھانا کھا کر سات بجے کے قریب پاکستان ہاؤس سے باہر نکلا۔ ۱۴ نمبر بس میں بیٹھ کر ٹوٹنہم کورٹ روڈ آیا۔ وہاں سے یوب میں بیٹھ کر

Tufnel Park. اُترا۔ ساڑھے سات بجے گھر پہنچا۔ سوچا پہلے ڈاکٹر حق وغیرہ سے ملنا چلوں۔ اُن کے کمرے میں پہنچا۔ وہ لوگ اپنا کھانا تیار کر رہے تھے۔ تھوڑی دیر گپ رہی۔ ساڑھے آٹھ بجے میں اپنے کمرے میں آیا۔ کچھ دیر لکھتا پڑھتا رہا۔ دس بجے سو گیا۔

بدھ ۲۴ اکتوبر ۱۹۶۲ء

صبح کو پانچ بجے آنکھ کھلی۔ سات بجے تک بستر میں پڑا رہا۔ پھر اٹھ کر کمرے میں ٹہلنے لگا۔ کھڑکی کے دروازے کھولے تاکہ تازہ ہوا آئے۔ اب صبح کی سیر تو ختم ہی ہو گئی ہے۔ اس لئے کمرے میں بیٹھ کر تازہ ہوا کھانا ہوں۔ آٹھ بجے کے قریب کچھ لکھنے پڑھنے بیٹھ گیا۔ جب پونے نو بجے تو سوچا ڈاکٹر حق وغیرہ کی طرف چلنا چاہیے تاکہ چائے پی جائے۔ انہوں نے اپنے مکان کا دروازہ کھول رکھا تھا اُن کے یہاں پہنچا تو وہ لوگ تیار ہو رہے تھے۔ میں نے چائے کا پانی رکھا۔ چائے تیار کی۔ تو اس اپنے ساتھ لیتا گیا تھا۔ وہ کھائے اور اُن کے ساتھ مل کر چائے پی۔ سو نو بجے اپنے کمرے میں واپس آیا اور یونیورسٹی جانے کی تیاری

کرنے لگا۔ دس بجے تیار ہو کر نکلا اور ۱۳۴ نمبر بس میں بیٹھ کر یونیورسٹی پہنچا۔
 ڈاک دیکھی۔ آج کئی خط ملے۔ دو خط فہمیدہ کے۔ ایک منن کا، ایک اچھن کا
 طبیعت خوش ہوئی۔ کمرے میں بیٹھ کر خط پڑھے۔ اور فہمیدہ کے خط کا جواب
 لکھنا شروع کیا۔ ابھی چند سطریں ہی لکھی تھیں کہ میرے بی۔ اے آنرز کے طالب
 علم چارلس ٹامس آگئے۔ خط پڑھ کر انہیں پڑھانا شروع کیا۔ ایک گھنٹے تک
 وہ پریم چند کی کہانی مجھ سے پڑھتے رہے۔ ۱۲ بجے رخصت ہوئے تو میں نے
 خط مکمل کیا۔ اور وہاں سے باہر نکلا۔ پہلے خط پوسٹ کیا، اور پھر ۱۴ نمبر بس
 میں بیٹھ کر پاکستان ہاؤس پہنچا۔ کھانا کھایا۔ آخر حسن مل گئے۔ اُن سے تین بجے
 تک ادھر ادھر کی باتیں ہوتی رہیں۔ تین بجے کے بعد وہاں سے رخصت ہوا

اور ۱۴ نمبر بس بیٹھ کر School of Hygiene & Tropical museum

آیا۔

آج ڈاکر حق وغیرہ نے وعدہ کیا تھا کہ وہ مجھے دو لوہے اسٹور میں لے چلیں
 گے، اور میں وہاں سے کچھ ضروری سامان خریدوں گا۔ ساڑھے تین بج گئے تو وہ

لوگ اسکول سے باہر نکلے، اور مجھے لے کر دو لوہے اسٹور Woodworth

Street میں گئے۔ یہ اسٹور Tottenham Court Road پر ہے۔

یہاں ہر چیز مل سکتی ہے۔ برتن، کپڑے، صابن، لکھنے پڑھنے کیلپس، بیچ، صابن،

تیل، عطر، کھانے کی چیزیں۔ غرض شاید ہی کوئی چیز ہو جو اس اسٹور میں نہ ملتی ہو۔

یہاں تک کہ پیاز، آلو، اور دوسری ترکاریاں تک یہاں نظر آتی ہیں۔ میں نے

فرانی پین، چمچے، چائے دانی، چائے کی پیالیاں وغیرہ خریدیں۔ دو پونڈ کے

قریب خرچ ہوئے۔

وہاں سے ہم لوگ پانچ بجے کے قریب باہر نکلے، اور ۱۳۴ نمبر بس میں

بیٹھ کر ٹفنل پارک پہنچے میں نے وہاں سے انڈے لئے دو دھکی بوتلیں خریدیں

اور کمرے میں آگیا۔ کچھ دیر حق وغیرہ کے ساتھ بیٹھا۔ چائے پی اور گھر سے آئے

ہوئے خط پڑھنے لگا۔ تنہائی میں گھر سے آتے ہوئے خطوں کا پڑھنا بھی بہت لطف دیتا ہے۔ دیر تک یہ سلسلہ جاری رہا۔ دس بجے بستر میں لیٹا۔ ڈائری لکھی۔ ساڑھے دس اور گیارہ کے درمیان سو گیا۔

جمعرات ۲۵ اکتوبر ۱۹۶۲ء

صبح آنکھ کھلی تو پونے پانچ بجے تھے۔ تھوڑی دیر جاگتا رہا۔ پھر لیٹے لیٹے سو گیا۔ سات بجے کے بعد آنکھ کھلی۔ فہمیدہ کو انگریزی میں خط لکھا۔ اس خیال سے کہ وہ اُس خط کو دکھا کر انگلستان کے ڈپٹی ہائی کمشنر متعینہ لاہور سے یہاں آنے کے لئے اپنے پاسپورٹ پر مہر لگواسکیں۔ پونے نو بجے ڈاکٹر حقی اور ڈاکٹر عبدالکریم ادوانی کے یہاں ناشتہ کرنے کے لئے پہنچا۔ آج میں نے دو انڈے اُبالے۔ چائے بنائی۔ تو س اپنے ساتھ بنا کر لے گیا تھا۔ سب نے بیٹھ کر ناشتہ کیا۔ سوا نو بجے وہاں سے واپس آیا۔ تیار ہوا۔ اور سوادس بجے یونیورسٹی جانے کے لئے باہر نکلا۔ ۳۴ نمبر بس میں بیٹھ کر یونیورسٹی پہنچا۔ ڈاک دیکھی۔ آج فہمیدہ کا کوئی خط نہیں ملا۔ اُن کے اپنے کمرے میں گیا۔ چند منٹ بعد چارلس ٹامس آگئے۔ انہیں پریم چند پڑھایا۔ ۱۲ بجے Mrs. Mayat آگئیں۔ انہیں بھی لکچر میں شریک کیا۔ ایک بجے یہ لوگ پڑھ کر رخصت ہوئے۔

اب مجھے بھوک لگ رہی تھی اور میں یہ سوچ ہی رہا تھا کہ کہیں جا کر کھانا کھاؤں کہ دروازے پر دستک ہوئی دیکھا تو ڈاکٹر ریاض الاسلام تھے۔ یہ کسی زمانے میں دہلی کے سینٹ اسٹیفنز کالج میں تاریخ کے استاد تھے۔ اب کراچی یونیورسٹی میں تاریخ کے صدر شعبہ ہیں اور آج کل راک فیلر فیلوشپ پر لندن آئے ہوئے ہیں۔ اٹھارویں صدی کے ہندوستانی مسلمانوں کی سیاسی اور ثقافتی زندگی پر کام کرنا چاہتے ہیں۔ دیر تک اس موضوع پر اُن سے باتیں ہوتی رہیں۔ میں نے اُن سے کہا کہ آپ شاہ ولی اللہ کی تصانیف کو غور سے

پڑھتے۔ اُن میں آپ کو اپنے موضوع کے بارے میں بہت سا مواد مل جلتے گا۔ درگاہ قلی خاں کی کتاب کا بھی میں نے حوالہ دیا اور یہ کہا کہ اس کا ترجمہ بھی حسن نظامی نے پُرانی دلی کے حالات، کے نام سے کر دیا ہے۔ وہ جانتے یہ تھے کہ میں انہیں ایسے اُردو شاعروں اور نثر نگاروں کے بارے میں بتاؤں جن کے یہاں اٹھارویں صدی کے مسلمانوں کے انحطاط و زوال کی ترجمانی ملتی ہے۔ میں نے کہا میرا اور سودا کو پڑھئے۔ ذکر میر میں اُس زمانے کے تاریخی اور سیاسی حالات کی وضاحت ہے اور بعض واقعات تو ایسے ہیں جو چشم دید ہیں اور کسی دوسری جگہ نہیں مل سکتے۔ سودا کے کلام کا مطالعہ بھی اس سلسلے میں بہت مفید ہو سکتا ہے۔ میر کے کلام میں بھی بے شمار ایسی باتیں ہیں جن کے اُس زمانے کے حالات پر روشنی پڑتی ہے۔ غرض اس طرح سے ہم لوگ دیر تک اس موضوع پر گفتگو کرتے رہے۔

دونکے کے قریب وہ رخصت ہوئے تو میں ۱۴ نمبر بس میں بیٹھ کر سیدھا پاکستان ہاؤس پہنچا، اور کھانا کھایا تین بجے تک وہاں بیٹھا رہا۔ پھر ریڈنگ روم میں جا کر پاکستان کے اخبار پڑھے۔ ساڑھے تین بجے وہاں سے نکلا اور بس میں بیٹھ کر اسکول واپس آیا آج چار بجے رسل سے ملنے کا وعدہ تھا۔ انہوں نے دن میں یہ کہا تھا کہ آج شام کو میں فارغ ہوں۔ میرے بیوی بچے کہیں مہمان گئے ہیں۔ اس لئے آج شام کو میں آپ کا مکان دیکھ لوں گا اور آپ کو ضروری مشورے دوں گا۔ بس چار بجے کمرے میں پہنچا تو وہ پڑھا کر باہر نکل رہے تھے۔ کہنے لگے ابھی چلتے ہیں۔ چار بجے ہر نام سنگھ شان سے چند باتیں کرنا ہیں۔ وہ کا من روم میں بیٹھے ہوں گے۔ شان صاحب مشرقی پنجاب کی کسی یونیورسٹی میں پنجابی کے اُستاد ہیں۔ آج کل لندن آئے ہوئے ہیں۔ ہم لوگ اسکول کی عمارت میں داخل ہوئے تو وہ سامنے نظر آئے۔ رسل نے کہا آپ تو کا من روم میں چلتے۔ میں ان کو اپنے کمرے میں لے جاتا ہوں وہیں

بات کر لوں گا۔ میں کامن روم میں بیٹھ گیا۔ رسل ساڑھے چار بجے واپس آئے۔ پھر ہم لوگوں نے چائے پی اور باتیں کیں۔ کہنے لگے ”شان صاحب سے باتیں ہوتیں۔ وہ دو سال یہاں رہیں گے۔ اُن کا ارادہ اس موضوع پر کام کرنے کا ہے کہ انگریزوں نے ہندوستان کی تہذیب میں کیا اضافہ کیا ہے۔ میں نے کہا ”موضوع تو اچھا ہے لیکن وسیع بہت ہے۔“ کہنے لگے ”جی ہاں! یہ تو ٹھیک ہے لیکن وہ نراسکھ معلوم ہوتا ہے۔ ہر ایک کے اُستاد کے لکچروں میں حاضری بھی دیتا ہے۔ اس طرح کام کیسے ہوگا؟۔ ہم یہ باتیں کر رہے تھے کہ مس جمنائیکس کراپی چائے کی پیالی لے کر آگئیں۔ اُن سے بھی باتیں ہوتی رہیں۔ پونے پانچ بجے ہم لوگ وہاں سے چلے۔ ٹفنل پارک جانے کے لئے بس کا انتظار کیا۔ لیکن بس میں جگہ نہیں ملی۔ اس لئے ٹوب میں بیٹھ کر ٹفنل پارک پہنچے۔ رسل نے میرا مکان دیکھا۔ دیکھ کر خوش ہوئے۔ کہنے لگے اچھا خاصا مکان ہے۔ یہ خوش قسمتی کی بات ہے کہ آپ کو اتنی جلد ایسا مکان مل گیا۔ پھر باورچی خانہ اور غسل خانہ دیکھا۔ گیس جلانا سکھایا۔ پھر ہم نے کافی کے لئے پانی گرم کیا اور دیر تک کافی پیتے اور باتیں کرتے رہے۔ سات بجے رسل رخصت ہوئے۔ میں انہیں بس تک پہنچانے گیا۔ واپس آکر بیٹھا ہی تھا کہ ڈاکٹر حق اور ڈاکٹر عبدالکریم ادوانی آگئے۔ اُن سے باتیں ہوتی رہیں۔ سوا نو بجے وہ رخصت ہوئے۔ میں نے تھوڑی دیر ڈائری لکھی اور ساڑھے دس بجے کے قریب سو گیا۔

جُمعہ ۲۶ اکتوبر ۱۹۶۲ء

صبح کو چار بجے آنکھ کھلی۔ بجلی جلائی۔ وقت دیکھا۔ ہر طرف اندھیرا تھا۔ دوڑ تک خاموشی تھی۔ بستر میں چپ چاپ پڑا رہا۔ پھر نہ جانے کس وقت آنکھ لگ گئی۔ ساڑھے سات بجے اُٹھا۔ آج سوچا ڈاکٹر عبداللہ کو خط لکھ دوں۔ چنانچہ بستر میں بیٹھے بیٹھے انہیں مفصل خط لکھا۔ ساڑھے آٹھ بجے تو بستر سے نکلا۔ توس بنائے۔ مکھن اور انڈے جیب میں رکھے اور ڈاکٹر حق اور ڈاکٹر ادوانی

کے کمرے میں گیا۔ چائے بنائی۔ ناشتہ کیا اور سوانو بکے وہاں سے اپنے کمرے میں واپس آیا۔ دس بجے تیار ہو کر باہر نکلا۔ بارش ہو رہی تھی۔ اس لئے خاصی تکلیف رہی۔ میرے پاس برساتی اور چھتری بھی نہیں تھی۔ اس لئے تھوڑا بہت بھینگا۔ ایک دوکان کی آڑ میں بس کا انتظار کرتا رہا۔ بس آئی تو اُس میں بیٹھ کر اسکول پہنچا۔ ڈاک دیکھی۔ فہمیدہ کا خط ملا۔ اُس کو جیب میں رکھا اور اپنے کمرے میں پہنچا۔ اس وقت گیارہ بجے تھے۔ مسز مایات Mrs. Mayat کھڑی انتظار کر رہی تھی۔ ڈاکٹر باکے Dr. Bake بھی اپنے کمرے کے سامنے کھڑے تھے۔ اُن سے سلام دعا ہوئی۔ میں نے کمرہ کھولا۔ مسز مایات MRS. MAYAT کو پڑھانا شروع کیا۔ چند منٹ میں چارلس ٹامس بھی آگئے۔ آج ان دونوں کو نظیر کی نظم بنجارہ نامہ پڑھاتا رہا۔ آخر میں اُردو میں گفتگو بھی کی۔ چارلس ٹامس کو مری کے بارے میں کچھ Direction دیا۔ وہ اُردو میں لکھتے رہے۔

ایک بج گیا تو کمرے سے باہر نکلا۔ ہلکی ہلکی بارش ہو رہی تھی۔ سوچا آج پاکستان ہاؤس کھانا کھانے نہ جاؤں۔ اس لئے سینٹر کمان روم میں جا کر بیٹھ گیا۔ لیکن پھر یہ خیال ہوا کہ اگر اس وقت نہ گئے اور یہ بارش شام تک اسی طرح ہوتی رہی تو بھوکے مر جاؤ گے۔ اس خیال کے ساتھ ہی میں وہاں سے اُٹھا۔ ۱۴ ستمبر بس لی اور پاکستان ہاؤس پہنچا۔ دو بجے تھے۔ کھانا کھایا اور تین بجے تک وہاں بیٹھا رہا۔ تین بجے ریڈنگ روم میں آگیا۔ وہاں ۱۴ اکتوبر سے ۱۹ اکتوبر تک کے نوائے وقت نئے نئے آئے تھے۔ اُن کو لطف لے لے کر پڑھا۔ پاکستان اور خصوصاً لاہور کی خبروں کو پڑھ کر طبیعت خوش ہو گئی۔ پریس میں وطن کی خبریں بھی کتنی بڑی نعمت ہیں۔ ڈان Dawn کے بھی کچھ پرچے آئے تھے۔ اُن کو بھی پڑھا۔ چار بجے وہاں سے نکلا۔ بس لی اور ٹوٹنہم کورٹ روڈ آیا۔ بارش کا سلسلہ جاری تھا۔ اس لئے Tottenham Court Road

میں نے سوچا کہ گھر چلنا چاہیے۔ گوج اسٹریٹ Goodge Street. سے بس تو ملی نہیں۔ اس لئے میں یٹوب میں بیٹھ کر ٹقنل پارک آیا۔ اور پھر رات تک اپنے کمرے ہی میں رہا۔ ساڑھے سات بجے کے قریب بادل چھٹ گئے۔

تارے نکل آئے۔ میں باہر نکلا۔ ایکسپریس ڈیری Express Dairy.

سے دودھ کی ایک بوتل خریدی۔ کمرے میں آکر توس کھائے اور دودھ پیا۔ یہی گویا رات کا کھانا تھا۔ ساڑھے آٹھ بجے کے قریب طبیعت بہت گھرائی۔

اس لئے سوچا ذرا حق وغیرہ کی طرف چلوں۔ وہاں پہنچا تو حق اکیلے لیٹے ہوئے تھے۔ آج ان کے ساتھی ادوانی غائب تھے۔ ان کے اسکول میں ٹیبل ٹینس

Table Tennis کا میچ تھا۔ اُس میں مصروف رہے۔ ڈاکٹر حق سے باتیں ہوتی رہیں۔ ۹ بجے انہوں نے کھانا کھایا۔ میں نے چائے پی اور دس بجے اپنے کمرے میں واپس آیا۔ تھوڑی دیر لکھنا پڑھنا رہا۔ بھائی جان کو ایک خط لکھا۔ ڈائری بھی لکھی۔ ساڑھے دس بجے بستر میں لیٹا اور چند منٹ کے بعد سو گیا۔

ہفتہ ۲۷ اکتوبر ۱۹۶۲ء

تین چار بجے کے درمیان آنکھ کھل گئی۔ بستر میں پڑا رہا۔ نہ جانے کس وقت پھر نیند آگئی۔ ساڑھے سات بجے اُٹھا۔ بستر سے باہر نکلا۔ منہ ہاتھ دھویا۔ فہمیدہ کو خط لکھا۔ ۹ بجے کے قریب ڈاکٹر حق کے کمرے میں ناشتہ کرنے گیا۔ ساڑھے آٹھ بجے وہ لوگ تو ہسپتال چلے گئے۔ میں اپنے کمرے میں واپس آیا۔ فہمیدہ کو جو خط لکھ رہا تھا، اُس کو مکمل کیا۔ گیارہ بجے کے قریب تیار ہو کر باہر نکلا۔ ۱۳۴ نمبر بس میں بیٹھا اور یونیورسٹی کے پاس GOWER STREET پر اُترا۔ آج مجھ سے بس کنڈکٹر نے چھ پنس کے بجائے صرف تین پنس لئے۔ میں نے اس کو چھ پنس کا سکہ دیا۔ اُس نے تین پنس مجھے واپس کر دیئے اور لکٹ دے دیا۔

آج ٹسکن کو مٹھائی وغیرہ کا پارسل کرنا تھا۔ کئی روز سے یہ پارسل بنا ہوا
 رکھا تھا۔ اس کو ڈاک خانے تک جانے کی نوبت نہیں آئی۔ میں نے سوچا
 آج ہفتے کا دن ہے۔ ضرور یہ کام کروں گا۔ اگر آج یہ چلا گیا تو پیر کے دن
 اُس کو مل جائے گا۔ یونیورسٹی کے قریب ڈاک خانے میں گیا۔ پارسل کا وٹنر
 پر دیا۔ چند منٹ میں اُس نے رسید مجھے دے دی۔ میں نے کچھ ایئر لیٹر لئے۔
 اور وہاں سے رخصت ہوا۔ دیکھا تو سامنے میرے پُرانے شاگرد میاں محمد سعید
 کھڑے ہیں۔ محبت سے لپٹ گئے۔ انہوں نے اٹھارہ سال اور نیٹل کالج سے
 اُردو میں ام۔ اے کیا تھا۔ دو سال میرے ساتھ رہے تھے۔ اُس کے بعد
 نارووال کے کسی کالج میں ملازم ہو گئے۔ وہیں سے تاریخ میں بھی ام۔ اے کیا،
 اور کسی طرح لندن آ گئے۔ آج کل تاریخ میں پی۔ ایچ۔ ڈی کر رہے ہیں۔ ڈاکٹر
 ہارڈی اُن کے نگران ہیں۔ یہ صاحب اسکول آف اور نیٹل اسٹڈیز میں تاریخ
 کے ریڈر ہیں۔ سعید مجھے ضد کر کے اپنے کمرے میں لے گئے۔ اسکول کے
 قریب ہی رہتے ہیں۔ انہیں مجھ سے ملنے کی اتنی خوش تھی راستے میں زور
 زور سے باتیں کر رہے تھے۔ ایک بوڑھا انگریز پیچھے پیچھے آرہا تھا۔ جب
 اُس نے اُن کی آوازیں سُنیں تو کہنے لگا کیا ہو رہا ہے؟ سعید نے کہا کچھ نہیں۔
 ہم لوگ باتیں کر رہے ہیں۔ کہنے لگا آپ چیخ رہے ہیں۔ شور ہو رہا ہے۔
 خاموش رہتے۔ باتیں آہستہ کیجئے۔ ہم لوگ اس کی باتیں سُنتے ہوئے
 آگے بڑھ گئے۔ سعید کے کمرے میں پہنچے۔ انہوں نے اپنی روداد سُنائی کہ
 کس طرح لندن آئے۔ داخلہ لیا۔ مختلف ملازمتیں کر کے گنر بس کر رہے۔
 ڈھائی سال کا عرصہ اسی طرح گزر گیا۔ اب تھیسز اس سال مکمل ہو جائے گا تو
 آئندہ کوئی پروگرام بنائیں گے۔ انہوں نے کافی بنائی۔ ہم لوگوں نے کافی پی
 اور ایک بچے کے قریب وہاں سے باہر نکلے۔ اسکول پہنچے۔ اسکول میں تالا پڑا
 تھا۔ آج میں ڈاک بھی نہ دیکھ سکا۔

اس وقت سخت سردی تھی۔ بڑی تیز ہوا چل رہی تھی۔ سعید کہنے لگے آپ میرا اوور کوٹ لے لیجئے۔ آپ کو سردی لگ رہی ہوگی۔ میں نے کہا نہیں۔ کوئی خاص ضرورت نہیں ہے۔ اب تو میں جلد از جلد پاکستان ہاؤس جانا چاہتا ہوں۔ وہاں کھانا کھاؤں گا، اور پھر گھر واپس آؤں گا۔ کسی ریسٹوران میں کھانا نہیں کھاتا۔ کیونکہ وہاں حلال گوشت نہیں ملے گا۔ شبہ رہتا ہے۔ اسی لئے میں اتنی دور چل کر پاکستان ہاؤس جانا ہوں۔ وہاں کھانا کھاتا ہوں۔ ایک وقت کھا لیتا ہوں۔ دوسرے وقت انڈہ، مکھن، توں اور دودھ سے کام چل جاتا ہے۔ میں نے انہیں GOWER STREET پر چھوڑ دیا۔ اور ۱۴ نمبر بس لے کر پاکستان ہاؤس پہنچا۔ راستے میں نائٹس برج کے ڈاک خانے میں خط پوسٹ کئے۔ کینٹین میں داخل ہوا تو دو بج چکے تھے۔ کھانا کھایا۔ تین بجے تک وہیں میز پر بیٹھا ہوا ٹیلی وژن دیکھتا رہا۔ آج سامنے گھوڑے دوڑ رہے تھے اور تیراکی کا مظاہرہ ہو رہا تھا۔ نہایت غیر دلچسپ پروگرام تھا۔ تین بجے وہاں سے اٹھا۔ ریڈنگ روم میں آیا۔ اخبار دیکھے اور پونے چار بجے کے قریب وہاں سے باہر نکلا۔

میرے پاس ابھی وقت بہت تھا۔ اس لئے سوچا کہ بجائے بس پر بیٹھ کر گھر جانے کے ہائیڈ پارک کا رنر کی طرف پیدل پکا ڈلی چلنا چاہئے۔

وہاں سے شیلفٹس بری ایونیو Shaftsbury Avenue

ہوتا ہوا ٹوٹنہم کورٹ روڈ جاؤں گا اور وہاں سے ۱۳ نمبر بس میں بیٹھ کر TUFNELL PARK پہنچوں گا۔ چنانچہ میں پیدل چل دیا۔

راستے میں گرین پارک GREEN PARK آتا ہے۔ یہ خوب جگہ

ہے۔ حد نظر تک سرسبز میدان ہے، اور اس میدان میں جگہ جگہ خوبصورت درخت ہیں۔ اس پارک میں اکثر رونق رہتی ہے۔

پارک کے باہر سٹرک کے کنارے کچھ مصور نظر آتے ہیں۔ ان مصوروں

اپنی تصویریں لٹکار رکھی ہیں۔ ہر تصویر پر قیمت لکھی ہوئی ہے۔ کوئی دس پونڈ کی ہے کوئی بیس پونڈ کی۔ لوگ ان تصویروں کو دیکھتے رہتے ہیں لیکن میں نے کسی کو خریدتے ہوئے نہیں دیکھا۔ مصوروں نے تصویروں پر اپنے نام بھی لکھ رکھے ہیں۔ دور ایک جگہ پر یہ بھی لکھا ہے کہ اپنا

Portrait. صرف سات شلنگ چھ پنس میں بنوا لیجئے۔ دس منٹ

میں تیار ملے گا۔ ایک مصور کو میں نے دیکھا وہ ایک صاحب کا پورٹریٹ بنا رہا تھا، اور وہ صاحب بڑے مزے سے کھڑے ہوئے پورٹریٹ

Portrait. بنا رہے تھے۔ اس پارک کے سامنے ایک مصور ایسا

بیٹھا ہے جس کی صورت سے زبوں حالی ٹپکتی ہے۔ اُس نے اپنی تصویروں کے سامنے لکھ کر یہ لگا رکھا ہے کہ میں ایک مصور ہوں۔ میں نے خود ہی اس

فن کو حاصل کیا ہے۔ یہ میری ہی بنائی ہوئی تصویریں ہیں۔ اگر میری یہ

تصویریں آپ کو پسند ہیں تو اس بکس کا خیال رکھئے۔ یہ چھوٹا سا بکس

تصویروں کے سامنے رکھا ہوا تھا، اور اس میں کچھ پیسے پڑے ہوئے

تھے۔ میں ان مناظر کو دیکھتا ہوا پکا ڈلی کی طرف بڑھ گیا۔ اور یہ سوچتا رہا

کہ فن کار اس ملک میں بھی کتنا پامال ہے۔ یہاں بھی اُس کو نان جوین نہیں

ملتی۔ یہاں بھی وہ اپنے خون جگر سے بنائے ہوئے فن پاروں کی نمائش کرتا

ہے، اور لوگوں سے یہ کہتا ہے کہ ان کو خرید لو۔ لیکن لوگ اس کو درخور اعتنا

نہیں سمجھتے۔ اور نہ صرف یہ بلکہ وہ خوش اسلوبی سے اپنے فن کا واسطہ

دے کر بھیک بھی مانگتا ہے۔ اور یہ بھیک بھی اُسے نہیں ملتی۔

ان خیالات میں گم میں پکا ڈلی سرکس پہنچا۔ اب خوش پوش لوگ نظر آنے

لگے۔ دوکانوں کی رونق میں اضافہ ہونے لگا۔ سڑکوں پر لوگوں کا ہجوم دکھائی

دیا۔ پکا ڈلی لندن کی ایک اہم جگہ ہے۔ یہاں سے کئی اہم سڑکیں نکلتی ہیں۔

ایک توڑ بجنٹ اسٹریٹ جو ایک طرف Trefalgar Square. اور

دوسری طرف آکسفورڈ اسٹریٹ سے جا ملتی ہے دوسرے Shaftsbury

Avenue. چیئرنگ کراس Charing Cross Road سے ملی ہوئی

ہے۔ میں Shaftsbury Avenue پر چل دیا اور چیئرنگ کراس روڈ

ہوتا ہوا Tottenham court-Road پہنچا۔ اس کو طے کر کے وارن

اسٹریٹ تک آیا۔ وہاں سے کھانے پینے کی کچھ چیزیں خریدیں۔ اور ۱۳۴

نمبر بس میں بیٹھ کر اپنی جائے قیام ٹفنل پارک آگیا۔ سامان رکھا۔ اور سوچا کہ

ذرا 66. Burghby Road پر ڈاکٹر شاہ سے مل آؤں۔ یہ جگہ میرے

مکان سے قریب ہی ہے۔ چند منٹ میں وہاں پہنچا لیکن وہ ملے نہیں۔

اس لئے واپس آیا۔ ڈاکٹر حق اور ڈاکٹر ادوانی کو دیکھا۔ وہ لوگ سینما جا رہے

تھے۔ میں نے ان کو رخصت کیا اور اپنے کمرے میں آکر تھوڑی دیر بیٹھا

رہا۔ پھر ڈائری لکھی۔ جوش کی سیف و سبوت سے چند نظمیں پڑھیں۔ دس بجے

بستر میں لیٹا اور سو گیا۔

اتوار ۲۸ اکتوبر ۱۹۶۲ء

رات کو دو بجے آنکھ کھل گئی۔ کروٹیں بدلتا رہا۔ چار بجے کے بعد پھر

نیند آگئی۔ صبح کو اٹھا تو ساڑھے سات بجے تھے۔ ہر طرف سناٹا تھا۔ آج

سڑک پر کھٹم کھٹم (عورتوں کے چلنے) کی آوازیں نہیں سنائی دے رہی تھیں۔

معلوم یہ ہو رہا تھا کہ آج اتوار ہے اور لوگ اپنے اپنے گھروں میں آرام کر رہے

ہیں۔ چڑیوں کی آوازیں البتہ سنائی دے رہی تھیں۔ ان چڑیوں کی آوازوں

سے مجھے گھر کی چڑیوں کا خیال آگیا جن کو میں صبح اٹھ کر روٹی کے ٹکڑے ڈالا

کرنا تھا۔

پونے دس بجے تک میں اپنے کمرے میں رہا۔ ڈائری لکھی۔ ایک دو

خطوں کے جواب دیئے۔ پھر ڈاکٹر حق کے کمرے میں گیا۔ چائے پی۔ ناشتہ

کیا۔ گیارہ بجے تک باتیں ہوتی رہیں۔ یہ بھی طے ہوا کہ آج دو بجے کے قریب

ہم لوگ نیشنل گیلری دیکھنے چلیں گے۔ گیارہ بجے میں اپنے کمرے میں واپس آیا اور کچھ لکھتا پڑھتا رہا۔ تھوڑی دیر کے بعد مالک مکان چغتائی صاحب آگئے۔ ان سے باتیں ہوتی رہیں۔ میں نے انہیں بتایا کہ مجھے اس مکان میں نہانے کی بہت تکلیف ہے۔ میں روزانہ نہانے کا عادی ہوں۔ اس لئے غسل خانہ ٹھیک کر دیجئے۔ گیس کے ہیٹر HEATER اور واش بیسن کے لئے بھی کہا۔ کہنے لگے میں اپنی پوری کوشش کروں گا۔ اس کے بعد میں نے انہیں پانچ پونڈ کا چیک دیا۔ وہ چیک لے کر رخصت ہوئے۔ میں پھر پڑھنے لکھنے میں مصروف ہو گیا۔

ایک بچے اٹھا۔ تیار ہوا۔ کھانا کھایا۔ ڈبل روٹی کے توس، ٹماٹر، اور دودھ کمرے میں ہی کھانا پڑتا ہے۔ پونے دو بجے کے قریب ڈاکٹر حق اور ڈاکٹر عبدالکریم ادوانی کے پاس گیا۔ وہ لوگ بھی تیار ہوئے اور دو بجے ہم لوگ باہر نکلے۔ باہر نکل کر میں نے کہا آج اتوار کا دن ہے۔ آپ کے جو پاکستانی دوست یہاں رہتے ہیں ان سے ملتے چلیں۔ ڈاکٹر ادوانی جن صاحب کے کمرے میں گئے۔ وہاں سب لوگ جمع تھے۔ انہوں نے کہا نہیں آجائے۔ سب سے ملاقات ہو جائے گی۔ میں اوپر پہنچا تو دیکھا کئی آدمی بیٹھے ہیں۔ سب سے ملاقات ہوئی۔ فصیح، مصباح، نجم، نظام۔ یہ لوگ یہاں ملازمت بھی کرتے ہیں اور رات کو پڑھتے بھی ہیں۔ کافی پی۔ ٹیپ نج رہا تھا۔ کئی ہفتے کے بعد تانگیشکر، رفیع اور طلعت کی آوازیں سنیں۔ بہت لطف آیا۔ میری گھڑی میں پونے تین بجے تھے۔ میں نے وقت دیکھ کر کہا اب اٹھنا چاہیے۔ لیکن ان لوگوں نے کہا ابھی پونے دو بجے ہیں۔ اپنی گھڑی ٹھیک کر لیجئے۔ آج سے یہاں وقت بدل گیا ہے۔ میں نے گھڑی میں پونے دو بجائے۔ پندرہ منٹ ہم لوگ وہاں اور بیٹھے رہے۔ دو بجے رخصت ہوئے۔ بس میں بیٹھے اور ٹرافالگار اسکوائر پہنچے۔ یہیں نیشنل گیلری ہے۔

آج Trafalgar Square میں بہت مجمع تھا۔ کیوبا کے بارے میں جلسہ ہو رہا تھا۔ تقریریں ہو رہی تھیں۔ جلوس بھی نکلنے والا تھا۔ نعرے لگ رہے تھے۔ — we want peace. — Kennedy wants war.

ہم لوگ چند منٹ وہاں ٹھہرے۔ Hands off cube. اور پھر نیشنل گیلری میں چلے گئے۔ پانچ بجے تک ہم لوگ تصویریں دیکھتے رہے۔ نیشنل گیلری بھی خوب جگہ ہے۔ یہاں دنیا کے مصوروں کے شاہکار جمع کئے گئے ہیں۔ انگلستان، فرانس، اٹلی اور یورپ کے بعض دوسرے ملکوں کے مصوروں کی تصویریں یہاں بڑے سلیقے سے رکھی گئی ہیں۔ واقعی نگار خانہ معلوم ہوتا ہے۔ آدمی اس میں جا کر گم ہو جاتا ہے۔ میں نے ایک ایک تصویر دیکھی۔ لیکن غور سے نہ دیکھ سکا۔ کیونکہ بعض لوگ ایسے ساتھ تھے جنہیں آرٹ کا ذوق نہیں تھا۔ ہر تصویر کو دیکھتا رہا اور یہ سوچتا رہا کہ کسی وقت تنہا آکر ان تصویروں کو غور سے دیکھوں گا۔ بہت عجیب تصویریں ہیں۔ آج بے شمار لوگ نیشنل گیلری دیکھنے کے لئے آئے تھے۔ بوڑھے، نوجوان اور بچے۔ سب لطف لے رہے تھے۔ تصویروں کے ساتھ ساتھ ان لوگوں کا دیکھنا بھی پُر لطف بات ہے۔

پانچ بجے ہم لوگ نیشنل گیلری سے نکلے۔ اور پکا ڈلی کی طرف پیدل چل دیئے۔ جلوس بھی ہمارے سامنے جا رہا تھا۔ بارش ہو چکی تھی تیز، ہوا چل رہی تھی۔ سخت سردی کا احساس ہوا۔ Piccadilly سے ہم لوگ گرین پارک اور ہائیڈ پارک کارنر کی طرف چل دیئے۔ پروگرام یہ تھا کہ رات کا کھانا پاکستان ہاؤس میں کھایا جائے گا۔ گرین پارک کے سامنے مصوروں کی تصویریں اب بھی لٹکی ہوئی تھیں۔ بھیک گئی تھیں۔ مصوروں کا موجود نہیں تھے۔ سڑکوں پر لوگوں کا ہجوم تھا۔ ان مناظر کو دیکھتے ہوئے ہم لوگ ہائیڈ پارک کارنر اور ناسٹس برج

Knights Bridge ہوتے ہوئے پاکستان ہاؤس پہنچ گئے۔ اندھیرا ہو

چکا تھا۔ لیکن ابھی چھ نہیں بجے تھے۔ اس لئے کھانے کا انتظار کرنا پڑا۔ یہاں

چھبکے کھانا شروع ہوتا ہے۔ سو اچھبکے کے قریب ہم لوگوں نے کھانا کھایا اور بیٹھے باتیں کرتے رہے۔ طحہ صاحب بھی مل گئے۔ اُن سے بھی باتیں کیں۔ یہ صاحب جو بی کالج اور لکھنویونیورسٹی میں تھے۔ میرے ساتھ ہاکی کھلتے تھے۔ آج کل غالباً انکم ٹیکس میں ہیں اور کوئی کورس کرنے کے لئے لندن آتے ہوئے ہیں۔ فروری میں کراچی واپس جائیں گے۔

ساڑھے سات بجے کے قریب ہم لوگ پاکستان ہاؤس سے رخصت

ہوتے۔ Knights Bridge سے ٹوب میں بیٹھے۔ Leicester Square

سے آتے۔ وہاں سے ناردرن لائن Northern Line میں بیٹھے

کے Tufnel Park پہنچے۔ اپنے کمرے میں کافی بنائی۔ کافی پی۔

ساڑھے آٹھ بجے تک باتیں ہوتی رہیں۔ اُس کے بعد ڈاکٹر حق اور ڈاکٹر ادوانی

رخصت ہوتے۔ میں دس بجے تک پڑھتا لکھتا رہا۔ اور پھر سو گیا۔

پیر ۲۹ اکتوبر ۱۹۶۲ء

صبح کو پانچ بجے اٹکھ کھلی۔ اٹھ کر لکھنے پڑھنے کا کچھ کام شروع کیا۔ ساڑھے

اٹھ بجے اٹھ کر ڈاکٹر حق اور ڈاکٹر ادوانی کے کمرے میں ناشتہ کرنے گیا۔ ساڑھے

نوبے واپس آیا۔ دس بجے تیار ہو کر اسکول جانے کے لئے تیار ہو کر باہر نکلا۔

۱۳۴ نمبر بس لی۔ ساڑھے دس بجے کے قریب اسکول پہنچا۔ ڈاک دیکھی۔ آج

فہمیدہ کے دو خط ملے۔ ایک ۲۴ اکتوبر کا لکھا ہوا جولاہور سے پوسٹ ہوا

تھا اور دوسرا ۲۵ اور ۲۶ اکتوبر کا لکھا ہوا جو گجرات سے پوسٹ ہوا۔

یہ خط جیب میں رکھ کر میں اپنے کمرے کی طرف چلا۔ سو چارسل آتے ہوں

گے۔ اُن سے کچھ دیر باتیں کروں گا۔ میں وہاں پہنچا تو وہ کمرہ بند کر کے باہر نکل

رہے تھے۔ کہنے لگے، "چلتے کافی پیسے گئے"۔ ہم سینئر کمان روم میں گئے۔

کافی کی ایک ایک پیالی پی اور باتیں کرتے رہے۔ یہاں ایک صاحب سے ملاقات

ہوئی جو اسکول میں چینی زبان کے استاد ہیں۔ اُن کے رسل کا کلاس تھا وہ تو

کلاس لینے کے لئے چلے گئے۔ میں سینئر کامن روم ہی میں بیٹھا رہا۔ فہمیدہ کے خطوں کا مفصل جواب لکھا۔ ساڑھے بارہ بجے وہاں سے اٹھا۔

Tattenham Court Road کے قریب خطا پوسٹ کے اور

وہاں سے چیسزنگ کراس Charing Cross اور شیفتسبری

یونیو SHAFTSBURY AVENUE لیکاڈلی اور گرین پارک Green Park

ہوتا ہوا، نائٹس برج پہنچا۔ پاکستان ہاؤس میں دن کا کھانا کھایا۔ تھوڑی دیر ریڈنگ روم میں پاکستان کے اخبار پڑھے۔ ساڑھے تین بجے وہاں سے چلا اسی راستے سے گھومتا پھرتا اسکول آیا۔ سو اپنا بجے رسل سے ملنے کا وعدہ تھا۔ اُن سے چند منٹ کی ملاقات ہوئی۔ انہوں نے میر کے چند اشعار کا مطلب پوچھا۔ وہ بتایا۔ پونے چھ بجے وہاں سے رخصت ہو کر ٹوب میں بیٹھا اور اپنے گھر آگیا۔ ساڑھے سات بجے تک خیالات میں کھویا ہوا بیٹھا رہا۔ اب بھوک لگنے لگی تھی۔ ٹوس، مٹاٹر اور بسکٹ کھائے۔ ایک بوتل دودھ پیا۔ اُس کے بعد کافی پینے کی خواہش پیدا ہوئی۔ ڈاکٹر حق اور ادوانی کے کمرے میں گیا۔ وہاں کافی بنائی۔ خود بھی پی۔ اُن کو بھی پلائی۔ نو سو انونجے واپس آگیا۔ کچھ دیر لکھنا پڑھتا رہا دس بجے لیٹ گیا۔ چند منٹ میں نیند آگئی۔

منگل، ۳ اکتوبر ۱۹۶۲ء

صبح ساڑھے چار بجے اٹھا۔ تھوڑی دیر بستر میں چپ چاپ لیٹا رہا اور نہ جانے کیا کیا کچھ سوچتا رہا۔ ان گنت خیالات ذہن پر مسلط رہے۔ ساڑھے پانچ بجے کے قریب اٹھ کر لکھنا پڑھنا شروع کیا۔ آٹھ بجے اٹھ کر تیار ہوا۔ اُس کے بعد ڈاکٹر حق اور ڈاکٹر ادوانی کے کمرے میں ناشتہ کرنے گیا۔ سو انونجے واپس آیا۔ چھوٹے موٹے کام کئے اور دس بجے کے قریب اسکول روانہ ہوا۔ ۱۳ مئی ممبرس میں بیٹھ کر اسکول پہنچا۔ ڈاک دیکھی۔ آج کئی ڈاک میں صرف شادانی صاحب

رڈھا کہ یونیورسٹی، کا خط جس میں یہ لکھا تھا کہ آپ کو بی۔ اے آنرز اور ایم۔ اے کی کاپیاں ستمبر میں بھیجی گئی تھیں لیکن ابھی تک واپس نہیں پہنچیں۔ خدا جانے اُن کا کیا حشر ہوا۔ یہ خبر سن کر طبیعت بہت پریشان ہوئی۔ کیونکہ میں نے تو دو لوگوں کی کاپیاں ۱۰ اور ۱۲ ستمبر کے درمیان کسی تاریخ کو دیکھ کر واپس بھیج دی تھیں۔ البتہ یہ غلطی ضرور کی کہ پارسل انشور کر کے نہیں بھیجا۔ سوچتا رہا کہ کیا کرنا چاہیے۔

انہیں خیالات میں گم سینٹر کا من روم میں جا کر بیٹھ گیا۔ ایک بار پھر وہ خط پڑھا۔ ابھی خط پڑھ کر ختم بھی نہیں کیا تھا کہ میرے شاگرد میاں محمد سعید آگئے۔ انہوں نے آج ساڑھے دس بجے سینٹر کا من روم میں آنے کا وعدہ کیا تھا۔ ٹھیک وقت پر آئے۔ یہ طے ہوا تھا کہ آج میں اُن کے ساتھ برٹش میوزیم کا چکر لگاؤں گا۔ چنانچہ ہم لوگ وہاں سے اٹھ کر برٹش میوزیم چل دیئے۔ وہاں پہنچ کر سب سے پہلے تو ریڈنگ روم میں پڑھنے کے لئے اپنا ٹکٹ بنوایا۔ چند منٹ میں یہ کام ہو گیا۔ اُس کے بعد سعید نے یہ کہا کہ ایک نظر میوزیم کی مختلف چیزوں پر ڈال لیجئے۔ چنانچہ ہم لوگوں نے ایک طرف سے میوزیم کو دیکھنا شروع کیا۔ برٹش میوزیم میں بے شمار چیزیں ہیں۔ سب سے پہلے ہم نے یونان اور روم کے بت تراشوں کے بنائے ہوئے مجسمے دیکھے۔ پھر آگے بڑھے تو بڑے بڑے پتھر نظر آئے جن میں دنیا کے مختلف تہذیبوں کی زندگی کے بارے میں تصویریں تراشی گئی ہیں۔ یہ پتھر پر ہیں۔ یہ پتھر کھود کر نکالے گئے ہیں، اور اُن سے اُس زمانے کی زندگی کی تصویر سامنے آتی ہے۔ فرعون اور مصر کے دوسرے بادشاہوں کے زمانے کے تب بھی دیکھے۔ قدیم تہذیبوں میں استعمال ہونے والے زیورات اور برتنوں کو بھی دیکھا۔ لڑائی کے سامان تلوار، خنجر اور بندوقیں وغیرہ بھی یہاں موجود ہیں۔ کئی خنجر دکن کے زمانے کے نظر آئے۔ ایک خنجر پر لکھا تھا کہ یہ حیدر علی کا خنجر ہے۔ مصر کی میاں بھی یہاں

خاصی تعداد میں موجود ہیں۔ کوئی ایک بجے تک ہم لوگ برٹش میوزیم میں گھوم پھر کر ان تمام چیزوں کو دیکھتے رہے۔

اب مجھے بھوک لگنے لگی تھی۔ اس لئے سوچا کچھ کھایا جائے اور کافی پی جائے۔ چنانچہ ہم لوگ برٹش میوزیم کے رستوراں میں گئے۔ سینڈویچ کھائیں اور کافی پی۔ وہاں سے اٹھ کر ریڈنگ روم میں گئے۔ برٹش میوزیم میں دو ریڈنگ روم ہیں۔ ایک تو جنرل ریڈنگ روم جو بہت بڑا خوبصورت اور شاندار ہے، اور جس میں دنیا جہاں کے علوم کی بے شمار کتابیں ہیں۔ سینکڑوں آدمی یہاں بیٹھ کر کام کرتے ہیں۔ کوئی شخص یہاں بے کار نہیں بیٹھا۔ دوسرا اور نیٹل سیکشن کا ریڈنگ روم ہے۔ یہ چھوٹا ہے اور یہاں صرف مشرقی علوم پر کام کرنے والے بیٹھ کر کام کرتے ہیں۔ جنرل ریڈنگ روم سے یہاں آکر میں نے اردو کی کتابوں کی کیٹلاگ دیکھی اور کلیات جبرارت، کلیات میر سوز اور کلیات میر حسن کے نسخے نکلوائے۔ یہ نسخے اتنے دلچسپ اور نادر و نایاب تھے کہ دیر تک ان کو دیکھتا رہا، اور یہ فیصلہ کر لیا کہ کل ہی سے ان پر کام شروع کر دوں گا۔ یہ بات بھی ذہن میں آئی کہ ان کو چھپوا دینا چاہئے۔

ساڑھے تین بجے تک میں برٹش میوزیم میں رہا۔ اُس کے بعد سعید نے کہا لندن یونیورسٹی کی لائبریری بھی دیکھ لیجئے۔ چنانچہ ہم لوگ میوزیم سے نکل کر سینٹ ہال کی طرف چل دیئے۔ یہ ایک بہت بڑی عمارت ہے۔ اس میں یونیورسٹی لائبریری ہے۔ اس لائبریری کو کئی حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ ہر حصہ بہ ذات خود ایک بڑی لائبریری کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس میں کئی لاکھ کتابیں ہیں اور کئی ہزار رسالے آتے ہیں۔ کوئی ایک گھنٹے تک میں اس لائبریری کو دیکھتا رہا۔ ساڑھے چار بجے کے قریب ہم لوگ باہر آئے۔ اب میں نے سعید کو رخصت کیا اور میں اپنے اسکول گیا تاکہ ایک دفعہ ڈاک اور دیکھ لوں۔

ڈاک دیکھی لیکن کوئی خط نہیں ملا۔ اس کے بعد میں Tottenham Court Road

SHAFTESBURY AVENUE اور پکا ڈلی ہوتا ہوا پاکستان ہاؤس کی طرف چلا۔ راستے میں بڑی رونق اور چہل پہل تھی۔ کوئی پانچ سو پانچ بجے وہاں پہنچ گیا۔ پاکستان کے اخبار پڑھے۔ طحہ صاحب سے بھی ریڈنگ روم میں ملاقات ہوئی۔ چھ بجے کھانا کھایا اور سات بجے کے قریب بس میں بیٹھ کر واپس آگیا۔ تھک گیا تھا۔ کپڑے بدل کر بستر میں لیٹ گیا۔ والد صاحب، شفین اور فہمیدہ کو خط لکھے۔ پھر کچھ دیر پڑھتا رہا۔ ساڑھے دس بجے کے قریب مجھے نیند آگئی۔

بدھ ۳۱ اکتوبر ۱۹۶۲ء

صبح کو پانچ بجے اٹھا۔ کوئی گھنٹہ بھر بستر میں لیٹا رہا۔ چھ بجے کچھ لکھنا پڑھنا شروع کیا۔ والد صاحب شفین اور فہمیدہ کو خط بھی لکھے۔ ساڑھے اٹھ بجے ڈاکٹر حق اور ادوانی کے یہاں ناشتہ کرنے گیا۔ سوانو بجے واپس آیا۔ تیار ہوا اور دس بجے اسکول چل دیا۔ اسکول پہنچ کر ڈاک دیکھی۔ آج کی ڈاک میں صرف پچھن کا خط ملا۔ اس کے ساتھ ہی بھنا کا خط بھی آیا۔ خط لے کر اپنے کمرے میں پہنچا اور وہاں بیٹھ کر پڑھے۔ گیارہ بجے چارلس ٹامس آگئے۔ ان کو پریم چند کی کہانی پڑھائی۔ وہ بارہ بجے رخصت ہوئے۔ میں نے ساڑھے بارہ بجے چند Sandwiches کھائیں جو اپنے تھیلے میں رکھ کر لے گیا تھا۔ اور کمرے سے

نکل کر سیدھا برٹش میوزیم کی طرف چلا۔ راستے میں بارش ہونے لگی۔ جنوبی پھاٹک سے برٹش میوزیم میں داخل ہوا۔ لیکن اورینٹل سیکشن کے ریڈنگ روم تک نہ پہنچ سکا۔ راستہ بھول گیا۔ چنانچہ واپس لوٹا اور سٹرک سے ہو کر سامنے کے پھاٹک سے برٹش میوزیم کے اندر داخل ہوا۔ اور چند منٹ میں اورینٹل ریڈنگ روم میں نمبر سیٹ پر جا کر بیٹھ گیا۔

کلیات میر، کلیات میر حسن، کلیات میر سوزا اور کلیات جرات کے جو نسخے کل نکلوائے تھے۔ آج انہیں لے کر باقاعدہ کام شروع کر دیا۔ سب سے پہلے کلیات میر حسن کو دیکھا۔ یہ نسخہ ۱۲۵۹ء کا لکھا ہوا ہے۔ اس کے شروع میں ایک

دیباچہ بھی شامل ہے جو میر حسن کے کسی دوست نے لکھا ہے۔ لیکن ان کا نام موجود نہیں ہے۔ دیباچے میں یہ لکھا ہے کہ میر حسن سے ان کی دوستی تھی لیکن نساخ نے اپنے تذکرے میں جو یہ لکھ دیا کہ میں (دیباچہ نگار) میر حسن کا شاگرد ہوں یہ غلط ہے۔ اب نساخ کا تذکرہ سخن شعرا ردیکھا جائے تو معلوم ہو کہ یہ دیباچہ نگار کون ہے۔ سخن شعرا کی تلاش جاری ہے۔ بہر حال یہ دیباچہ دلچسپ ہے اور میر حسن کے بارے میں بعض اہم باتیں اس سے معلوم ہوتی ہیں۔ میں نے اس دیباچے کو نقل کر لیا اور میر حسن کی مثنویاں بھی نقل کرنا شروع کر دیں۔ سوچتا ہوں پورا کلیات نقل کر ڈالوں۔ گھنٹہ ڈپڑھ گھنٹہ میں نے میر حسن کے کلیات پر کام کیا۔ اُس کے بعد کلیات میر سوز کو دیکھنا شروع کیا۔ یہ بھی اچھا نسخہ ہے لیکن اس کا پتہ نہیں چلتا کہ کب لکھا گیا اور کس نے لکھا۔ البتہ اس پر تین مہریں ہیں۔ اُس میں ایک مہر تواجہ علی شاہ کی ہے۔ دوسری سلیمان جاہ کی اور تیسری جان عالم کی۔ مہریں صاف پڑھی نہیں جاتیں۔ داروغہ کتب خانہ کے دستخط بھی ہیں۔ میر سوز کے دیوان پر بھی میں نے کام شروع کر دیا ہے۔ سات آٹھ غزلیں نقل کیں۔ اس کے بعد کلیات جرأت کا نسخہ دیکھنا شروع کیا۔ یہ نسخہ بہت خوبصورت لکھا ہوا ہے۔ اس کے آخر میں یہ عبارت درج ہے تمام شد کلیات میاں جرأت از برائے خاطر داشت محمد خان صاحب سلمہ تعالیٰ از دست احقر العباد محمد امین بیگ ساکن دہلی غفر اللہ دینہ۔ جرأت کی صرف ایک غزل نقل کرنے پایا تھا کہ پانچ بج گئے۔ وقت ختم ہو گیا۔ میں نے تینوں نسخے جمع کرائے اور ریڈنگ روم سے باہر آ گیا۔ میرے شاگرد سعید بھی اپنا کام ختم کر کے باہر آ گئے تھے۔ اُن کے ساتھ ایک خاتون صفیہ بھی تھیں۔ یہ کیمبرج سے تارتخ میں بی اے آنرز کر چکی ہیں۔ اب لندن سے پی ایچ ڈی کر رہی ہیں۔ وہ جلد ہی رخصت ہو گئیں اور ہم لوگ برٹش کونسل جانے کے لئے آکسفورڈ اسٹریٹ کی طرف چل دیئے۔

آکسفورڈ اسٹریٹ پر اس وقت بڑی چہل پہل تھی۔ ہر دوکان بقعہ نور
 بنی ہوئی تھی۔ ہر عمارت پر دلہن ہونے کا گمان ہوتا ہے۔ سڑکوں پر لوگوں کا
 ہجوم تھا۔ خوبصورت چہرے جگمگا رہے تھے۔ اس ماحول میں ہم لوگ ٹہلتے
 ہوئے آکسفورڈ بکس پہنچے۔ وہاں سے **Hanover Street.** گئے۔

نہیں **British council.** کا دفتر ہے۔ یہاں میں نے مہری کے لئے
 فارم بھرے۔ لیکن ساڑھے پانچ بج چکے تھے۔ اس لئے مناسب کاروائی نہ
 ہو سکی۔ ساڑھے پانچ بجے برٹش کونسل کا دفتر بند ہو جاتا ہے۔ ہم لوگ کچھ دیر لاؤنج
LOWNGE میں بیٹھے رہے۔ اُس کے بعد وہیں چائے پی اور پھر وہاں سے
 رخصت ہوئے۔ **Regent Street.** پر چل کر چند منٹ **Piccadilly**

پہنچے۔ یہاں پہنچ کر میں نے سعید کو رخصت کیا اور میں کھانا کھانے کے لئے
 پاکستان ہاؤس کی طرف چل دیا۔ ساڑھے چھ بجے وہاں پہنچ کر کھانا کھایا۔ یعقوب
 یسمن مل گئے۔ اُن سے کچھ دیر باتیں کیں اور ساڑھے سات بجے وہاں سے چل
 دیا۔ بس میں بیٹھ کر **Tuffnel Park.** آیا۔ کچھ دیر لکھتا پڑھتا رہا۔ دس
 بجے سو گیا۔

جمعرات یکم نومبر ۱۹۶۲ء

صبح کو ساڑھے چار بجے آنکھ کھلی۔ پانچ بجے یہ خیال آیا کہ چل کر نہانا
 چاہیے۔ کئی روز سے نہانے کا موقع نہیں ملا تھا۔ غسل خانے میں گیا۔ گیس
 جلا کر پانی گرم کرنے کی کوشش کی لیکن گیس موجود نہیں تھی۔ میرے پاس آج
 اتفاق سے چھ پنس یا ایک شلنگ کے سکے بھی نہیں تھے۔ دو شلنگ کے سکے
 سے کام نہیں چل سکتا تھا۔ کیونکہ یہ بڑے سکے مشین میں نہیں جاسکتے۔ اس
 لئے نہانے کا خیال چھوڑ دیا۔ واپس آکر لیٹر میں لیٹ گیا۔ شادانی صاحب
 کو خط لکھا۔ ساڑھے آٹھ بجے تیار ہو کر ناشتہ کرنے گیا۔ سوانو بجے واپس آیا۔
 دس بجے اسکول روانہ ہوا۔ آج بس میں عجیب بات ہوئی۔ بس کنڈکٹر ٹری کی

نے مجھ سے کہا یونیورسٹی تک کے نوپنس ہوں گے میں نے کہا مجھ سے تو روزانہ چھ پنس لئے جاتے ہیں۔ اُس نے جواب دیا۔ صرف ایک اسٹاپ پہلے تک چھ پنس ہیں۔ یونیورسٹی اسی اسٹاپ کے بعد آتی ہے۔ کچھ زیادہ فرق نہیں ہے۔ کنڈکٹروں سے اکثر غلطی ہو جاتی ہے، بتائیے آپ کو کتنے کانکٹ دوں، میں نے کہا نوپنس کا دے دیجئے۔ بہر حال اسکول پہنچا۔ ڈاک دیکھی۔ آج گھر سے کوئی خط نہیں آیا۔ دو لفافے ملے۔ ایک تو اسکول کی طرف سے جس میں یہ اطلاع تھی کہ ۱۳۹ / ۴ / ۳ پونڈ اس مہینے کی تنخواہ ہوئی ہے۔ کچھ نیشنل انشورنس وغیرہ کاٹ دیا گیا ہے۔ دوسرا چیک ۵ پونڈ ۵ شلنگ کا بی۔ بی۔ سی کا تھا۔ یہ اُس پروگرام کا معاوضہ تھا جو ۲۸ اکتوبر کو نشر کیا گیا تھا۔ میں ان دونوں لفافوں کو لے کر اپنے کمرے میں آیا۔ چند منٹ بیٹھا۔ پونے گیارہ بجے کے قریب رسل آگئے۔ اُن سے باتیں ہوئیں۔ گیارہ بجے میرا کلاس تھا۔ اس لئے میں اُن کے ساتھ کافی پینے نہ جاسکا۔ سو اگیارہ بجے چارلس ٹامس آئے۔ انہیں نذیر احمد کا ناول فسانہ مبتلا پڑھایا۔ بارہ بجے مسز میاٹ آگئیں۔ انہیں بھی سبق میں شریک کیا۔ ایک بجے یہ لوگ رخصت ہوئے تو میں نے چند Sandwiches کھائیں اور سینئر کا من روم میں جا کر کافی پی۔ سردی بڑھ گئی تھی۔ اس لئے چند منٹ ہیٹر کے سامنے بیٹھا رہا۔ آج کا من روم میں مجمع تو بہت تھا لیکن کسی جاننے والے سے ملاقات نہیں ہوئی۔

ڈیڑھ بجے وہاں سے اٹھا اور برٹش میوزیم پہنچا۔ کلیات میر حسن، کلیات میر سوزا اور کلیات جبرارت کے نسخے نکلوائے اور پونے پانچ بجے تک کام کرتا رہا۔ آج میں نے میر حسن کی مثنوی، آصف الدولہ کی شادی اور مدح حق سبحانہ و تعالیٰ اور میر سوزا کی پانچ سات غزلیں نقل کیں۔ جبرارت کی ایک غزل نقل کی۔ نقل کرنے میں دیر لگتی ہے کیونکہ میں ساتھ ہی ساتھ ان کی تصحیح بھی کرتا جاتا ہوں۔ یہ کام کر کے میں پانچ بجے سے چند منٹ قبل باہر نکلا۔

آج پروگرام یہ تھا کہ پانچ بجے سعید مجھے یونیورسٹی یونین دکھانے لے جائیں گے۔ میں باہر نکلا تو وہ میرے منتظر تھے۔ ہم لوگ جنرل ریڈنگ روم میں سے ہو کر یونیورسٹی کے سامنے والے پھاٹک سے باہر نکلے۔ بارش ہو رہی تھی۔ چھتری لگائی اور چند منٹ میں یونین کی عمارت میں پہنچے۔ اس عمارت میں ورزش کرنے کی جگہ بھی ہے۔ لڑکے لڑکیوں کے بیٹھنے کے

ہال، لائبریری، موسیقی کا کمرہ، کھانے کا ہال Swimming Pool.

غرض سب کچھ موجود ہے۔ لڑکوں کو ورزش کرتے ہوئے اور تالاب میں تیراکی کرتے ہوئے دیکھا۔ لڑکے لڑکیاں ایک ساتھ تیراکی کر رہے تھے۔ تالاب میں پانی گرم تھا۔ اُس کی گرمی محسوس کی جاسکتی تھی۔ یونین کی عمارت کا چکر لگا کر ہم لوگ کھانے کے ہال میں گئے۔ وہاں ایک ایک پیالی چائے پی اور کوئی چھ بجے تک باتیں کرتے رہے۔

وہاں سے اُٹھے۔ میں نے سعید سے کہا کہ آج یہاں قریب کے کسی

پاکستانی ریسٹوران میں کھانا کھا کر دیکھیں گے۔ چنانچہ ہم لوگ وہاں سے اُٹھے اور Gower Street پر شاہ ریسٹورنٹ میں پہنچے۔ بارش تیز تھی۔

اس لئے چھتری کے باوجود بھیگ گئے۔ ریسٹورنٹ میں پہنچ کر اطمینان سے بیٹھے اور کھانا منگوایا۔ بیرے نے کھانا لانے میں بہت دیر لگائی۔

کوئی آدھ گھنٹے کے بعد اُس نے کھانا دیا۔ مرغ، بکری کے گوشت کا قورمہ اور پیراٹھا منگوایا۔ سالن تو اچھا نہیں تھا۔ البتہ پیراٹھے نے بہت مزہ دیا۔

تو س کھاتے کھاتے طبیعت اکتا گئی تھی۔ آج کوئی ایک مہینے کے بعد پیراٹھا کھایا۔ گھر پر تو روز ناشتے میں پوری یا پیراٹھا ہوتا تھا۔ اب یہاں لندن میں

کون پکائے۔ کھانا کھا کر چائے پی۔ چودہ شلنگ سے کچھ زیادہ بل ہوا۔ ایک شلنگ ۲ پنس بیرے کو دیئے اور سوا سات بجے میں وہاں سے نکلا۔ سعید

نے مجھے Warren Street کے ٹیوب اسٹیشن تک پہنچا دیا۔ اور میں

وہاں سے ٹوب میں بیٹھ کر نقل پارک Tufnel Park. پہنچا۔
 بارش اب کچھ اور بھی تیز ہو گئی تھی۔ بھگتا ہوا گھر پہنچا۔ آٹھ بجے تک بیٹھا رہا
 پھر بستر میں لیٹ گیا۔ دس بجے تک پڑھتا لکھتا رہا۔ سوادس بجے سو گیا۔
 جمعہ ۲ نومبر ۱۹۶۲ء

چھ بجے آنکھ کھلی۔ خیال آیا کہ آج توجیب میں چھ پنس موجود ہیں۔ غسل
 خانے میں چل کر نہانا چاہیے۔ چھ پنس مشین میں ڈالے۔ گیس جلانی۔ پانی گرم
 ہو گیا۔ اور میں خوب نہایا۔ نہا کر واپس آیا اور بستر میں لیٹ کر ڈائری لکھنے
 لگا۔ آٹھ بجے اٹھا۔ پڑے پہنے۔ آج میرے پاس کھانے بننے کی تمام چیزیں
 ختم ہو گئی تھیں۔ اس لئے سوچا ناشتے سے قبل ڈبل روٹی مکھن، انڈے
 اور دودھ وغیرہ خرید لاؤں۔ کاغذ کا تھیلا اٹھا کر دوکان کی طرف چلا۔ لیکن
 دوکانیں بند تھیں۔ معلوم ہوا نونے کے کھلیں گی۔ میں واپس آ گیا۔ کمرے میں آ کر
 کچھ بسکٹ نکالے۔ ان پر مکھن لگایا اور انہیں لے کر ڈاکٹر حقی اور ڈاکٹر
 عبدالکریم ادوانی کے کمرے میں ناشتہ کرنے گیا۔ چائے بنائی۔ ڈاکٹر ادوانی
 کہنے لگے آج بسکٹ کیوں کھا رہے ہیں۔ میں نے کہا آج سب چیزیں ختم ہو
 گئیں۔ دوکانیں بند ہیں۔ ابھی وہیں سے آ رہا ہوں۔ کہنے لگے آپ کمال کرتے
 ہیں یہاں بھی تو مکھن ڈبل روٹی وغیرہ رکھی ہیں۔ اور یہ کہہ کر ڈبل روٹی نکالی،
 اس پر مکھن لگایا اور سامنے رکھی۔ وہ خود صبح کو کچھ نہیں کھاتے۔ صرف
 چائے پیتے ہیں۔ سو نونے ناشتے سے فارغ ہو کر ان لوگوں کے ساتھ باہر
 نکلا اور بازار جا کر چیزیں خریدیں۔ مکھن، ڈبل روٹی، انڈے اور ٹماٹر وغیرہ۔
 ایکسپریس ڈیری والے سے کہا کہ ایک بوتل دودھ روزانہ مجھے دے دیا
 کرتے۔ پونے دس بجے کمرے میں واپس آیا۔ دن کے لئے ٹماٹر سینڈویچ
 بنا کر تھیلے میں رکھیں اور اسکول چل دیا۔

ساڑھے دس بجے کے قریب اسکول پہنچا۔ ڈاک دیکھی۔ آج بھی گھر سے

کوئی خط نہیں آیا۔ ڈاکٹر مدن کا خط ملا جس میں یہ لکھا تھا کہ میں کہ میں کئی دفعہ آپ سے ملنے کی کوشش کر چکا ہوں۔ آپ سے کچھ پوچھنا بھی تھا۔ میں ایک مضمون لکھ رہا ہوں، اُس میں پاکستانی مسلمانوں کے مختلف فرقوں کا ذکر کرنا ہے۔ اس کے بارے میں آپ یا تو مجھے فون پر بتا دیجئے یا مجھے چند سطریں لکھ دیجئے۔ میں نے کمرے میں آکر فوراً اس کا جواب لکھا، گیارہ بجے Mrs. Mayat آگئیں۔

چند منٹ بعد Mr. Tomes بھی آگئے۔ آج میں نے انہیں نظیر ابر آبادی پڑھایا اور اُن کی نظم 'بجارتہ نامہ ختم کر دی' پورے دو گھنٹے پڑھاتا رہا۔ ایک بجے کے قریب رسل آگئے۔ لیکن فوراً ہی چلے گئے۔ انہیں کہیں جانا تھا۔ اُن کے جانے کے بعد سعید آگئے۔ ہم لوگوں نے بیٹھ کر سینڈویچ کھائیں اور وہاں سے بازار کی طرف چلے۔ آج پروگرام یہ تھا کہ چھتری اور COAT وغیرہ خریدا جائے گا۔

ہم لوگ آکسفورڈ اسٹریٹ پر چل دیئے۔ بڑی بڑی دوکانیں دیکھیں۔ دوکانیں کیا ہیں ہر ایک بہ ذاتِ خود ایک بہت بڑا بازار ہے جہاں دنیا کی ہر چیز مل سکتی ہے۔ دیکھ کر آنکھیں کھل گئیں۔ ان دوکانوں میں ہر وقت مجمع

رہتا ہے۔ MARKE AND SPENCER، JOHN LEWIS LTD

Self ridges یہ سب ایسے ہی اسٹور ہیں۔ اُن میں معمولی سوئی اور کھانے پینے کی چیزوں سے لے کر بڑی سے بڑی چیزیں مل سکتی ہے۔ بے شمار کوٹ دیکھے

لیکن پسند نہیں آئے۔ اس کے بعد JOHN BURTOR کی دوکان میں گئے۔ وہاں کوئی آدھ گھنٹے تک مختلف کوٹ دیکھنے کے بعد ایک کوٹ پسند آیا۔ پہن کر دیکھا۔ اچھا معلوم ہوا۔ یہ کوٹ پندرہ پونڈ پندرہ شلنگ کا خرید لیا۔

اس کے بعد واپس لوٹ رہے تھے تاکہ راستے میں JOHN LEWIS کا اسٹور پھر راستے میں پڑا۔ سامنے سے کچھ چھتریاں نظر آئیں۔ چنانچہ اندر پہنچے اور چھتریاں دیکھیں یہاں ایک چھتری خرید لی۔ تین پونڈ تین شلنگ کی ملی۔

اب ساڑھے چھ بج چکے تھے۔ بھوک لگ رہی تھی۔ اس لئے جلدی جلدی چل کر سعید کے کمرے پر پہنچے اور وہاں کھانا کھایا۔ اُس نے اپنے ہاتھ سے گوشت پکایا تھا۔

یہ لکھنا بھول گیا کہ چیزیں خریدنے سے قبل ہم لوگ ہینو وراسٹریٹ پر برٹش کونسل گئے۔ وہاں میں نے نمبر بننے کے لئے اپنا فارم دیا۔ ایک پونڈ فیس ادا کی اور نمبر شپ کارڈ اور پروگرام وغیرہ لے لیا۔ اُس کے بعد چیزیں خریدنے کے لئے روانہ ہوا۔

ساڑھے سات بجے ہم لوگ کھانا کھا کر اٹھے۔ سعید نے مجھے Warren Street کے ٹیوب اسٹیشن پر چھوڑ دیا اور میں ٹیوب میں بیٹھ کر اپنے مکان ٹفنل پارک Tufnell Park. آ گیا۔ صوفے پر بیٹھ کر برٹش کونسل کے پروگرام دیکھتا رہا۔ پھر کپڑے بدلے۔ بستر میں لیٹ گیا۔ تھک گیا تھا۔ اس لئے کچھ لکھ پڑھ نہ سکا۔ دس بجے مجھے نیند آ گئی۔

ہفتہ ۳، نومبر ۱۹۶۲ء

صبح کو چھ بجے اُٹھا۔ کھڑکیاں کھولیں۔ باہر سے چڑیوں کی آوازیں آنے لگیں۔ ان آوازوں سے گھر کی چڑیاں یاد آ گئیں۔ چپ چاپ لیٹا ہوا ان آوازوں کو سنتا رہا۔ ان گنت خیالات گھرے رہے۔ اسی عالم میں کچھ لکھنا پڑھنا شروع کیا۔ ساڑھے آٹھ بجے تیار ہو کر ناشتہ کرنے گیا۔ آج ڈاکٹر ادوانی نے رات کا پکا ہوا قیمہ کھلایا۔ اس قیمے نے بہت لطف دیا۔ سوالوں کے واپس آیا۔ پونے دس بجے کے قریب باہر نکلا۔ بس میں بیٹھ کر سب سے پہلے اسکول پہنچا۔ ڈاک دیکھی۔ آج فہمیدہ کا خط ملا۔ تین چار روز کے بعد وہیں پنج پر بیٹھ کر خط پڑھا اور پھر برٹش میوزیم چل دیا۔

برٹش میوزیم میں کلیات میر حسن، کلیات میر سوزا اور کلیات جرارت کے نسخے لکھوائے۔ میر حسن کی مثنوی کا ایک حصہ نقل کیا یہ مثنوی روحانیت کے

بارے میں ہے اور اس میں حقیقت اور مجاز کو مختلف قصوں کے ذریعے سے واضح کیا ہے۔ آٹھ دس غزلیں میسر سوز کی اور دو تین غزلیں جرات کی نقل کیں۔ ایک بکنے میں پندرہ منٹ باقی تھے کہ گھنٹی ہوئی جس کا مطلب یہ تھا کہ وقت ختم ہو گیا۔ ہفتے کو برٹش میوزیم کا اور نیشنل سکلشن صرف ایک بجے تک کھلتا ہے۔

میں برٹش میوزیم سے باہر نکل کر میوزیم اسٹریٹ Museum Street

پر چل دیا۔ اس سڑک پر کتابوں کی کئی دوکانیں ہیں۔ Allen & Unwin

اور Collet کی دوکانوں میں کچھ دیر ٹھہرا اور کتابیں دیکھیں۔ بعض کتابیں خریدنے کو جی چاہا لیکن سوچا ابھی نہیں خریدنی چاہتیں۔ کچھ عرصے بعد یہ سلسلہ شروع کیا جائے گا۔ راستے میں ایک پرانی کتابوں کی دوکان بھی نظر آئی۔ وہاں بھی کچھ دیر ٹھہرا لیکن کوئی خاص کتاب نہیں ملی۔

وہاں سے نیا کسفورڈ سٹریٹ، چیزنگ کراس روڈ اور شیلفیڈری ایونیو

اور Piccadilly ہوتا ہوا نائنٹس برج پہنچا۔ آج طے یہ کیا تھا کہ دن کا کھانا پاکستان ہاؤس میں کھاؤں گا۔ دو بجے کے قریب وہاں پہنچا۔ کھانا کھایا اور تین بجے تک وہیں بیٹھا رہا۔ اختر آگئے۔ ان سے باتیں ہوتی رہیں۔ اُس کے بعد ہم لوگ ریڈنگ روم میں اخبارات پڑھے۔ لیکن ۲۸ اکتوبر کا کوئی اخبار نہیں ملا۔ دیکھنا چاہتا تھا کہ آدم جی پر انزکس کو ملا ہے۔ عجیب بات ہے کہ ۲ اور ۳ نومبر کا اخبار جنگ تو وہاں موجود تھا لیکن ۲۸ اکتوبر کے تمام اخبارات غائب تھے۔

پونے چار بجے وہاں سے رخصت ہوا۔ راستے میں نائنٹس برج کے ڈاک خانے میں کچھ دیر ٹھہرا۔ سوچا یہاں کھڑے ہو کر فہمیدہ کے خط کا جواب لکھنا چلوں۔ اسی وقت کی ڈاک میں نکل جائے گا، ورنہ پیر کو نکلے گا اور انہیں کئی روز بعد ملے گا۔ چنانچہ کھڑے کھڑے جلدی میں خط لکھا، پوسٹ کیا اور گرین پارک اور پکاڈلی کی طرف چل دیا۔ وہاں سے ٹوٹنہم کورٹ روڈ آیا اور

SOHO میں شیخ برادرزکی دوکان تلاش کی۔ یہاں حلال گوشت ملتا ہے اس دوکان کا پتہ میرے پاس موجود تھا۔ چند منٹ میں دوکان مل گئی۔ وہاں سے ایک پونڈ بکری کا گوشت لیا۔ کل اتوار کو دن میں یہ گوشت ڈاکٹر حقی اور ادوانی کے کمرے میں پکا یا جائے گا۔ گوشت لے کر وارن اسٹریٹ Warren Street تک ٹو میں پیدل آیا۔ وہاں سے ٹیوب میں بیٹھا اور ٹفنل پارک Tufnel Park۔ اتر کر گھرا گیا۔ دروازے پر ڈاکٹر شاہ کا کارڈ لگا ہوا تھا۔ وہ مجھ سے ملنے کے لئے آئے تھے لیکن چونکہ میں موجود نہیں تھا، اس لئے کارڈ چھوڑ کر واپس چلے گئے تھے۔

میں کچھ دیر کمرے میں چپ چاپ بیٹھا رہا۔ خط پڑھا۔ پھر کپڑے بدلے۔ بسکٹ اور توس کھائے۔ دودھ پیا اور بستر میں لیٹ کر پڑھنے لگا۔ پڑھتے پڑھتے دس بجے کے قریب مجھے نیند آگئی۔

اتوار ۴ نومبر ۱۹۶۲ء

صبح کو اٹھ کر دیکھا تو چھ بجے تھے۔ چپ چاپ بستر میں لیٹا رہا۔ سات بجے کے قریب ڈائری لکھنا شروع کی۔ پھر اٹھ کر ٹماٹر کی سینڈ وچیز بنائیں۔ سوچا آج ڈاکٹر حقی اور ڈاکٹر عبدالکریم دونوں کو کھلاؤں گا۔ ساڑھے نو بجے ان کے کمرے میں پہنچا تو دیکھا ڈاکٹر حقی ابھی تک بستر میں پڑے تھے۔ ڈاکٹر کریم اٹھ گئے تھے۔ چائے کا پانی رکھا۔ چند منٹ میں چائے تیار ہو گئی۔ ہم لوگوں نے بیٹھ کر ناشتہ کیا۔ آج یہ بھی پروگرام تھا کہ میں گوشت پکاؤں گا اور سب لوگ مل کر کھائیں گے۔ چنانچہ ناشتے کے بعد میں نے گوشت چڑھا دیا۔ گیارہ بجے کے قریب چغتائی صاحب آگئے۔ ان سے باتیں ہوتی رہیں۔ میں نے کہا مجھے کمرے کے لئے

ہیٹر اور سٹوو دیجئے۔ کہنے لگے میں آپ کو بجلی کا Heater اور Stove

دوں گا۔ بہت آرام ملے گا۔ تھوڑی دیر میں وہ نیچے اپنے اسٹور میں جا کر لے آئے اور کمرے میں لگا کر دکھایا۔ میں نے شکریہ ادا کیا اور کرائے کا چیک انہیں

دیا۔ وہ لے کر رخصت ہوئے۔

میں ساڑھے گیارہ بجے تیار ہو کر پھر ڈاکٹر حقی اور عبدالکریم کے کمرے میں پہنچا۔ اب سالن تیار ہو چکا تھا۔ بہت مزے دار پکا تھا، سب نے مل کر کھایا اور خوب داد دی۔ کھانا کھا کر بارہ بجے میں اور عبدالکریم کلاسک سینما کی طرف چلے۔ آج وہاں ہندوستانی فلم

Notting Hill Gate

ایک ہی راستہ دکھایا جا رہا تھا۔ یٹوب میں بیٹھ کر ہم لوگ پہلے Tottenham

Court Road پہنچے۔ وہاں سے سنٹرل لائن میں بیٹھ کر Notting Hill

Gate گئے۔ یٹوب اسٹیشن سے باہر نکل ہی رہے تھے کہ چند لمحوں نے ہم

سے پوچھا کیا آپ کو ٹکٹ کی ضرورت ہے، میں نے کہا ہاں ہم لوگ ایک ہی

راستہ دیکھنا چاہتے ہیں۔ انہوں نے ہمیں دو ٹکٹ دیئے۔ میں نے انہیں

دس شلنگ کا نوٹ اور چھ پنس کے دو سکے دیئے۔ لیکن ٹکٹ ساڑھے

چھ پنس کے تھے۔ خیر مزید پیسے دے کر ہم لوگ سینما کی طرف چلے۔

یٹوب اسٹیشن کے بالکل سامنے سینما ہے۔ سینما ہال میں پہنچے تو دیکھا ہندوستانیوں

اور پاکستانیوں کا مجمع ہے۔ ہال کچھ کچھ بھرا ہوا ہے۔ مائوس فضا نظر آئی۔ سوا

بجے فلم شروع ہوا۔ سب سے پہلے ہندوستان کے مندروں میں خاص طور

پر اور ایلورا کے بارے میں ایک چھوٹا سا فلم دکھایا گیا۔ پھر ایک ہی راستہ

شروع ہوا۔ اوسط درجے کا فلم تھا۔ اس میں چھوٹے بچے کی ایک ٹنگ خوب تھی۔

میںا کماری اور اشوک کمار اور سنل دت نے بھی اپنے کردار اچھی طرح ادا کئے۔

ساڑھے تین بجے یہ فلم ختم ہوا۔

سینما ہال سے نکل کر ہم کنسنگٹن گارڈن اور ہائیڈ پارک کی سیر کرتے ہوئے

نائٹس برج کی طرف روانہ ہوئے۔ راستے میں بارش شروع ہو گئی۔ آج

میری نئی جھتری نے بہت آرام دیا۔ پانچ بجے سے پہلے ہی ہم لوگ پاکستان

ہاؤس پہنچ گئے۔ پہلے ریڈنگ روم میں اخبارات پڑھے۔ خدا جانے پاکستان

کے اخبارات یہ لوگ کہاں غائب کر دیتے ہیں۔ لندن کے اخبار دیکھے۔ چھبکے کینٹن میں گئے۔ پہلے چائے پی۔ پھر دو تین لوگوں سے باتیں ہوتی رہیں۔ ڈاکٹر کریم کے جاننے والے ڈاکٹر نوید آگئے۔ یہ لندن میں ایف۔ آر۔ سی۔ ایس کر رہے ہیں ساڑھے سات بجے تک سیاست اور تعلیم پر باتوں کا سلسلہ جاری رہا۔ آج پاکستان ہوسٹل میں ڈنر تھا۔ ہر مہینے کے پہلے اتوار کو یہاں ڈنر ہوتا ہے۔ کچھ پاکستانی جمع ہو جاتے ہیں۔ ساڑھے سات بجے ہم لوگ اوپن لاونج میں گئے۔ اُمٹھ بکے کھانا شروع ہوا۔ نہایت بے تکا کھانا تھا۔ پلاؤ اور بریانی کے ساتھ کوفتے اور آلو اور گو بھی و مٹر سب کچھ ایک پلیٹ میں ڈال کر ہر شخص کو دے دیا جاتا ہے۔ خدا جانے ان تینوں چیزوں کا آپس میں کیا میل ہے، یہ پاکستانیوں کا کلچر تو ہے نہیں۔ غرض بے دلی سے کھانا کھایا۔ کھانے کے بعد موسیقی کا پروگرام شروع ہوا۔ ایک صاحب نے دو تین غزلیں سنائیں۔ ایک صاحبہ نے پنجابی گیت سنائے۔ ۹ بجے ہم لوگ وہاں سے رخصت ہوئے اور یوب میں بیٹھ کر گھر پہنچے۔ میں تھک گیا تھا۔ اس لئے دس بجے کے قریب لیٹ گیا اور فوراً ہی مجھے بید آگئی۔

پیر ۵ نومبر ۱۹۶۲ء

صبح کو پانچ بجے اُمٹھا۔ ساڑھے پانچ بجے بجلی کے ہیٹر پر چائے بنائی۔ دو پیالیاں میں بہت لطف آیا۔ آج ایک عرصے کے بعد صبح صبح چائے ملی۔ چائے پی کر لکھنا پڑھنا شروع کیا۔ ۹ بجے تیار ہو کر ناشتہ کرنے گیا۔ ساڑھے نو بجے واپس آیا اور آج دس بجے سے قبل ہی اسکول چل دیا۔ دس بجے وہاں پہنچ گیا۔ ڈاک دیکھی۔ فہمیدہ اور ملک اسلم صاحب کے خط ملے۔ وہیں کھڑے کھڑے خط پڑھے۔ اطہر عباس زیدی آگئے۔ ان سے چند منٹ باتیں کیں۔ پھر اپنے کمرے میں گیا۔ میر حسن کی مثنوی رموز العارفین (جس پر آج کل میں برٹش میوزیم میں کام کر رہا ہوں) کا آسی کے نسخے سے مقابلہ کیا۔ دونوں میں اختلاف ہے۔ گیارہ بجے کے قریب

رسل آگئے۔ اُن کا کلاس شروع ہونے والا تھا۔ اس لئے میں اُن سے رخصت ہو کر پہلے بینک گیا۔ وہاں بی بی سی کا چیک جمع کرایا۔ بیس پونڈ نکلوائے اور برٹش میوزیم کی طرف چل دیا۔

برٹش میوزیم میں ساڑھے گیارہ بجے داخل ہوا۔ کلیات میر حسن، کلیات میر سوز اور کلیات جرارت کے نسخے نکلوائے۔ تینوں سے کچھ نایاب چیزیں نقل کیں اور اُن کی تصحیح بھی کی۔ ساڑھے چار بجے تک اسی کام میں مصروف رہا۔ اپنی سینڈ وچر تک کھانا بھول گیا۔ ساڑھے چار بجے جب بہت بھوک لگی تو اُن کا خیال آیا۔ تھک کر چور ہو گیا تھا۔ اس لئے پندرہ منٹ پہلے ہی اورینٹل ریڈنگ روم سے باہر نکل آیا۔ باہر آمدے میں ایک پنچ پر بیٹھ کر وہ سینڈ وچر کھائیں جو تھیلے میں رکھ کر لایا تھا۔ پھر وہاں سے اٹھ کر آکسفورڈ اسٹریٹ کی طرف چلا یہ سڑک شام کو دلہن بن جاتی ہے۔ دوکانیں جگمگاتی ہیں۔ پھر اس پاس کی عمارتوں پر شباب پھٹ پڑتا ہے۔ حسن و شباب کے طوفان اُمدے ہوئے نظر آتے ہیں۔ میں ان مناظر سے لطف اندوز ہوتا ہوا آکسفورڈ سڑک تک گیا۔ وہاں سے ریجنٹ اسٹریٹ Regent Street کی طرف مڑا۔ پکا ڈلی

Piccadilly Circus پہنچا۔ اور وہاں سے سیدھا نائنٹس برج

Knights Bridge آیا۔ پاکستان ہاؤس پہنچ کر ریڈنگ روم میں اخبار دیکھے۔

پاکستان کے تمام اخبار غائب تھے۔ خدا جانے یہ لوگ اخباروں کو کہاں غائب کر دیتے ہیں۔ طبیعت بہت بدمزہ ہوئی۔ وہیں میز پر بیٹھ کر فہمیدہ کو خط لکھا۔ اس خیال سے کہ کھانے کے بعد پوسٹ کر دوں گا۔ خط لکھ کر کھانا کھانے گیا۔

ساڑھے چھ بجے وہاں سے رخصت ہوا نائنٹس برج Knights Bridge

کے ڈاک خانے میں خط پوسٹ کیا۔ اب ہلکی ہلکی بارش شروع ہو گئی تھی۔ چھتری لگائی اور بس کے انتظار میں چپ چاپ اسٹینڈ پر کھڑا رہا۔ چند منٹ میں نم نمبر بس آئی اور میں اُس میں بیٹھ کر گوج سٹریٹ Gooch Street تک آیا۔ وہاں سے

ٹیوب میں بیٹھا اور ٹفنل پارک اُترا۔ اس وقت کوئی آٹھ بجے ہوں گے۔
 آج بہت تھک گیا تھا۔ اس لئے کچھ کام نہ کر سکا۔ چپ چاپ دس بجے
 تک بستر میں لیٹا رہا۔ اس کے بعد بجلی بند کی اور سو گیا۔

منگل ۶ نومبر ۱۹۶۲ء

صبح کو پانچ بجے آنکھ کھلی۔ آج میں نے چائے بنانے کا خیال چھوڑ دیا۔
 کیونکہ پھر ناشتے کے وقت چائے پینے کو جی نہیں چاہتا۔ سو آٹھ بجے تک
 کام کرتا رہا۔ پھر تیار ہو کر ناشتہ کرنے گیا۔ آج سینکے ہوئے توسوں نے بہت
 مزہ دیا۔ توس کھائے۔ چائے پی اور سوانوبکے وہاں سے واپس آیا۔ ٹماٹر کی
 سینڈویچ بنا کر اپنے تھیلے میں رکھیں اور اسکول چل دیا۔ سو ادس بجے اسکول پہنچا۔
 ڈاک دیکھی۔ آج فہمیدہ کالفاہ ملا۔ پاکستان ہائی کمیشن کے آڈیٹ آفیسر ایک خط
 عالم علی رضوی صاحب کا بھی تھا۔ فہمیدہ نے اپنی چھٹی کی تفصیل لکھی تھی۔ رضوی
 صاحب نے معذرت کا خط لکھا تھا اور افسوس ظاہر کیا تھا کہ مجھ سے ملاقات نہ ہو
 سکی۔ میں ایک روز پاکستان ہائی کمیشن میں اُن سے ملنے کے لئے گیا تھا۔ لیکن وہ
 موجود نہیں تھے۔ اس لئے خط لکھ کر رکھ دیا تھا۔ اُن کا یہ خط میرے اُسی خط کا
 جواب تھا۔ رضوی صاحب لکھنؤ کے رہنے والے ہیں اور لندن کے پاکستان کے
 ہائی کمیشن میں آڈٹ اور اکاؤنٹس کے ڈائریکٹر ہیں۔ مہذب اور شائستہ آدمی ہیں۔
 ساڑھے دس بجے میں اپنے کمرے میں گیا۔ اسکول سے آئے ہوئے کچھ
 کاغذات جمع ہو گئے تھے۔ اُن کو دیکھا۔ کچھ معمولی سے چندے دینے تھے۔ بینک
 کو ہدایت کی۔ اور میر حسن کی مثنویاں پڑھنے لگا۔ تھوڑی دیر میں رسل آگئے۔ اُن
 سے باتیں ہونے لگیں۔ چند معاملات میں اُن سے مشورہ بھی کیا۔ پھر ہم لوگ
 سینئر کمان روم میں کافی پینے گئے۔ رسل کا کلاس تھا۔ اس لئے سوا گیارہ بجے
 کے قریب وہ تو کلاس میں چلے گئے اور میں برٹش میوزیم کی طرف روانہ ہوا اور ٹھیک
 ساڑھے گیارہ بجے کلیات میر حسن، کلیات میر سوز اور کلیات جہارت نکال کر کام

شروع کر دیا۔ ساڑھے چار بجے تک کام کرتا رہا۔ باہر نکلا تو اورینٹل کالج کے ایک
یُرنے طالب علم مل گئے۔ انہوں نے مجھے پہچان لیا۔ ۱۹۵۷ء میں انہوں نے وہاں
سے فارسی میں ام۔ اے کیا تھا۔ آجکل برٹش کونسل کے اسکالرشپ پر یہاں
آتے ہوئے ہیں اور تاریخ کے موضوع پر کچھ کام کر رہے ہیں۔ آثارِ قدیمہ کے
محکمے میں ملازم ہیں۔ اُن سے باتیں ہو رہی تھیں کہ قادری صاحب آگئے۔
ان سے بھی ملاقات ہوئی۔ یہ صاحب سندھ یونیورسٹی میں عربی کے استاد ہیں اور
آج کل لندن میں کام کر رہے ہیں۔ برٹش میوزیم میں ان کو اکثر بیٹھے ہوئے دیکھا تھا۔
آج ملاقات ہوئی۔

ہم لوگ باتیں کرتے ہوئے برٹش میوزیم سے باہر نکلے۔ میں تو ٹوٹنہم کورٹ
روڈ کی طرف چل دیا اور وہ لوگ رخصت ہو کر دوسری طرف چلے گئے۔ وارن
اسٹریٹ تک پیدل آیا۔ وہاں سے کھانے پینے کی چیزیں خریدیں اور ٹیوب میں
بیٹھ کر گھرا گیا۔ راستے میں ڈاکٹر عبدالکریم مل گئے۔ اُن کے ساتھ مل کر کھانا
پکایا اور کھایا۔ ساڑھے سات بجے اپنے کمرے میں واپس آیا۔ کچھ دیر حالی کی
غزلیں پڑھتا رہا۔ دس بجے نیند آگئی۔

بُدھ ۷، نومبر ۱۹۶۲ء

صبح کو پانچ بجے اُٹھا۔ چائے بنائی۔ تُو س سینکا۔ چائے پی اور تُو س کھایا۔
پھر ڈائری لکھی۔ کچھ پڑھا۔ پونے نو بجے تیار ہو کر ڈاکٹر حقی اور ڈاکٹر اومانی کے کمرے
میں ناشتہ کرنے گیا۔ ساڑھے نو بجے واپس آیا۔ پونے دس بجے اسکول روانہ ہوا۔
گھر سے نکلا تو بارش ہو رہی تھی۔ اسکول پہنچتے بارش تیز ہو گئی۔ چھتری نے بہت
آرام دیا۔ ساڑھے تین پونڈ وصول ہو گئے۔ اسکول پہنچ کر ڈاک ڈیکھی۔ آج کوئی
خط نہیں تھا۔ اپنے اسکول کے کمرے میں پہنچا۔ وہاں بیٹھ کر تسکن کو خط لکھا۔ میرین
کے خط کا جواب دیا۔ اِن کے چارلس ٹامس Charles Thomas آگئے۔

ان کو پریم چند کی کہانی پڑھائی۔ پھر کل کی بنائی ہوئی سینڈویچ کھائیں۔ فہمیدہ کو خط

لکھا۔ ایک بچے کے قریب ان خطوں کو پوسٹ کرنے کے لئے ڈاک خانے گیا۔ واپسی میں پھر ڈاک دیکھی۔ اب بھی کوئی خط نہیں تھا۔ وہاں سے نکل ہی رہا تھا کہ ایف سی کالج لاہور کے استاد تارخ زوار زیدی کھڑے ہوئے نظر آئے۔

اُن سے ملاقات ہوئی۔ اُن کے ساتھ دو پاکستانی حضرات اور بھی تھے۔ اُن سے بھی ملا۔ اُن میں سے ایک صاحب نے کہا کہ آپ کے بہت سے خط جونیر کامن روم میں طالب علموں کی ڈاک کے ساتھ پڑے ہیں۔ وہ میرے ساتھ گئے اور خط نکال کر مجھے دیئے۔ اس میں شکن، اچھن اور فہمیدہ اور مرزا ریاض کے خط تھے۔ پورٹرنے غلطی سے وہاں رکھ دیئے۔ میں نے چند منٹ زیدی صاحب سے باتیں کیں اور پھر اپنے کمرے میں خط پڑھے اور رسل کا انتظار کرتا رہا۔

اس وقت دو بجے تھے۔ دن بھر کی بارش کے بعد اب دھوپ نکل آئی تھی۔ سورج کھڑکی میں سے نظر آ رہا تھا۔ میں دھوپ میں بیٹھ گیا۔ ابھی چند منٹ ہی گزرے تھے کہ رسل کمرے میں داخل ہوئے۔ اُن سے کچھ دیر باتیں ہوتی رہیں۔ پھر ہم لوگ اسکول کی لائبریری میں گئے آج اسی کام کے لئے وقت مقرر کیا تھا۔ لائبریری میں جا کر ہم لوگوں نے اُردو کی کتابوں کا جائزہ لیا۔ کیٹلاگ دیکھی۔ پھر مسٹر پیرسن لائبریرین سے ملے۔ اُن سے اُردو کی کتابیں، رسالے، اخبار اور مائیکروفلم کے لئے انہوں نے وعدہ کیا کہ وہ اس کو لائبریری مکٹی میں رکھیں گے اور کہا کہ ضرور اس سے سب لوگوں کو اتفاق ہوگا پیرسن واقعی بہت اچھے آدمی ہیں۔ جس سے بات کرتے ہیں، اُس کی طرف پوری طرح متوجہ ہوتے ہیں۔ بہت نستعلیق اور شائستہ آدمی ہیں۔ ہر وقت ہر ایک کی مدد کرنے کو تیار رہے ہیں۔ انہوں نے ہماری ہر بات کو مان لیا۔ اور کہنے لگے آپ فہرستیں بنا کر مجھے دے دیجئے۔ میں کوشش کروں گا کہ کتابیں، رسالے اور مائیکروفلم سب آجائیں۔ ہم لوگ وہاں سے چار بجے کے قریب اُٹھے۔ میں نے لائبریری سے دیوان میرسن لیا۔ رسل نے کہا اب چائے پینی چاہیے۔ چنانچہ ہم لوگ چائے پینے

کے لئے سینئر کا من روم میں چلے گئے۔ وہاں چائے پی اور ساڑھے چار بجے
حیدری صاحب کے لکچر میں پہنچے۔ یہ صاحب ایرانی ہیں اور اسکول میں فارسی
کے اُستاد ہیں۔ آج فارسی شاعری پر ان کا لکچر تھا۔ پروفیسر بشیم Professor
Basham نے صدارت کی۔ انہوں نے اپنا مضمون پڑھا۔ مضمون میں حافظ،
سعدی اور رومی کی شاعری کو سامنے رکھ کر فارسی شاعری کے بعض رجحانات
کا جائزہ لیا گیا تھا۔ مضمون تنقیدی نہیں تھا۔ صرف چند باتیں بیان کر دی گئی
تھیں۔ انہوں نے یہ مضمون پڑھا۔ اس کے بعد سوال جواب ہوئے۔ چھ
بجے یہ جلسہ ختم ہوا۔

میں جلسے کے بعد رسل سے رخصت ہو کر پاکستان ہاؤس کھانا کھانے
کے لئے چلا گیا۔ آکسفورڈ اسٹریٹ کی سیر کرتا ہوا اناسٹس برج پہنچا۔ پاکستان
ہاؤس میں پہلے اخبار پڑھے۔ احترام مل گئے۔ ان سے باتیں کیں۔ پھر کھانا کھایا
اور پھر ٹیوب میں بیٹھ کر سیدھا Tufnell Park آیا۔ تھک گیا تھا۔ اس
لئے کسی کام میں جی نہیں لگا۔ بستر میں لیٹ کر کتابوں کے صفحے اُلٹا رہا۔ دس بجے
مجھے نیند آگئی۔

جمعرات ۸ نومبر ۱۹۶۲ء

صبح ساڑھے پانچ بجے اُٹھا۔ آج کسی کام میں جی نہیں لگا۔ پڑھنے لکھنے
کی کوشش کی لیکن کچھ کرنے سکا۔ صرف ڈائری لکھی۔ اور چپ چاپ بستر میں لیٹا
رہا۔ آج پونے سات بجے گھڑی بند ہو گئی۔ اس لئے وقت کا صحیح علم نہ ہو سکا۔
ناشتہ کرنے کے لئے گیا تو معلوم ہوا کہ ساڑھے آٹھ بجے ہیں۔ ناشتہ کر کے ساڑھے
نوبے واپس آیا۔ تیار ہو کر اسکول گیا۔ ڈاک دیکھی۔ آج کوئی خط نہیں آیا۔ کمرے
میں پہنچا۔ چارلس ٹامس آگئے۔ انہیں پڑھایا۔ وہ ایک بجے رخصت ہوئے تو
میں نے سینڈوچ کھائیں اور پھر برٹش میوزیم کی طرف چل دیا۔ وہاں پہنچ کر کلیات
میر حسن، کلیات میر سوزا اور کلیات جبرأت کے نسخے نکلوائے اور کام شروع کیا۔ ڈاکٹر

ریاض الاسلام آگئے۔ اُن سے ملاقات ہوئی۔ ساڑھے چار بجے تک مسلسل کام کرتا رہا۔ تھک گیا۔

پونے پانچ بجے وہاں سے نکل کر آکسفورڈ اسٹریٹ اور بانڈا اسٹریٹ ہوتا ہوا نائنٹس برج پہنچا۔ پاکستان ہاؤس میں پہلے اخبار پڑھے۔ کھانا کھانے کے لئے گیا۔ آج عثمان بری صاحب سے ملاقات ہوئی۔ کہنے لگے آئیے آج ساتھ ساتھ کھانا کھائیں گے۔ بہت دن کے بعد ملاقات ہوئی۔ میں نے کہا میں تو آپ کا روزانہ منتظر کرتا تھا۔ کہنے لگے میں لندن سے باہر رہا اور بہت مصروف رہا۔ اسی لئے ملاقات نہ ہو سکی۔ ہم لوگوں نے کھانا کھایا اور ساڑھے سات بجے تک باتیں ہوتی رہیں۔ پھر ہم لوگ نائنٹس برج کے ٹیوب اسٹیشن آئے۔ وہ تو فون کرنے لگے اور میں ٹیوب میں بیٹھ کر ٹفنل پارک آگیا۔ کپڑے بدل کر بستر میں لیٹ گیا۔ اچھن کو خط لکھا۔ اس کے بعد کچھ پڑھتا رہا۔ ساڑھے دس بجے سو گیا۔

جمعہ ۹ نومبر ۱۹۶۲ء۔

صبح کو پانچ بجے آنکھ کھلی۔ منہ ہاتھ دھو کر بستر میں بیٹھ گیا اور لکھتا رہا۔ پونے نو بجے تیار ہو کر ناشتہ کرنے گیا۔ ساڑھے نو بجے ۱۹۶۲ نمبر بس میں بیٹھ کر اسکول روانہ ہوا۔ ڈاک دیکھی۔ فہمیدہ کا خط ملا جس میں یہ اطلاع تھی کہ وہ ۱۱ نومبر کو ہوائی جہاز سے کراچی چلی جائیں گی اور وہاں سے ۷، ۷، ۷ یا ۱۸ نومبر کو لندن پہنچیں گی۔ خط پڑھ کر اپنے کمرے میں گیا۔ Mrs. Mayat اور Charles Thomas آگئے۔ انہیں نظیر اکبر آبادی کی نظم روٹی نامہ پڑھائی۔ ساڑھے بارہ بجے وہ لوگ رخصت ہوئے۔ تو میں نے چند بسکٹ کھائے اور ایک بجے کے قریب میں برٹش میوزیم چل دیا۔

برٹش میوزیم میں جا کر کلیات میر حسن، کلیات میر سوز اور کلیات بحرات کے نسخے نکلوائے۔ آج میر حسن کی مثنوی رموز العارفین کو ختم کیا اور ایک دوسری

مثنوی جو نواب کے مکان کی تعریف میں ہے شروع کی۔ اس کا بھی خاصہ حصہ نقل کر لیا۔ میر سوز کی بھی کئی غزلیں نقل کیں۔ جرات کی غزلوں کے لئے وقت کم ملا۔ اس لئے صرف تین غزلیں نقل کر سکا۔ ایک بچے سے ساڑھے چار بجے تک مسلسل کام کیا۔ بھوک لگنے لگی۔ باہر نکل کر برآمدے میں پنچ پر بیٹھا اور چند بسکٹ کھائے۔ پانچ بجے کے قریب Charing Cross Road اور Shaftsbury Avenue

اور Piccadilly Circus اور Knights Bridge کی سیر کرتا ہوا پاکستان ہاؤس پہنچا۔ پاکستان کے اخبار پڑھے اور پھر کھانا کھایا۔ آج کھانے نے بہت لطف دیا۔ پونے سات بجے وہاں سے اٹھا۔ Knights Bridge کے اسٹیشن سے ٹوب میں بیٹھا اور پونے آٹھ بجے کے قریب گھر پہنچ گیا۔ کافی بنائی اور پی۔ اس کے بعد کپڑے بدلے اور بستر میں بیٹھ کر لکھنا پڑھنا رہا۔ ساڑھے دس بجے سو گیا۔

ہفتہ ۱۰ نومبر ۱۹۶۲ء

صبح کو ساڑھے پانچ بجے اٹھا۔ سوچا چل کر صبح صبح نہالوں۔ غسل خانے میں جا کر دیکھا تو وہاں کسی صاحب نے بے شمار کپڑے بھگور رکھے تھے۔ طبیعت بدمزہ ہوئی۔ اس لئے نہانے کا خیال چھوڑ دیا۔ واپس آکر چپ چاپ بستر میں بیٹھ گیا، اور لکھنا پڑھنا شروع کر دیا۔ افکار کے لئے ادبی مسائل کے سلسلے کا مضمون شروع کیا۔ پچھلے مہینے میں لکھ سکا تھا۔ اردو ادب کو بین الاقوامی حیثیت کس طرح دی جا سکتی ہے، اس موضوع پر چند خیالات قلم بند کئے۔ پونے دس بجے اٹھ کر ناشتہ کرتے گیا۔ ناشتے کے بعد گیارہ بجے تک باتیں کرتا رہا۔ دودھ والا آگیا۔ وہیں کریم سے ایک پونڈ لے کر اس کو پیسے دیتے۔ نو دس روز کے سات ٹنلنگ چھ مہینے ہوئے۔ گیارہ بجے وہاں سے واپس آیا اور پھر لکھنا پڑھنا رہا۔ خیال تھا شام کو کہیں باہر نکلوں گا۔ پاکستان ہاؤس میں جا کر کھانا کھاؤں گا۔ لیکن آج موسم بہت خراب تھا۔ دن بھر ہلکی ہلکی بارش ہوتی رہی۔ اس لئے گھر

ہی پر رہا۔ شام کو کپڑے پہنے۔ تیار ہوا، اور باہر نکلا کہ کچھ چیزیں خریدلاؤں۔ نیچے اترامصباح اور نجم مل گئے۔ ان کے کمرے میں کچھ دیر بیٹھا اور باتیں کیں۔ پونے چھ بجے وہاں سے اٹھا۔ بازار جا کر ڈبل روٹی مکھن انڈے وغیرہ خریدے اور واپس آکر کمرے میں بیٹھا رہا۔ سات بجے کے قریب آملیٹ بنایا۔ ٹماٹر کاٹے کھانا کھایا اور پھر بستر میں بیٹھ کر لکھنا پڑھنا شروع کر دیا۔ ساڑھے دس بجے سویا۔

اتوار ۱۱ نومبر ۱۹۶۲ء

ساڑھے چار بجے صبح کو آنکھ کھلی۔ بستر میں لیٹا رہا۔ ان گنت خیالات گھیرے رہے۔ پھر سو گیا اور جاگا تو ساڑھے سات بج چکے تھے۔ اٹھ کر منہ ہاتھ دھویا اور کام کرنے کے لئے بیٹھ گیا۔ پونے دس بجے تک لکھنا پڑھتا رہا۔ اس کے بعد ناشتہ کرنے گیا۔ ناشتے کے بعد انڈے کا سالن پکایا۔ طے یہ ہوا کہ بارہ بجے کھانا کھا کے ہندوستانی پکچر جس دیس میں گنگا بہتی ہے، دیکھا جائے گا۔ گیارہ بجے میں اپنے کمرے میں آیا۔ تیار ہوا۔ بارہ بجے جا کر کھانا کھایا اور میں ڈاکٹر کریم کے ساتھ SCALA THEATRE کی طرف چل دیا۔ یہ سینما گوج اسٹریٹ پر ہے۔ اس لئے ہم لوگ ٹفنل پارک Tufnell Park سے یٹوب میں بیٹھے اور وہاں پہنچے۔ لیکن وہاں سناٹا تھا۔ ایک آدمی بھی سینما میں نظر نہیں آیا۔ اس لئے خیال یہ ہوا کہ کچھ گڑ بڑ ہو گئی ہے اور پکچر ملتوی کر دیا گیا ہے۔ اب سوچا کیا کرنا چاہیے۔ عبدالکریم نے کہا کہ Tooting Bec چلتے ہیں۔ وہاں آج ہندوستانی فلم امرڈکھایا جا رہا ہے۔ یہ سینما ٹوٹنگ بک Tooting Bec یٹوب اسٹیشن کے سامنے Upper Tooting Road پر ہے۔ خیر تو ہم لوگ وہاں پہنچے۔ اس وقت ایک بج چکا تھا۔ پکچر شروع ہو گیا تھا۔ تمام درجوں کے ٹکٹ ختم ہو چکے تھے۔ صرف Dress Circle میں کچھ جگہ باقی تھی۔ سات سات ٹکٹ کے دو ٹکٹ لئے اور ہم لوگ ہال میں چلے گئے۔ پکچر شروع ہوئے چند منٹ ہوئے تھے۔ ابتدائی سین دکھایا جا رہا تھا۔ دیپ کمار اور مدھوبالا کی پکچر تھی۔

اس لئے اچھا معلوم ہوا۔ ویسے پھر میں جہاں تک کہانی کا تعلق ہے، کوئی خاص بات نہیں تھی۔

پھر کوئی سو اچار بجے کے قریب ختم ہوئی۔ ہم لوگ وہاں سے نکلے اور یٹوب میں بیٹھ کر نائٹس برج Knight's Bridge پہنچے خبر یہ تھی کہ پاکستان کے وزیر تعلیمات و اطلاعات فضل القادر چودھری لندن آئے ہوئے ہیں آج پاکستان ہاؤس میں ان کی تقریر ہوگی اور وہ طالب علموں سے ملیں گے۔ ہم لوگ کوئی پونے پانچ بجے پاکستان ہاؤس پہنچ گئے۔ فضل القادر چودھری صاحب کی تقریر کا وقت ساڑھے پانچ بجے تھا لیکن وہ سو پانچ بجے لاؤنج میں آگئے۔ جلسہ شروع ہوا۔ اس جلسے میں جنرل یوسف الگلستان میں پاکستان کے ہائی کمشنر اور ایس جی خالق ایجوکیشنل اتھارٹی بھی موجود تھے۔ خالق صاحب نے اٹھ کر یہ کہا کہ ہماری یہ خوش قسمتی ہے کہ فضل القادر چودھری صاحب وزیر تعلیمات لندن آئے ہوئے ہیں۔ انہوں نے ہمارے لئے تھوڑا سا وقت نکالا ہے۔ جو طالب علم یہاں جمع ہیں وہ ان سے سوالات کر سکتے ہیں۔ مناسب یہ ہوگا کہ آپ لوگ اپنے اپنے سوالات لکھ کر دے دیجئے۔ اس پر ایک طالب علم نے اٹھ کر یہ کہا کہ ہمیں وزیر تعلیمات کی خدمت میں پاکستان اسٹوڈنٹس فیڈریشن کی طرف چند گزارشات پیش کرنے کی اجازت دی جائے۔ چودھری صاحب نے فرمایا کہ جو کچھ یہ کہنا چاہتے ہیں انہیں کہنے دیجئے۔ چنانچہ اس طالب علم نے ایک تقریر کی جس میں یہ شکایت تھی کہ طالب علموں کو ہائی کمیشن کی طرف سے اس جلسے کا کوئی دعوت نامہ نہیں ملا۔ پاکستان ہائی کمیشن کے لوگ طالب علموں کو نظر انداز کرتے ہیں۔ ان کا ذرا بھی خیال نہیں رکھتے۔ ہوسٹل کی حالت خراب ہے۔ کھانا اچھا نہیں ملتا۔ ہندوستان کے ہائی کمشنر لندن میں تقریریں کرتے ہیں اور اپنے ملک کے بارے میں بہت کچھ بتاتے ہیں۔ ہمارے ہائی کمشنر کبھی باہر نہیں نکلتے۔ انہوں نے آج تک لندن میں کوئی تقریر نہیں کی۔ اس کے بعد بہت

سے سوال پوچھے گئے جس میں تعلیمی کمیشن کی رپورٹ، سہ سالہ ڈگری کورس، طالب علموں پر فائزنگ اور پاکستان کی سیاست پر سوالات تھے۔ ایک اور طالب علم نے انہیں باتوں کے بارے میں وزارت تعلیمات سے اجازت لے کر تقریر بھی کی۔ انہوں نے اپنی تقریر میں انہیں باتوں کو دہرایا۔

اس جلسے کا اہم پہلو یہ تھا کہ فضل القادری چودھری صاحب برابر ہنستے رہے۔ انہوں نے اپنے اوپر سنجیدگی طاری نہیں کی۔ جب زیادہ غیر سنجیدہ ہوتے تو اردو میں ایک دو فقرے بولتے۔ جب سوال ختم ہو گئے تو انہوں نے تقریر کی اور فرمایا کہ اس وقت جو شخص آپ کے سامنے کھڑا ہوا تقریر کر رہا ہے وہ کسی زمانے میں آپ کا لیڈر رہ چکا ہے۔ میں ۳۵ برس مسلم اسٹوڈنٹس فیڈریشن کا جنرل سکریٹری تھا۔ اس لئے میں آپ ہی میں سے ہوں۔ آپ نے جو شکایات پیش کی ہیں، ان کے بارے میں میں دیکھوں گا اور وہ یقیناً دور ہو جائیں گی۔ پھر کہا کہ سہ سالہ ڈگری کورس پاکستان کے تمام ماہرین تعلیم نے متفقہ طور پر منظور کیا تھا لیکن چونکہ لوگ نہیں چاہتے اس لئے اس کو ختم کر دیا گیا ہے۔ جہاں تک طالب علموں پر فائزنگ کا تعلق ہے۔ اس فائزنگ سے کوئی طالب علم نہیں مرا۔ کچھ زخمی ضرور ہوئے لیکن انہیں معاوضہ دیا جا چکا ہے اور تحقیقات بھی ہو رہی ہے۔ پھر فرمایا کہ ہم لوگ اس وقت بڑے ہی نازک دور سے گزر رہے ہیں۔ ہندوستان اور چین میں جو لڑائی ہو رہی ہے اس کے نتیجے میں امریکہ نے ہندوستان کو اسلحہ دینے شروع کر دیئے ہیں۔ یہ اسلحہ ہمارے خلاف استعمال کئے جاسکتے ہیں۔ حکومت اس صورت حال سے باخبر ہے اور جو کچھ اس کے امکان میں ہے وہ کر رہی ہے۔ آپ مطمئن رہیئے۔ ۲۱ نومبر کو صدر پاکستان نے نیشنل اسمبلی کا سیشن بلایا ہے۔ اس میں بہت اہم فیصلے ہوں گے۔ پاکستان کی موجودہ سیاست کے بارے میں کہنے لگے کہ جو لوگ آج کل لیڈر بننا چاہتے ہیں اور شور مچا رہے ہیں انہیں ملازمتوں کی ضرورت ہے۔ ان کا کوئی نصب العین

نہیں ہے۔ تقریر کے دوران میں کبھی تو وہ سنجیدہ ہو جاتے تھے۔ کبھی ہنسنے لگتے تھے۔ غرض دلچسپ تقریر تھی۔ اُن کی تقریر کے بعد طالب علموں نے بے شمار سوالات کئے اور خاصا ہنگامہ رہا۔ ایک بنگالی طالب علم نے یہ بھی کہا کہ ہائی کمیشن میں مغربی پاکستان کے لوگ زیادہ ہیں۔ مشرقی پاکستان اور مغربی پاکستان کے لوگوں کی تعداد برابر ہونی چاہیے اس پر چودھری صاحب نے فرمایا کہ یہ بات آپ کو اسی جلسے میں نہیں کہنی چاہیے تھی۔ آپ میرے پاس آتے اور تنہائی میں کہتے تو اچھا تھا۔ اس بات سے بعض لوگوں کو تکلیف ہوئی ہوگی۔ بہر حال جہاں اور مسائل کے حل تلاش کئے جا رہے ہیں اس مسئلے کا حل بھی تلاش کیا جائے گا۔

فضل القادر چودھری صاحب کی تقریر کے بعد دیر تک ہنگامہ رہا۔ طالب علم بے شمار سوالات پوچھتے رہے۔ بعضوں نے بدتمیزی بھی کی۔ چودھری صاحب ہنستے رہے اور مذاق کرتے رہے۔ اُن کی تقریر کے بعد مشرقی پاکستان اور مغربی پاکستان کے طالب علموں میں کچھ جھگڑا بھی ہوا۔ غرض پاکستان کا ماحول لندن میں بھی پیدا ہو گیا۔ میں تو جتنی دیر جلسے میں رہا یہی کہتا رہا۔ اللہ ہماری قوم پر رحم کرے۔ خدا پاکستان کو اپنی امان میں رکھے! اس جلسے میں عجیب و غریب ماحول تھا۔ جس انتشار سے ہماری قوم اس وقت گزر رہی ہے اُس کی صحیح تصویر اس جلسے میں نظر آتی تھی۔ یہ جلسہ سات بجے تک جاری رہا۔ میں جلسے کے بعد نیچے آیا۔ ڈاکٹر عبدالکریم کے ساتھ کھانا کھایا۔ ہم لوگ کھانا کھا ہی رہے تھے کہ فضل القادر چودھری صاحب بھی کینٹین میں آگئے۔ امنوں نے کھانے کو دیکھا اور غالباً چکھا بھی۔ چند منٹ کے بعد وہ رخصت ہو گئے۔ ہم لوگوں نے کھانا ختم کیا اور Knight's Bridge سے ٹوب میں بیٹھ کر گھر آئے۔ کمرے میں آکر میں نے کافی بنائی۔ نو بجے تک ہم لوگ اس جلسے کے بارے میں باتیں کرتے اور کافی پیتے رہے۔ اس کے بعد ڈاکٹر عبدالکریم

اومانی رخصت ہوئے۔ میں نے بستر میں لیٹ کر پڑھنا شروع کیا، ساڑھے دس بجے کے قریب مجھے نیندا آگئی۔

پیر ۱۲ نومبر ۱۹۶۲ء

صبح کو پانچ بجے اٹھا۔ چھ پنس گیس کی مشین میں ڈالے۔ پانی گرم کیا اور نہایا۔ اس کے بعد چائے تیار کی۔ بستر میں بیٹھ کر چائے پی اور پھر لکھنا پڑھنا رہا۔ پونے نو بجے ناشتہ کرنے گیا۔ واپس آکر سینڈوچ بنائیں۔ اپنے تھیلے میں رکھیں اور بس میں بیٹھ کر اسکول چل دیا۔ وہاں پہنچ کر سب سے پہلے ڈاک دیکھی۔ شفٹ سکن اور فہمیدہ کے خط ملے۔ ہندوستان، پاکستان اور سیلون کے شعبے کی مسزگارلنڈ

کرٹری Mrs. Garland کی ایک چٹ بھی ملی جس میں یہ لکھا تھا کہ بی۔ بی۔ سی کوئی صاحب آپ کو فون پر بلانا چاہتے تھے۔ میں آپ کو کس طرح بلاتی۔ مجھے علم نہیں ہوتا کہ آپ لوگ کہاں ہیں۔ انہوں نے اپنا نام نہیں بتایا لیکن مجھے بہت پریشان کیا۔ میں وہ چٹ لے کر فوراً ان کے پاس گیا۔ بات کی تو معلوم ہوا کوئی صاحب واقعی انہیں فون پر پریشان کرتے رہے۔ میں سوچتا رہا کہ کون ہو سکتا ہے۔ خیال آیا کہ میرے شاگرد عباسی ہی ایسا کر سکتے ہیں۔ وہ آج کل بی۔ بی۔ سی میں ہیں۔ غالباً ملنا چاہتے ہوں گے۔ Mrs. Garland نے بہت معذرت

کی۔ مجھ سے میرے مکان کا پتہ مانگا۔ میں نے لکھ کر دے دیا۔ پھر سکول کے ڈپٹی سیکرٹری مسٹر برکن کے پاس گیا۔ انہوں نے مجھے اطلاع دی تھی کہ آپ کے لئے کمرے کی چابی تیار ہو گئی ہے۔ لے لیجئے۔ ان سے چابی لی رجسٹر میں دستخط کئے اور سنیئر کمان روم میں آکر بیٹھ گیا۔ اس وقت ساڑھے گیارہ بجے تھے۔ بارہ بجے Dr. TN. Madan نے ملنے کا وعدہ کیا تھا۔ یہ صاحب کشمیری ہیں۔ لکھنؤ میں بھی رہ چکے ہیں۔ عمرانیات کے شعبے میں پکار کی حیثیت سے لندن آئے ہیں۔ لکھنؤ یونیورسٹی کی نسبت سے انہوں نے مجھے لکھ کر بھیجا کہ ملنا چاہتے ہیں۔ آج بارہ بجے کا وقت مقرر ہوا۔ وہ بارہ بجے آئے۔ ہم لوگوں نے کافی پی اور دیر

ہم لکھنؤ، لکھنؤ یونیورسٹی، کشمیر، لاہور اور ہندوستان پاکستان کے مسلمانوں کے بارے میں باتیں کرتے رہے۔ انہوں نے اپنے گھر آنے کی دعوت دی۔ میں نے کہا میری بیوی آبائیں تو آپ کے یہاں آنے کا پروگرام بناؤں گا۔ یہ گولڈرس گرین میں رہتے ہیں۔ انہوں نے مجھے اپنا پتہ لکھ کر دیا۔ ایک بجے سے کچھ قبل ہم لوگ رخصت ہوئے۔

میں فوراً نیچے اتر۔ ڈاک دیکھی۔ رسل سے چند منٹ باتیں کیں۔ فہمیدہ کے خط کا مختصر سا جواب لکھا۔ سینڈوچ اور بسکٹ کھائے اور برٹش میوزیم کی طرف چل دیا۔ وہاں پہنچ کر کلیات میر حسن، کلیات میر سوز اور کلیات جبرارت کے نسخے نکلوائے اور کام شروع کیا۔ میر حسن کی دو مثنویاں میر سوز کی چھ سات غزلیں اور جبرارت کی تین چار غزلیں نقل کیں۔ ساڑھے چار بجے تک یہ کام کیا۔ میوزیم کے بند ہونے میں چند منٹ باقی تھے۔ اس لئے جبرارت کی مثنوی حسن و عشق کی ایک داستان، پڑھنے لگا یہ مثنوی ان کے اس کلیات میں شامل ہے۔ یہ ۱۱۹۱ء میں لکھی گئی اور اس میں نواب محبت خاں کی رنگین زندگی کے واقعات بیان کئے گئے ہیں۔ جبرأت نے دعویٰ کیا ہے کہ یہ مثنوی بالکل سچی ہے۔ اس میں ایک بات بھی غلط نہیں ہے۔ اب اس کو نقل کروں گا۔ سوچتا ہوں اس کلیات سے قال ہی شائع کر دوں۔ دلچسپ چیز ہے، پانچ بجے سے قبل میوزیم سے باہر نکلا۔ میوزیم اسٹریٹ پر کولٹ

Collett. کتابوں کی دوکان دیکھی۔ ان کے یہاں سے دو کتابیں خریدیں۔ ایک

Russian Litration اور دوسری Gorki on Litration

سولہ نسلنگ میں دونوں کتابیں ملیں۔ وہاں سے چل کر Tottenham

Court Road کے قریب شیخ برادرز کی دوکان سے قیمہ خریدا اور ٹیوب

میں بیٹھ کر گھر آیا۔ Tufnell Park کے اسٹیشن سے اتر کر باہر آیا

تو پیچھے سے آواز آئی ڈاکٹر صاحب۔ سعید خاں میرے پیچھے آ رہے تھے۔

کہنے لگے 'خوب ملے میں بھی یہاں قریب ہی رہتا ہوں۔ میں انہیں اپنے ساتھ کمرے میں لے آیا۔ کافی بنائی اور کوئی ایک گھنٹے تک ہم لوگ باتیں کرتے رہے۔ یہ صاحب بریلی کے رہنے والے ہیں لاہور میں اقامت اختیار کی ہے۔ آج کل لندن میں ہیں۔ بیرسٹری کرنا چاہتے ہیں۔ ابھی تک کوئی صورت نکلی نہیں ہے۔ کہنے لگے۔ میں قریب ہی رہتا ہوں اب ملاقات ہوتی رہے گی۔ ساڑھے سات بجے انہیں رخصت کیا ہی تھا کہ نجم قادری آگئے۔ نیچے کی منزل میں رہتے ہیں۔ ان سے کوئی آٹھ بجے تک باتیں ہوتی رہیں۔ آٹھ بجے کے بعد میں قیمہ لے کر ڈاکٹر عبدالکریم کے کمرے میں گیا۔ وہاں قیمہ لکایا اور سب نے مل کر مزے سے کھایا۔ پھر چائے پی۔ اور سوا نو بجے تک باتیں کیں۔ کمرے میں واپس آکر وہ دونوں کتابیں پڑھیں جن کو آج ہی خرید کر لایا تھا۔ گیارہ بجے سویا۔

منگل ۱۳ نومبر ۱۹۶۲ء

صبح کو پانچ بجے اٹھا۔ آج چائے نہیں بنائی۔ سوچا ناشتے پر اطمینان سے چائے پیوں گا۔ ساڑھے آٹھ بجے تک لکھتا پڑھتا رہا۔ گھڑی بند ہو گئی اس لئے اندازے سے وقت ملایا۔ ناشتہ کرنے پہنچا تو نو بجنے میں دس منٹ باقی تھے۔ دس منٹ کا فرق نکلا۔ ناشتہ کر کے ساڑھے نو بجے کمرے میں آیا۔ کچھ بسکٹ اپنے مقبلے میں ڈالے۔ دس بجے کے قریب اسکول چل دیا۔ ۱۳ نمبر بس میں بیٹھ کر Euston Square پر اُترا۔ وہاں سے پیدل اسکول پہنچا۔ ڈاک دیکھی۔ فہمیدہ کا خط ملا جس میں یہ لکھا تھا کہ دفتر کے کلرک چھٹی کے معاملے میں انہیں پریشان کر رہے ہیں۔ اب یہ فرماتے ہیں کہ

D. I. G. or C. I. D No Objection. لائے۔ وہ بیچاری

دفتروں میں ماری ماری پھر رہی ہیں۔ اللہ اس قوم کی حالت پر رحم کرے۔
مردم آزاری تو اس کا مزاج بن گئی ہے۔ انسان کو ہلکان کر دیتے ہیں۔ میں

جب لندن آیا تھا تو مجھے بھی دفتر کے بعض لوگوں نے رُلا دیا تھا۔ خدا جانے
 انسانیت ہمارے یہاں کب پیدا ہوگی؟
 ان خیالات میں گم میں برٹش میوزیم کی طرف روانہ ہوا۔ آج اور نیشنل سائنس
 کے دروازے پر جو شخص کھڑا رہتا ہے اور دروازہ کھولتا اور بند کرتا ہے وہ
 مجھ سے پوچھنے لگا آپ مسلمان ہیں یا ہندو؟ میں نے کہا مسلمان ہوں اور پاکستان
 سے آیا ہوں۔ بولا السلام علیکم۔ میں نے کہا وعلیکم السلام۔ اور آگے بڑھ گیا۔
 ضرور کسی زمانے میں یہ شخص ہندوستان میں رہا ہوگا۔ برٹش میوزیم میں بعض ایسے
 لوگ ملازم ہیں جو انگریزوں کے زمانے میں ہندوستان میں رہ چکے ہیں۔ ہندوستان
 میں اچھے دن دیکھے تھے۔ اب بے چاروں کی حالت تپلی ہے، اس لئے کوئی
 ہندوستانی پاکستانی مل جاتا ہے تو اس سے باتیں کر کے پرانی یادوں کو تازہ
 کرتے ہیں۔

برٹش میوزیم کے اور نیشنل سائنس میں پہنچ کر میں نے ٹھیک پونے بارہ بجے
 کلیات میر حسن، دیوان میر سوز اور کلیات جبرارت کے نسخے لکھوائے اور کام شروع
 کر دیا۔ آج میر حسن کی مثنوی جو انہوں نے اپنے گھر کے بارے میں لکھی ہے ختم
 ہو گئی۔ اب کل خوان نعمت پر کام نقل کروں گا۔ پانچ سات غزلیں میر سوز کی اور
 چار پانچ جرات کی بھی ہو گئیں۔ گیا تو برٹش میوزیم کی فہرستیں دیکھتا رہا۔

ساڑھے چار بجے وہاں سے رخصت ہوا۔

میوزیم اسٹریٹ سے چیرنگ کراس روڈ Charing Cross Road.

پر ہوتا ہوا لیسٹر اسکوائر Leicester Square پہنچا۔ وہاں سے پکاڈلی
 سکرس گھومتا ہوا Knight's Bridge پہنچا۔ پاکستان ہاؤس میں اخبار پڑھے اور
 کھانا کھایا۔ وہاں یعقوب مسین سے ملاقات ہوئی۔ میں نے اُن سے کہا کہ آپ تو
 وکٹوریا میں رہتے ہیں۔ بی۔ او۔ اے۔ سی کا ٹرینٹل بتائیے کہ کس جگہ ہے؟ میں رات
 کے وقت وہاں پہنچا تھا۔ بھول گیا ہوں۔ کہنے لگے۔ آپ میرے ساتھ چلتے۔ آپ

کو دکھا دوں گا۔ چنانچہ ہم لوگ ایک ساتھ وکٹوریا کی طرف چل دیئے۔ وہاں جا کر بکننگھم پبلس روڈ پر بی او اے سی کے ٹرمنل کی صحیح جگہ دیکھی۔ یہاں ہوائی اڈے سے مسافر کوچ میں آتے ہیں۔ اتوار کو فہمیدہ لندن پہنچیں گی۔ انہیں لینے کے لئے ہوائی اڈے پر جانا ہے۔ اس لئے سوچا ذرا جگہ دیکھ لی جائے۔ یعقوب تو مجھے یہ جگہ دکھا کر رخصت ہوئے اور میں وکٹوریا اسٹیشن کے قریب سے ۲۴ نمبر بس میں بیٹھ کر Tottenham Court Road پہنچا اور Warren Street

سے ٹوب میں بیٹھ کر گھر آ گیا۔ کمرے میں پہنچ کر کافی بنائی اور ایک پیالی پی کر ادبی مسائل کے سلسلے کا مضمون لکھنا شروع کیا۔ نصف کے قریب لکھا۔ گیارہ بجے نیند آ گئی۔

بدھ ۱۴ نومبر ۱۹۶۲ء

صبح کو ساڑھے پانچ بجے جاگا۔ اٹھ کر چائے بنائی۔ دو پیالیاں ہیں۔ ایک تو سبھی سینک کر کھایا۔ اس کے بعد کچھ لکھنا پڑھنا شروع کیا۔ پونے نو بجے تک کام کرتا رہا۔ پھر ناشتہ کرنے گیا۔ ساڑھے نو بجے واپس آیا۔ سوا دس بجے تیار ہو کر اسکول روانہ ہوا۔ ڈاک دیکھی۔ فہمیدہ کا خط ملا۔ اس میں یہ اطلاع تھی کہ وہ لاہور سے کراچی پہنچ گئی ہیں اور اب بجائے اتوار ۱۸ نومبر کے منگل ۲۰ نومبر کو لندن پہنچیں گی۔ آج انتظار حسین کا خط بھی ملا جس میں یہ لکھا تھا کہ ادب لطیف کے سالنامے کے لئے سفر نامہ لکھ کر بھیجئے۔ ایک خط بی۔ بی۔ سی سے بھی آیا جس میں بی بی سی کے ایشین کلب کا ذکر تھا اور یہ خواہش ظاہر کی گئی تھی کہ میں اس میں شرکت کروں۔ یہ پروگرام براڈ کاسٹ ہوتا ہے۔

ان خطوں کو لے کر میں اپنے کمرے میں پہنچا۔ گیارہ بج گئے لیکن آج چارلس ٹامس نہیں آئے۔ میں ان کا انتظار کر ہی رہا تھا کہ دروازے پر دستک ہوئی۔ میں نے دروازہ کھولا تو ایک اجنبی کو دیکھا۔ یہ صاحب ڈاکٹر باکے Dr. Bake. سے ملنے آئے تھے لیکن وہ موجود نہیں تھے اس لئے میرے کمرے میں آگئے۔

یہاں سنسکرت کے ریڈر ہیں۔ میرے برابر کے کمرے میں Dr. Bake

میٹھتے ہیں۔ ہندوستانی موسیقی سے بھی انہیں دلچسپی ہے اور خود گاتے بھی ہیں۔ ہندوستان میں عرصے تک رہ چکے ہیں۔ اس اجنبی انگریز نے کہا میں ڈاکٹر باکے Dr. Bake سے ملنے آیا تھا۔ کیا آپ بتا سکتے ہیں کہ وہ کب تک آئیں گے؟ میں نے کہا مجھے اُن کے پروگرام کا علم نہیں ہے۔ پھر خود ہی انہوں نے کہا کہ مجھے تصویریں جمع کرنے کا شوق ہے۔ میں ہندوستان میں پولیس افسر تھا۔ ۲۳ تک وہاں رہا۔ میں نے اپنی زندگی کے سات سال وہاں گزارے ہیں۔ وہ میرا بہترین زمانہ تھا۔ میں اُردو، بلوچی، سندھی اور فارسی بول سکتا ہوں۔ میں نے ہندوستان میں رہ کر مصوری کے بہت سے شاہکار جمع کئے۔ میں ڈاکٹر باکے کے پاس اس لئے آیا ہوں کہ اُن سے سنسکرت کے بعض کتبے پڑھواؤں۔ مجھے چند پرانی تصویریں ملی ہیں۔ ان پر یہ کتبے بھی ہیں۔ میں نے اُن کا نام اور پتہ پوچھا کہنے لگے "میرا نام W. B. Manley ہے۔ میں ڈاکٹر بھی ہوں۔ اس لئے میرے نام کے ساتھ ڈاکٹر بھی لگتا ہے۔ اور میرا پتہ ہے

The Glade Warwicks Bench Guildford, Surrey.

ٹیلی فون نمبر Ph: 5648 Guil اس کے بعد میرے بارے میں بھی پوچھا۔ میں نے اپنا نام بتایا اور یہ کہا کہ میں اُردو کے استاد کی حیثیت سے یہاں آیا ہوں۔ بہت خوش ہوئے۔ کہنے لگے "میرا لڑکا ابھی تک ہندوستان میں ہے۔ چندی گڑھ میں انسپٹر جنرل پولیس ہے۔ اُس نے وہاں ایک ہندو لڑکی سے شادی کر لی ہے۔ آج کل لندن میں تو زندگی بہت سخت ہے۔ معمولی سی جگہ کے لئے سینکڑوں اُمیدوار ہوتے ہیں۔ ملازمت کا ملنا دشوار ہو گیا ہے۔ اس لئے وہ یہاں آنا نہیں چاہتا۔ ساڑھے گیارہ بجے تک یہ صاحب مجھ سے باتیں کرتے رہے۔

ان کے جانے کے بعد رسل آگئے۔ اُن سے باتیں ہوتی رہیں۔ بارہ بجے ہم لوگ برک بک کالج میں کھانا کھانے گئے۔ وہاں سے واپس آ کر سینٹر کا من

روم میں کافی پی اور اپنے کمرے میں آگئے۔ رسل تو اسی وقت چلے گئے۔ میں کمرے میں بیٹھ کر خط لکھتا رہا۔ ڈیڑھ بجے برٹش میوزیم گیا۔ کلیات میرسن، دیوان میرسوز اور کلیات جبرأت کے نسخے نکلوائے اور اپنا کام شروع کیا۔ ساڑھے چار بجے تک کام کرتا رہا۔ اس کے بعد وہاں سے نکلا اور Oxford Street.

اور Regent Street اور Piccadilly کی سیر کرتا ہوا نائنٹس برج Knights Bridge پہنچا۔ پاکستان ہاؤس میں پہلے اخبار پڑھے۔ پھر کھانا کھانے کے لئے کینیٹن میں گیا۔ وہاں نذیر حسین صاحب پیرسٹر مل گئے۔ عرصے کے بعد ملے۔ اس لئے دیر تک باتیں ہوئیں۔ ساڑھے آٹھ بجے ہم لوگوں نے کھانا کھایا اور وہاں سے ایک ساتھ ٹوب میں بیٹھے۔ وہ Tottenham Court Road تک میرے ساتھ آئے۔ وہاں سے اُنہوں نے گاڑی بدلی اور میں سیدھا Tufnell Park. آکر اترا۔ کمرے میں پہنچ کر گیارہ بجے تک کام کیا اور پھر سو گیا۔

جمعرات ۱۵ نومبر ۱۹۶۲ء

صبح کو پانچ بجے کے قریب آنکھ کھلی۔ منہ ہاتھ دھو کر لکھنا پڑھنا شروع کیا۔ ادبی مسائل کے سلسلے کا مضمون لکھتا رہا۔ ۹ بجے ناشتہ کرنے گیا۔ ساڑھے نو بجے واپس آیا اور تیار ہو کر اسکول چلا گیا۔ ڈاک دیکھی آج کوئی خط نہیں آیا۔ گیارہ بجے کمرے میں گیا۔ چارلس ٹامس آگئے مسنرمایات بھی آگئیں۔ انہیں فسانہ مبتلا

اور پریم چند کی کہانی پڑھائی۔ ایک بجے تک پڑھایا۔ پھر Sandwiches. کھائیں اور برٹش میوزیم میں چلا گیا۔ میرسن، میرسوز اور جبرأت کے کلیات نکلوائے اور سو چار بجے تک کام کرتا رہا۔ وہاں سے اُٹھ کر ڈاک خانے گیا۔ خط اور ٹکٹ خریدے۔ پھر اپنے کمرے میں پہنچا۔ رسل ابھی تک پڑھا رہے تھے۔ ساڑھے چار بجے انہوں نے پڑھنا ختم کیا تو میں اُن کے ساتھ سینٹر کمان روم میں گیا۔

آج یہاں اسکول کے ڈائریکٹر کی طرف سے پارٹی تھی اور Prof. Asa

Briggs. کا لکچر بھی تھا۔ یہاں لوگ بڑے کاروباری انداز میں چائے پیتے ہیں۔ چائے کی ایک پیالی لے لو۔ اپنی کرسی پر بیٹھ جاؤ۔ چائے پی کر پیالی کرسی کے نیچے رکھ دو۔ اللہ اللہ خیر صلا۔ ہمارے یہاں کی طرح چائے اطمینان سے نہیں پیتے۔ مجھے یہ ماحول پسند نہیں۔ چائے تو اطمینان سے پینے کی چیز ہے۔ بیٹھے چائے پیتا جاتے اور باتیں کرتا جاتے۔ شاید اس کی وجہ یہ ہے کہ یہاں کے لوگوں کو چائے سے زیادہ دلچسپی نہیں۔ یہ تو شراب اطمینان سے پیتے اور اس وقت باتیں کرتے ہیں۔

خیر چائے زہر مار کی اور پھر Asa Briggs. کا لکچر سنا۔ یہ صاحب BRIGHTTEND میں تاریخ کے پروفیسر ہیں آکسفورڈ اور کیمبرج کی یونیورسٹیوں میں ٹیوٹر رہ چکے ہیں۔ انہوں نے ٹیوٹوریل کی تعلیم کے موضوع پر لکچر دیا۔ اسکول کے ڈائریکٹر پروفیسر فلیس نے صدارت کی۔ لکچر دلچسپ اور معلوم افزا تھا۔ پہلے انہوں نے ٹیوٹوریل کی تعلیم کی تاریخ بیان کی۔ آکسفورڈ اور کیمبرج میں جس طرح ٹیوٹوریل کی تعلیم ہوتی ہے اس کی تفصیل پیش کی، اور پھر اس کے اچھے اور بُرے پہلوؤں کو واضح کیا۔ ان کے لکچر کے بعد چند استادوں نے سوال کئے اور یہ جلسہ سو اچھے بجے ختم ہوا۔

وہاں سے اٹھ کر میں رسل کے ساتھ اپنے کمرے میں آیا۔ وہاں سے وہ اپنے گھر چلے گئے اور میں وارن اسٹریٹ سے ٹوب میں بیٹھ کر اپنے گھر آ گیا۔ بازار میں ڈبل روٹی تلاش کی لیکن دوکانیں بند ہو چکی تھیں۔ اس لئے ڈاکٹر کریم اور حق کے کمرے میں گیا اور ان کے ساتھ کھانا کھایا۔ نوبے واپس آ کر لکھتا پڑھتا رہا۔ گیارہ بجے کے قریب نیند آ گئی۔

جمعہ ۱۶ نومبر ۱۹۶۲ء

صبح پانچ بجے اٹھا۔ چائے بنائی۔ دو پیالیاں ہیں۔ ادبی مسائل کا سلسلے کا مضمون مکمل کیا۔ ۹ بجے کے قریب ناشتہ کرنے گیا۔ ساڑھے نو بجے واپس آ کر

تیار ہوا اور اسکول جانے کے لئے باہر نکلا۔ آج باہر عجیب منظر تھا۔ ہلکی ہلکی برف گر رہی تھی۔ لیکن بہت زیادہ نہیں۔ سردی خاصی تھی۔ لوگ چل پھر رہے تھے۔ مائیں اپنے بچوں کو لئے ہوئے سڑکوں پر اطمینان سے گھوم رہی تھیں۔ کوئی برف اور سردی سے خوف زدہ نہیں تھا۔

میں ان مناظر کو دیکھتا ہوا اسکول پہنچا۔ ڈاک دیکھی۔ آج اچھن کا تار ملا جس میں یہ اطلاع تھی کہ بھابھی (فہمیدہ) منگل کو پی۔ آئی۔ اے کی فلائٹ نمبر ۷۰۳ پی کے سے لندن پہنچیں گی۔ یہ تار ۱۵ نومبر کو ۳ بجے کراچی سے چلا تھا۔ اسی روز رات کو آگیا ہوگا۔ مجھے صبح کو ملا۔ دو تین اور بھی خط تھے۔ لیکن ان میں کوئی خاص بات نہیں تھی۔

گیارہ بجے کمرے میں پہنچا۔ رسل موجود تھے۔ ان سے چند منٹ باتیں ہوئیں۔ پھر چارلس ٹامس اور مسنرمایا آگئے۔ ان کو میں نے ساڑھے بارہ بجے تک پڑھایا۔ ایک بجے رسل پھر آگئے۔ آج یہ طے ہوا تھا کہ ہم لوگ اپنے سٹاف کی رفیکٹری Refectory میں دن کا کھانا کھائیں گے۔ چنانچہ ہم لوگ وہاں گئے۔ میں نے مچھلی اور پڈنگ کھائی۔ یہاں ماحول اچھا تھا۔ قاعدے سے کھانا ملا۔ دوڑ بھاگ نہیں تھی۔ لیکن سامنے شراب کے دور چل رہے تھے۔ اُستاد بھی یہاں شراب پیتے ہیں، اور دن کے وقت بھی پیتے ہیں لیکن ایسے لوگ کم تھے۔ بیشتر نے شراب نہیں پی۔ میں نے دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ پینا تو سب چاہتے ہیں لیکن اتنا خرچ نہیں کر سکتے۔ شراب یہاں خاصی مہنگی ہے۔ ہم کھانا کھا ہی رہے تھے کہ ڈاکٹر جینی Dr. Gaine آگئے اور میرے برابر بیٹھ گئے۔ یہ صاحب پہلے بنارس یونیورسٹی میں پالی پڑھاتے تھے۔ اب یہاں پالی اور بڈھ مذہب کے اُستاد ہیں۔ میں نے ان سے پوچھا کہ کیا آپ جن مذہب کے تمام اصولوں پر یہاں بھی عمل کرتے ہیں؟ کہنے لگے صرف گوشت نہیں کھاتا۔ انڈہ کھالیتا ہوں۔ میں صرف اسی حد تک جن ہوں۔

ہم لوگ وہاں سے پونے دو بجے کے قریب اُٹھے۔ پہلے لائبریری کے ریڈنگ روم میں گئے۔ وہاں اسکول آف اورینٹل اسٹڈیز کے لائبریرین مسٹر پیرسن کی وہ کتاب دیکھی جس میں انہوں نے مخطوطات کا ذکر کیا ہے۔ لیکن بہت مختصر ہے۔ میں نے اور رسل نے یہ طے کیا ہے کہ ہم لوگ انگلستان کی تمام لائبریریوں کو خط لکھ کر دریافت کریں گے کہ ان کے پاس اردو زبان اور ادب سے متعلق کون کون سے مخطوطات ہیں۔ پھر ان کے مائیکروفلم تیار کرالیں گے اور اپنے اسکول میں تحقیقی کام کے لئے ان کا ایک سکشن بنائیں گے۔

ریڈنگ روم سے نکل کر ہم لوگ اپنے کمرے میں پہنچے۔ اب رسل نے اپنا سبق شروع کیا۔ میری مثنوی معاملات عشق نکالی اور اُس کے کچھ حصے مجھ سے پڑھے۔ بعض شعر ان کے ذہن میں واضح نہیں تھے۔ میں نے ان کی وضاحت کی۔ پھر ہم لوگ دیر تک میری اس مثنوی کے بارے میں باتیں کرتے رہے۔ رسل نے اس خیال کا اظہار کیا کہ میرے خیال میں یہ میری آپ بیتی ہے۔ میں نے اس سے اتفاق کیا۔ میرے جس انداز میں اپنے تجربات کی وضاحت کی ہے اُس سے صاف اندازہ ہوتا ہے کہ یہ سب ان پر بیتی ہوئی باتیں ہیں۔ اس کے بعد ہم نے انگلستان اُردو کی تعلیم کے بارے میں ایک منصوبہ بنایا۔ پھر کتابوں کی ایک فہرست بنائی۔ وہ کتابیں جو اسکول کی لائبریری میں منگوائی جائیں گی۔

اب ساڑھے چار بج گئے تھے۔ اس لئے میں نے رسل سے کہا کہ مجھے بازار جانا ہے۔ میرے قریب جو دو ڈاکٹر رہتے ہیں، ان سے وعدہ ہے وہ میرے مشورے سے کچھ چیزیں خریدنا چاہتے ہیں۔ چنانچہ وہاں سے اسکول آف ہائی جین اینڈ ٹراپیکل میڈیسن آیا۔ یہاں سے ڈاکٹر حق اور ڈاکٹر عبدالکریم اور ڈاکٹر شاہ کولنے ساتھ لیا اور ہم لوگ آکسفورڈ اسٹریٹ کی طرف چل دیئے۔ کئی دوکانیں دیکھیں۔ ڈاکٹر عبدالکریم نے دستا نے خریدے۔ ایک ڈریسنگ گاؤن لیا۔ جب خریداری ختم ہو گئی تو میں نے سوہو Soho سے گوشت لیا۔

اور ہم لوگ ٹوب میں بیٹھ کر ٹفنل پارک Tufnel Park آئے۔ عبدالکریم کے کمرے میں گوشت پکا یا گیا۔ سب نے مل کر کھایا۔ نونہ کے کھانا کھا کر فارغ

ہوئے۔ میں نے ٹوب اسٹیشن جا کر مسز میرین ملک Mrs, Marian Malik کو فون کیا لیکن مجھے کامیابی نہیں ہوئی۔ انہیں یہ بتانا تھا کہ ہمیدہ انوار کے بجائے آئندہ منگل یعنی ۲۰ نومبر کو لندن پہنچیں گی۔ ناکام واپس آیا۔ چارٹس بھی ضائع ہوئے۔ کمرے میں آکر کچھ دیر پڑھتا لکھتا رہا۔ گیارہ بجے سویا۔

ہفتہ ۷، نومبر ۱۹۶۲ء

صبح کو پانچ بجے آنکھ کھلی۔ آج دن بہت خراب تھا۔ ہر طرف دُھند سی چھائی ہوئی تھی۔ ہلکی ہلکی بارش بھی ہو رہی تھی۔ سردی بھی زیادہ تھی۔ چپ چاپ بستر میں لیٹا رہا۔ سات بجے کے قریب اٹھ کر چائے بنائی۔ دو پیالیاں پییں۔ پھر کام کرنے لگا۔ دس بجے کے قریب ناشتہ کرنے گیا۔ وہاں سے گیارہ بجے واپس آیا۔ ساڑھے بارہ بجے عبدالودود اور فضل (ظہیر صاحب اردو مرکز کے صاحب زادے) آگئے۔ اُن سے دیر تک باتیں ہوتی رہیں۔ وہ لوگ ڈیڑھ بجے کے قریب رخصت ہوئے تو میں ڈاکٹر حق اور ڈاکٹر ادمانی کے کمرے میں گیا۔ آج میں نے اُن سے وعدہ کیا تھا کہ مٹر پلاؤ پکاؤں گا۔ چنانچہ مٹر پلاؤ اور انڈے کا سالن پکا یا گیا اور ہم لوگوں نے ڈٹ کر کھایا۔ ڈھائی بجے کے بعد میں کمرے میں واپس آیا۔ گھر خط لکھا۔ اُس کے بعد انتظار حسین کے خط کا جواب دیا۔ ساڑھے

چار بجے کے قریب تیار ہو کر باہر نکلا۔ خط پوسٹ کئے اور Kentish Town تک گھومنے گیا۔ ساڑھے پانچ بجے واپس آیا۔ کچھ دیر نجم اور مصباح سے باتیں کیں اور پھر اپنے کمرے میں آگیا۔ گیارہ بجے تک لکھتا رہا۔ اور پھر سو گیا۔

اتوار ۱۸، نومبر ۱۹۶۲ء

صبح کو سات بجے سو کر اُٹھا۔ چائے بنائی۔ اور پھر بستر ہی میں لکھتا پڑھتا رہا۔ ساڑھے دس بجے ناشتہ کرنے گیا۔ ساڑھے گیارہ بجے واپس آیا۔ پھر بستر میں

لیٹ گیا اور کام کرتا رہا۔ ایک بجے اٹھ کر تیار ہوا، اور گھومنے کے لئے نکل گیا۔

پہنچا۔ راستے میں بارش ہونے لگی۔ Tottenham Court Road,

چھتری نے بہت کام دیا۔ بارش کم ہوئی تو آگسٹ فورڈ اسٹریٹ اور Regent

Street پر گھومتا ہوا Piccadilly Circus آیا۔ آج دوکانیں بند تھیں۔

اس لئے سناٹا تھا۔ بارش کی وجہ سے کوئی خاص رونق بھی نہیں تھی۔ بہر حال

میں گھومتا ہوا Knights Bridge آیا۔ چھ بجے کینٹن میں گیا۔ یعقوب

مبین مل گئے۔ اُن کے ساتھ کھانا کھایا۔ اور سات بجے کے قریب Knights

Bridge سے ٹوب میں بیٹھ کر اپنی جائے قیام پر آ گیا۔ ساڑھے دس بجے

تک کام کرتا رہا۔ پھر سو گیا۔

پیر ۱۹ نومبر ۱۹۶۲ء

صبح کو پانچ بجے آنکھ کھلی۔ ۹ بجے تک لکھتا پڑھتا رہا۔ پھر ناشتے کے لئے

گیا۔ ساڑھے نو بجے واپس آیا۔ ساڑھے دس بجے کے قریب تیار ہو کر اسکول

پہنچا۔ پہلے ڈاک دیکھی۔ فہمیدہ اور اسد کے خط ملے۔ خط لے کر اپنے کمرے

میں گیا۔ رسل کو دیکھا۔ وہ سینئر کامن روم میں جا چکے تھے۔ دروازے پر پرچہ

لگا ہوا جس میں یہ لکھا تھا کہ کامن روم میں پھر Mr. Arafat کے لکچر میں چلیں

گے۔ میں سینئر کامن روم میں گیا۔ رسل وہاں سے بھی جا چکے تھے۔ اب سوچا ڈیپارٹمنٹ

کے دفتر میں جا کر معلوم کروں کہ Mr. Arafat کا لکچر کہاں ہے۔ وہاں پہنچا ہی

تھا کہ رسل باہر نکلے۔ انہوں نے اطلاع دی کہ ابھی میرین Mrs. Garland

کو فون کر رہی تھیں۔ وہ مجھ سے بات کرنا چاہتی ہیں۔ ہم لوگ باتیں کرتے ہوئے

کانفرنس روم میں گئے۔ Arafat صاحب موجود تھے۔ رسل نے اُن سے

تعارف کرایا۔ یہ صاحب لندن یونیورسٹی میں عربی کے ریڈر ہیں۔ عرب ہیں اور

مسلمان ہیں۔ انہوں نے گیارہ بجے اپنا لکچر شروع کیا۔ اسلام کے بنیادی اصول

کی وضاحت کی۔ لکچر کے بعد کچھ لوگوں نے سوال پوچھے۔ ساڑھے بارہ بجے تک

یہ سلسلہ جاری رہا۔ اس کے بعد ہم لوگ وہاں سے رخصت ہوتے۔ ریل کو برک بک کالج Birkbeck College. پہنچنا تھا۔ وہ تو چلے گئے۔

میں کمرے میں آیا، اور وہاں سے کوٹ اور چھتری لے کر پکا ڈلی کی طرف چل دیا۔ اس خیال سے کہ پی۔ آئی۔ اے کے دفتر سے پی۔ آئی۔ اے کی فلائٹ نمبر ۰۳ پی کے کا وقت معلوم کروں گا۔ کیونکہ ہمیدہ منگل کو اسی جہاز سے لندن پہنچ رہی تھیں۔ اُن کے دفتر پہنچا تو وہاں خاصا مجمع تھا۔ اس لئے میں نے یہ سوچا کہ پاکستان ہاؤس چل کر کھانا کھا لوں۔ واپسی میں دریافت کر لوں گا۔ چنانچہ پاکستان ہاؤس گیا۔ وہاں کھانا کھایا اور تین بجے کے قریب واپسی میں جہاز کے آنے کا وقت دریافت کیا۔ معلوم ہوا کہ جہاز چارج کر پانچ منٹ پر پہنچے گا۔

پکا ڈلی سے میں ہے مارکیٹ Hay Market. ہوتا ہوا ٹرافالگر اسکوائر گیا۔ وہاں سے کسی ایسے راستے پر نکل گیا کہ اسٹریٹ Strand. پہنچ گیا۔ راستہ بھول گیا۔ تھوڑی دیر اور دھرا دھرا گھومتا رہا تا کہ کسی طرح برٹش میوزیم کا راستہ مل جائے۔ لیکن ناکام رہا۔ پانچ ایک پولیس کے سپاہی سے دریافت کیا۔ اس نے یہ بتایا کہ Dewey Lane سے ہو کر جائے۔ پھر دایئیں جانب مڑیے۔

برٹش میوزیم پہنچ جائیں گے۔ چنانچہ میں اس راستے پر چل کر چارج کے برٹش میوزیم پہنچا۔ سندھ پونیورسٹی کے قادری صاحب میوزیم سے باہر نکل رہے تھے۔ کہنے لگے سعید آپ کو دو بجے کے قریب پوچھتے ہوئے آئے تھے۔ میں پانچ بجے تک میوزیم میں اُن کا انتظار کرتا رہا۔ ڈاکٹر ریاض الاسلام بھی ملے۔ پھر نبی صاحب آگئے۔ سب سے باتیں ہوتی رہیں۔ جب پانچ بج گئے تو میں میوزیم

سے باہر نکلا۔ سعید میرے شاگرد تو آئے نہیں۔ اس لئے میں اکیلا Wool Worth. میں گیا اور وہاں سے کچھ برتن اور گرم پانی کی بوتل وغیرہ خریدی اور سعید کے کمرے کی طرف چلا تا کہ انہیں تلاش کروں۔ کیونکہ کل بہر صورت انہیں اپنے ساتھ ہوائی اڈے پر لے جانا تھا۔ لیکن اُن کا مکان نہیں ملا۔ اس لئے میں وہاں

وارن اسٹریٹ Warren Street. آیا اور ٹیوب میں بیٹھ کر اپنی جائے
قیام پر آگیا۔ تھوڑی دیر کے لئے ڈاکٹر عبدالکریم کے کمرے میں گیا۔ وہاں
کافی پی۔ نو بجے کمرے میں واپس آیا۔ کچھ دیر کام کرتا رہا۔ ساڑھے دس بجے
سو گیا۔

منگل ۲۰ نومبر ۱۹۶۲ء

صبح پانچ بجے جاگا۔ سات بجے تک لکھتا پڑھتا رہا۔ سات بجے اٹھ کر
کمرے کی صفائی کی۔ میز پر قاعدے سے برتن لگائے اور نو بجے کے قریب
تیار ہو کر ناشتہ کرنے گیا۔ ساڑھے نو بجے ناشتہ کر کے ڈاکٹر عبدالکریم اور
حق کے ساتھ ٹیوب میں بیٹھ کر باہر چل دیا۔ پر دو گرام یہ تھا کہ دس بجے سے
قبل Ensleigh Square. جا کر سعید کو گھروں گا اور انہیں ساتھ

لے کر آکسفورڈ اسٹریٹ سے Bally اور Bally Blanket.

Sleeping Bag. خریدوں گا۔ اور پھر کہیں کھانا کھا کر ہوائی
اڈے چلا جاؤں گا۔ آج شام کو پی۔ آئی۔ اے کا جٹ فلائٹ نمبر ۷۰۳ پی کے
چارج کر پانچ منٹ پر پہنچنے والا تھا، اور فہمیدہ مع بچے کے اس جہاز سے
لندن پہنچنے والی تھیں۔

میں سعید کے یہاں پہنچا تو وہ اپنے دوست ڈاکٹر اسلم سے باتیں کر رہے
تھے۔ ان سے تعارف ہوا۔ معلوم یہ ہوا کہ وہ لاہور کے وٹرسینری کالج میں
پڑھاتے ہیں اور اب لندن میں حیوانیات کی اعلیٰ تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔
بہت نمازی اور پرہیزگار آدمی ہیں۔ یہ کسی جگہ رہتے تھے۔ وہاں انہیں یہ شبہ
ہوا کہ ان کی لینڈ لیڈی سوڑ کی چربی میں ناشتہ بناتی ہے۔ اس لئے وہاں سے
چلے آئے اور سعید کے کمرے میں ٹھہرے ہوئے ہیں۔ آج کل ان کا امتحان ہو
رہا ہے۔ اس لئے تھوڑی دیر باتیں کرنے کے بعد وہ تو چلے گئے۔ سعید نے
بہت سی تصویریں نکال کر مجھے دکھائیں۔ یہ تصویریں انہوں نے یورپ کے

سفر میں جمع کی ہیں۔ کوئی ایک گھنٹے تک میں ان تصویروں کو دیکھتا رہا۔
گیارہ بجے کے قریب ہم لوگ اُٹھے۔ میں نے اسکول جا کر اپنی ڈاک
دیکھی۔ آج کوئی خط نہیں تھا۔ اسکول سے میں سعید کو ساتھ لے کر ویسٹ
منسٹر بینک، بلوئری پارک پلیس

Westminister Bank

Bloomsberry Park Place گیا۔ وہاں سے بس پونڈ نکلاوئے۔

سعید نے کہا ابھی بہت وقت باقی ہے۔ چلئے آپ کو LINCOLNS INN
دکھا دوں جہاں بیرسٹری کی تعلیم ہوتی ہے۔ آج شام کو وہاں میرا ڈنر
ہے۔ اس کو بھی ملتوی کرادوں گا۔ چنانچہ ہم لوگ وہاں پہنچے۔ عمارت دیکھی۔
سعید دفتر میں گئے۔ اور ڈنر ملتوی کرایا۔ بارہ بجے کے بعد ہم لوگ وہاں
سے نکلے اور Holborn کے ٹوب اسٹیشن پہنچے۔ پہلے میرین کو فون کیا۔
اُن سے باتیں ہوئیں۔ امنوں نے کہا کہ وہ پونے چھ بجے وکٹوریا ٹرمنل
پر ہم لوگوں کو ملیں گی۔

ہو برن سے میں سعید کے ساتھ آکسفورڈ برکس گیا۔ وہاں Self

Ridges. میں جا کر Balay Blanket. اور Baley Bag.

خریدا۔ کوئی آٹھ پونڈ میں دونوں چیزوں پر صرف ہوئے۔ یہ چیزیں لے کر
ہم لوگ بس میں بیٹھ کر پاکستان ہاؤس پہنچے۔ وہاں کھانا کھایا اور دو بجے کے
قریب Knights Bridge سے ٹوب میں بیٹھ کر ہوائی اڈے
جانے کے لئے HUNSLow WEST پہنچے۔ اسٹیشن سے باہر نکلے تو

ہوائی اڈے کی بس مل گئی۔ اُس بس نے ہمیں چند منٹ میں لندن ایئرپورٹ
سنٹرل پر پہنچا دیا۔ بس سے اتر کر ہم لوگ پینجر بلڈنگ گئے۔ وہاں معلوم ہوا
کہ جہاز صبح وقت پر آرہا ہے۔ ابھی تین بجے تھے۔ جہاز کے آنے میں ایک
گھنٹہ باقی تھا۔ اس لئے ریسٹوراں میں بیٹھ کر کافی پینے لگے۔ جب پونے چار
تواٹھ کر اوپر گیلری میں پہنچے۔ جہاں سے جہاز صاف نظر آتے ہیں۔ پی۔ آئی۔ اے

کا جہاز کوئی دس منٹ پہلے ہی آگیا۔ مسافر اترنے لگے۔ فہمیدہ مع بچے کے مجھے نظر آئیں۔ ہم لوگوں نے ایک دوسرے کو دیکھا۔ انہوں نے پاسپورٹ وغیرہ درج کرائے۔ پھر کسٹم کے کاؤنٹر پر پہنچیں۔ آدھ گھنٹے میں یہ سب کچھ ہو گیا، اور وہ کسٹم سے باہر آگئیں۔ سامان کو تاح میں رکھوایا۔ میں نے پورٹر کو ایک ہاف کراؤن دیا۔ اور B.O.A.C. کی کوٹج میں بیٹھ گئے۔ کوٹج پانچ بجے ہوائی اڈے سے روانہ ہوئی۔ بارش نے بہت پریشان کیا۔ بہر حال خدا خدا کر کے ہم لوگ چھ بجے کے قریب وکٹوریہ پہنچ گئے۔ بس سے باہر نکلے تو دیکھا برف گر رہی ہے۔ سفید سفید روئی کی طرح۔ سامان اتارا اور بیٹھ کر ٹیکسی کا انتظار کرنے لگے۔ میرین بھی یہاں موجود تھیں۔ و دو دو اور فصل بھی پہنچ گئے تھے۔ پندرہ بیس منٹ کے بعد ہمیں ٹیکسی ملی اور ہم لوگ دیس، فہمیدہ، بچہ، میرین اور سعید اس میں بیٹھ کر کوئی سات بجے کے قریب اپنی جائے قیام لیڈی مارگریٹ روڈ 102. Lady Margarete Road. پہنچے۔ سامان رکھا۔ پھر کراچی سے جو کھانا ساتھ آیا تھا، اس کو گرم کیا گیا اور سب نے مل کر کھایا۔ ساڑھے آٹھ بجے میرین رخصت ہوئیں۔ سعید بھی چلے گئے۔ پھر ہم نے کچھ دیر کمرہ ٹھیک کیا اور ساڑھے نو بجے کے قریب سو گئے۔

بُدھ ۲۱ نومبر ۱۹۶۲ء

صبح کو ساڑھے چار بجے اٹھا۔ بستر میں لیٹا رہا۔ ساڑھے آٹھ بجے کے قریب اٹھ کر ناشتہ کیا۔ نو بجے ڈاکٹر عبدالکریم کے کمرے میں گیا۔ وہاں بھی ایک پیالی چائے پی۔ ساڑھے نو بجے واپس آیا اور تیار ہو کر اسکول چلا گیا۔ اسکول جا کر پہلے ڈاک دیکھی۔ اچھن کا خط ملا۔ برٹش کونسل کے پروگرام وغیرہ بھی ملے۔ گیارہ بجے اپنے کمرے میں آیا۔ دروازے پر چارلس ٹامس کی چٹ لگی ہوئی تھی جس میں یہ لکھا تھا کہ آج کوونٹ گارڈن کے اوپرا کا ٹکٹ

لینے کی غرض سے QUEUE کھڑے ہونے کے لئے جا رہے ہیں۔ اس لئے آج کلاس میں نہیں آسکیں گے۔ میں کمرے میں بیٹھا رہا۔ رسل کو خط لکھا۔ بارہ بجے سعید آگئے۔ انہیں لے کر میں حلال گوشت خریدنے گیا۔

بچے کے لئے دودھ پینے کی بوتل بھی خریدی اور Warren Street سے یٹوب میں بیٹھ کر گھرا گیا۔ فہمیدہ نے چپاتیاں پکائیں۔ رات کے کبابوں کے ساتھ کھائیں۔ بہت لطف آیا۔ پھر کافی پی۔ تین بج گئے۔ چار بجے کے

قریب ہم لوگ ذرا باہر نکلے۔ Fortress Road اور Imactor

Road کے بازاروں کو دیکھا اور مٹلتے ہوئے Kentish Town تک گئے۔ واپسی میں بجلی کی ایک دوکان سے استری خریدی۔ چھ بجے کے قریب گھر واپس آئے۔ میں بستر میں لیٹ گیا اور کچھ دیر لکھتا پڑھا رہا۔ دس بجے کے قریب مجھے نیند آگئی۔

جمعرات ۲۲ نومبر ۱۹۶۲ء

صبح کو پانچ بجے اٹھا۔ ساڑھے آٹھ بجے ناشتہ کیا۔ دس بجے کے قریب اسکول روانہ ہوا۔ ڈاک دیکھی۔ آج ڈاک میں اکتوبر کا ادب لطیف ملا۔ دیکھ کر طبیعت خوش ہوئی۔ گیارہ بجے کمرے میں آیا۔ چارلس ٹامس آگئے۔ انہیں پریم چند کی کہانی پڑھائی۔ وہ ایک بجے رخصت ہوئے۔ سعید آگئے۔ میں انہیں لے کر گھرا آیا۔ آج پروگرام یہ تھا کہ سعید دن کا کھانا میرے ساتھ کھائیں گے اور پھر ہم لوگ فہمیدہ اور بچے کو لے کر آکسفورڈ اسٹریٹ اور ریجنٹ اسٹریٹ وغیرہ کی سیر کریں گے۔ چنانچہ ہم لوگوں نے کھانا کھایا،

کافی پی اور کوئی تین بجے کے قریب یٹوب میں بیٹھ کر Tattenham Court

Road پہنچے۔ وہاں آکسفورڈ اسٹریٹ پر چلے۔ ریجنٹ اسٹریٹ اور

یکادلی سٹریٹ کی سیر کی۔ سیلون سنٹر میں چائے پی اور لیسٹر اسکوائر

سے یٹوب میں بیٹھ کر کوئی آٹھ بجے کے

Leicester Square.

قریب گھر آگئے۔ دن کا بچا ہوا کھانا کھایا اور دس بجے کے قریب سو گئے۔

جمعہ ۲۳ نومبر ۱۹۶۲ء

پانچ بجے آنکھ کھلی۔ ۹ بجے کے قریب ناشتہ کیا۔ دس بجے اسکول کی طرف چلا گیا رہ بجے چارلس ٹامس آگئے۔ انہیں ساڑھے بارہ بجے تک نظیر اکبر آبادی پڑھایا۔ ایک بجے سعید آگئے۔ انہیں لے کر گوشت والے کی دوکان پر گیا۔ گوشت اور چاول وغیرہ خریدے۔ دو بجے کے قریب گھر واپس آیا۔ کھانا کھایا اور کافی پی۔ چار بجے تک باتیں کرتا رہا۔ پھر ہم لوگ باہر نکلے۔ بازار سے کچھ چیزیں خریدیں اور گھر واپس آئے۔ رات کا کھانا نہیں کھایا۔ میں کچھ دیر پڑھتا رہا۔ ساڑھے دس بجے سو گیا۔

ہفتہ ۲۴ نومبر ۱۹۶۲ء

صبح پانچ بجے اٹھا۔ بستر میں لیٹا رہا۔ لیٹے لیٹے پھر آنکھ لگ گئی۔ ساڑھے آٹھ بجے جاگا۔ اٹھ کر ناشتہ کیا۔ دس بجے کے قریب ڈاکٹر حق اور ڈاکٹر عبدالکریم سے ملنے گیا۔ ان کے ساتھ بھی ایک پیالی چائے پی۔ وہاں چغتائی صاحب بھی آگئے۔ ان سے باتیں ہوتی رہیں۔ گیارہ بجے وہاں سے واپس آیا۔ دن کو گھر ہی پر رہا۔ لکھا پڑھتا اور باتیں کرتا رہا۔ شام کو فارٹریس روڈ Fortress Road کی دوکانوں میں جا کر کچھ چیزیں خریدیں۔ سات بجے واپسی ہوئی۔ نجم اور فصیح مل گئے۔ چند منٹ ان کے کمرے میں بیٹھے۔ پھر اوپر اپنے کمرے میں آگئے۔ آٹھ بجے ڈاکٹر عبدالکریم ملنے کے لئے آئے۔ ان سے نو بجے تک باتیں ہوتی رہیں۔ ان کے جانے کے بعد کھانا کھایا اور ساڑھے دس بجے کے قریب سو گئے۔

اتوار ۲۵ نومبر ۱۹۶۲ء

صبح کو چار بجے آنکھ کھلی۔ ساڑھے آٹھ بجے اٹھ کر ناشتہ کیا۔ آج دن میں سینما دیکھنے کے لئے جانا تھا۔ کلبرن کے کلاسیک سینما میں آج دیو داس

دکھایا جا رہا تھا۔ گیارہ بجے سعید نے آنے کا وعدہ کیا تھا۔ وہ ٹھیک گیارہ بجے آئے۔ ہم لوگوں نے کافی پی اور پونے بارہ بجے کے قریب ٹوب میں بیٹھ کر کلبرن Kilbrun روانہ ہوئے۔ ٹفنل پارک Tufnell Park سے

بیٹھے اور Charing Cross. پہنچے۔ وہاں سے بیکر لائن Bakerlu Line لے کر کلبرن پہنچے۔ ٹوب اسٹیشن کے قریب ہی سینما ہے۔ ٹکٹ لئے اور سینما میں بیٹھ گئے۔ پچھڑ ٹھیک ایک بجے شروع ہوئی۔ دیو داس میں مسرت چندر چیسٹری کے ناول کو فلمایا گیا ہے۔ یہی کہانی اس سے قبل بھی فلمائی جا چکی ہے۔ اُس میں سہگل نے ہیرو کا پارٹ کیا تھا۔ مجموعی طور پر پرانی فلم اچھی تھی۔ لیکن نئی بھی بُری نہیں ہے۔

ساڑھے چار بجے پچھڑ ختم ہوئی تو ہم لوگ کلبرن سے ٹوب میں بیٹھ کر ریجنٹ پارک آئے۔ وہاں اتر کر سوچا کہ ریجنٹ پارک کی سیر کی جائے لیکن اندھیرا ہو چکا تھا۔ اس لئے ریجنٹ پارک کو باہر ہی سے دیکھ کر Warren Street. کی طرف چل دیتے تاکہ وہاں سے ٹوب لے کر جلد از جلد گھر پہنچیں۔ چنانچہ وارن اسٹریٹ Warren Street. آئے اور وہاں سے ٹوب میں بیٹھ کر گھر آگئے۔ آٹھ بجے کے قریب کھانا کھایا اور باتیں کرتے رہے۔ دس بجے سو گئے۔

پیر ۲۶ نومبر ۱۹۶۲ء

ساڑھے پانچ بجے سو کر اُٹھا۔ چائے پی۔ ناشتہ کیا۔ بازار جا کر کھانے پینے کی چیزیں خریدیں۔ بارہ بجے کے قریب کھانا کھایا برٹش میوزیم روانہ ہوا۔ راستے میں اسکول ٹھہرا۔ ڈاک دیکھی۔ آج بچھن اور اماں کے خط ملے۔ خط پڑھ رہا تھا کہ رسل آگئے۔ ان سے چند منٹ باتیں ہوئیں۔ ان سے رخصت ہو کر ایک بجے برٹش میوزیم پہنچا۔ کلیات میر حسن، کلیات میر سوزا اور کلیات جرات کے نسخے نکلوائے۔ چار بجے تک کام کرتا رہا۔ وہاں سے نکل کر Gower

Street. پر آیا۔ یونیورسل حلال بوچرز کے یہاں سے گوشت خریدا،
 اور وارن اسٹریٹ Warren Street. سے ٹوب میں بیٹھ کر گھر
 آگیا۔ چھ بجے ڈاکٹر حق اور ڈاکٹر عبدالکریم آئے۔ اُن کے ساتھ چلے پی۔
 چائے پی کر ہم لوگ لانڈریٹ میں کپڑے دھلوانے کے لئے گئے۔ یہ
 لانڈریٹ بھی خوب جگہ ہے۔ کئی مشینیں لگی ہوئی ہیں۔ ان میں کپڑے ڈال دیئے
 جاتے ہیں اور خود بخود دُھلتے ہیں۔ ہاتھ لگانے تک کی ضرورت پیش نہیں
 آتی۔ اُس وقت وہاں مجمع بہت تھا۔ اس لئے ہم لوگوں نے کپڑے دھلنے
 کے لئے دس دیتے تاکہ کل مل جائیں۔ اس طرح کوئی ایک شلنگ زیادہ
 دینا پڑا۔ وہاں سے سیدھے گھر آئے اور سب لوگوں نے ساتھ بیٹھ کر کھانا
 کھایا۔ مچھلی اور مٹر پلاؤ نے بہت لطف دیا۔ کھانا کھا کر بیٹھے ہی تھے اور
 کافی پی رہے تھے کہ بگیم چغتائی آگئیں۔ اُن سے کچھ دیر باتیں ہوتی رہیں۔
 نو بجے سب لوگ رخصت ہوئے۔ میں کچھ دیر پڑھتا رہا۔ ساڑھے دس
 بجے سو گیا۔

منگل ۲۷ نومبر ۱۹۶۲ء

صبح چار بجے آنکھ کھلی۔ چپ چاپ لیٹا رہا۔ ساڑھے آٹھ بجے اُٹھ کر
 ناشتہ کیا۔ ساڑھے دس بجے تیار ہو کر Dr. Plomer. کے یہاں گیا۔
 لیکن وہاں بے شمار لوگ بیٹھے ہوئے تھے۔ اس لئے سوچا شام کو رجسٹریشن
 کرا لوں گا۔ وہاں سے نکل کر ہم لوگ Kentish Town. کی طرف چلے اس
 خیال سے کہ وہاں Wool worth. کے اسٹور سے چند ضروری چیزیں خریدیں
 گے۔ چنانچہ پیدل چل کر وہاں پہنچے۔ آدھ گھنٹے سے زیادہ وہاں صرف ہوا۔
 بہر حال چیزیں خریدیں اور ۱۲ بجے کے قریب گھر واپس آئے۔ گرم گرم چپاتیاں
 پکائی گئیں۔ میں نے کھانا کھایا اور ساڑھے بارہ بجے کے قریب اسکول چل
 دیا۔ ڈاک دیکھی۔ کئی خط ملے۔ خط پڑھ ہی رہا تھا کہ رسل آگئے۔ اُن سے چند

منٹ باتیں کیں۔ اور ایک بجے اُن سے رخصت ہو کر برٹش میوزیم پہنچا۔ کلیات میر حسن، کلیات میر سوز اور کلیات جُرات کے نسخے نکلوائے اور چار بجے تک کام کیا۔ وہاں سے نکل کر Leicester Square تک پیدل گیا۔ راستے میں پرانی کتابوں کی دوکانیں دیکھیں اور پانچ بجے ٹوب میں بیٹھ کر گھرا گیا۔ چھ بجے کے قریب Dr. PLOMER کے یہاں رجسٹریشن کے لئے گیا۔ وہاں بہت مجمع تھا۔ سات بجے کے بعد ہم لوگوں کی باری آئی۔ ڈاکٹر نے کارڈ وغیرہ بنائے۔ فہمیدہ کو کچھ تکلیف تھی۔ انہوں نے نسخہ بھی لکھوایا۔ ڈاکٹر کے مطب کے سامنے ایک دو فروش ہے۔ اُس سے دو اینٹیں لیں اور گھر واپس آگئے۔ کھانا کھایا۔ کچھ دیر پڑھتا لکھتا رہا اور پھر ساڑھے دس بجے کے قریب سو گیا۔

بدھ ۲۸ نومبر ۱۹۶۲ء

صبح کو چار بجے اُٹھا۔ بستر میں لیٹا رہا۔ ساڑھے آٹھ بجے ناشتہ کیا۔ دس بجے تیار ہو کر اسکول چل دیا۔ ڈاک دیکھی۔ اس وقت پونے گیارہ بجے تھے۔ ریل آگئے۔ انہوں نے کہا آئیے۔ سینئر کمان روم میں چل کر کافی پیئیں۔ چنانچہ اُن کے ساتھ جا کر کافی پی گیارہ بجے کمرے میں پہنچا۔ چارلس ٹامس موجود تھے۔ انہیں بارہ بجے تک پریم چند کی کہانی پڑھائی۔ سو بارہ بجے وہاں سے بھاگا بھاگا۔ برٹش میوزیم پہنچا۔ دیوان نکلوائے۔ ڈیڑھ بجے تک کام کیا۔

آج دو بجے ڈیپارٹمنٹل سیمینار Departmental Seminar تھا جس

میں ڈاکٹر اششر Dr. Asher. شکاگو یونیورسٹی کے بارے میں تقریر کرنے والے تھے۔ میں ٹھیک دو بجے ڈیپارٹمنٹ میں پہنچا۔ Dr. Asher اسکول میں تامل زبان پڑھاتے ہیں۔ ایک سال تک وہ شکاگو یونیورسٹی میں تامل کے استاد کی حیثیت سے رہے۔ آج وہ اپنے تاثرات پیش کرنے والے تھے۔ دو بجے انہوں نے گفتگو شروع کی جس میں شکاگو یونیورسٹی میں مشرقی زبانوں کی تدریس و تحقیق کی تفصیل تھی۔ پھر دلچسپ اور معلومات افزا تھا۔ تقریر کے بعد لوگوں نے

سوالات بھی کئے۔ اس کے بعض معاملات کی مزید وضاحت ہوئی۔

ساڑھے تین بجے لکچر ختم ہوا تو میں اور رسل سینئر کا من روم میں آئے۔ چائے پی۔ چائے پی ہی رہے تھے کہ ڈاکٹر بشیم Dr. Basham آگئے۔ یہ صاحب اسکول میں قدیم ہندوستان کی تاریخ کے پروفیسر ہیں اور نہایت ہی نیک اور شریف انسان ہیں۔ وہ کچھ دیر باتیں کرتے رہے میں چار بجے وہاں سے اٹھا اور ٹیوب میں بیٹھ کر گھرا گیا۔ کچھ دیر کے لئے ہم لوگ بازار گئے۔ کچھ چیزیں خریدیں اور واپس آگئے، کھانا کھایا۔ کھانے کے بعد کچھ دیر لکھتا پڑھتا رہا۔ ساڑھے دس بجے سو گیا۔

جمعرات ۲۹ نومبر ۱۹۶۲ء

ساڑھے چار بجے آنکھ کھلی۔ چُپ چاپ لیٹا رہا۔ اٹھ بجے اٹھ کر ناشتہ کیا۔ ساڑھے نو بجے تیار ہوا۔ سوادس بجے اسکول روانہ ہوا۔ پہلے ڈاک دیکھی۔ آج اچھن کا خط ملا۔ دو ایک خط اور بھی تھے۔ خط لے کر اپنے کمرے میں پہنچا۔ گیارہ بجے چارلس ٹامس آگئے۔ انہیں ساڑھے بارہ بجے تک پریم چند کی کہانی پڑھانی۔ ایک بجے وہاں سے رخصت ہوا۔ یونیورسل حلال بوچرز کے یہاں سے گوشت خریدا اور وارن سٹریٹ سے ٹیوب میں بیٹھ کر گھرا گیا۔ کھانا کھایا، کافی پی، اور صوفے پر بیٹھ کر کام کرتا رہا۔ ساڑھے چار بجے ہم لوگ چند چیزیں خریدنے کے لئے باہر نکلے۔ بازار کی سیر کی۔ اطالوی دوکان دار کے یہاں چیزیں خرید رہے تھے کہ ڈاکٹر شاہ مل گئے۔ اُن سے باتیں ہوئیں۔ واپسی پر ڈاکٹر عبدالکریم کے کمرے میں پہنچے۔ انہوں نے کافی پلائی۔ ہم لوگ کافی پی رہے تھے کہ ڈاکٹر حق بھی آگئے۔ کچھ دیر کے بعد وہاں سے اپنے کمرے میں آئے۔ آج میں نے ان لوگوں کے لئے کچھ کھانا پکوا یا تھا۔ وہ انہیں جا کر دیا، اور واپس آگیا۔ نو بجے کے قریب کھانا کھایا کچھ دیر لکھا پڑھا اور ساڑھے دس بجے سو گیا۔

جمعہ ۳ نومبر ۱۹۶۲ء

صبح کو پانچ بجے جاگا۔ تھوڑی دیر کے بعد پھر نیندا آگئی۔ سوکر اٹھا تو
سوا آٹھ بجے تھے۔ منہ ہاتھ دھو کر ۹ بجے کے قریب ڈاکٹر حقی اور ڈاکٹر عبدالکریم
کے کمرے میں گیا۔ وہاں ایک پیالی چائے پی۔ ساڑھے نو بجے واپس آکر اپنے
یہاں ناشتہ کیا۔ پھر تیار ہو کر سوادس بجے اسکول روانہ ہوا۔ پہلے ڈاک بکھی۔
آج کوئی خط نہیں ملا۔ Mrs. Gardiner کے طرف سے یہ اطلاع ضروری
کہ کمانڈر چودھری کو فون کر لیجئے۔ بہت سوچنا رہا کہ یہ کمانڈر چودھری کون
صاحب ہیں۔ کچھ سمجھ میں نہیں آیا۔ دن بھر الجھن رہی۔ گیارہ بجے کمرے میں
پہنچا۔ مسز مایات اور چارلس ٹامس آگئے۔ انہیں ایک بجے تک نظیر اکبر آبادی
پڑھایا۔ وہاں سے فارغ ہو کر سیدھا Warren Street. ٹوب اسٹیشن
گیا، اور ٹرین میں بیٹھ کر گھر آگیا۔ کھانا کھایا۔ کافی پی اور کچھ دیر صوفے پر بیٹھ
کر آرام کیا۔

تین بجے کے قریب ہم لوگ (میں، فہمیدہ اور بچہ) بس میں بیٹھ کر ٹرافالگر
اسکوائر Trafalgar Square. پہنچے۔ وہاں چند منٹ گھومتے رہے۔
بے شمار کبوتر ہمارے آس پاس جمع ہو گئے۔ اتنے میں ایک نوٹوگر افرنے
اشارے سے پوچھا کہ کیا تصویر کھینچو ایس گے۔ اُس نے تھوڑا سا دانہ مجھے
دیا۔ دانے کو دیکھ کر کبوتر ہاتھوں اور کاندھے پر آکر بیٹھ گئے۔ اُس نے
دو تصویریں کھینچیں۔ دس شلنگ لئے۔ رسید دی یہ لکھوایا اور کہا کہ تین چار
روز میں یہ تصویریں آپ کو ڈاک سے پہنچ جائیں گی۔ ہم لوگ کچھ دیر محسوس
کو دیکھتے رہے فواروں کی سیر کرتے رہے۔ پھر بے مارکٹ Hay Market.
ہو کر پکاڈلی سٹریٹ پہنچے۔ آج یہاں خوب رونق تھی۔ کچھ دیر یہاں
گھومتے رہے۔ پھر ریجنٹ اسٹریٹ ریجنٹس پارک کی سیر کرتے ہوئے
اکسفورڈ سٹریٹ Oxford Circus. پہنچے۔ ریجنٹ اسٹریٹ کو بھی

خوب سجایا گیا ہے۔ کرسمس کی تیاریاں ہو رہی ہیں۔ اس سڑک پر ہم لوگوں نے دوکانوں کے خوبصورت شوکیس دیکھے، چند دوکانوں کے اندر بھی گئے۔ روشنی کا نظارہ بھی کیا۔ اور اس طرح سیر کرتے ہوئے آکسفورڈ اسٹریٹ پر آگئے۔ آکسفورڈ اسٹریٹ پر اس سے بھی زیادہ رونق تھی۔ پوری سڑک دلہن بنی ہوئی تھی۔ روشنی کا نظارہ بہت دلکش تھا۔ شام کا وقت تھا۔ اس لئے سڑک پر مردوں اور عورتوں کے غول کے غول رواں دواں تھے۔ دوکانیں بھی لوگوں سے بھری ہوئی تھیں۔ بے شمار لوگ چیزیں خریدنے میں مصروف تھے۔ آج کل کرسمس کے تحفوں کا زور ہے۔ ہر دوکان میں تحفے ہی تحفے نظر آتے ہیں۔ کچھ دیر کے لئے ہم لوگ Little wood کے اسٹور میں چلے گئے۔ وہاں مختلف Stalls کو دیکھا۔ بے شمار چیزیں خریدنے والی نظر آئیں۔ میں نے صرف دو Ties خریدیں۔ فہمیدہ نے کچھ نہیں خریدا۔ اون خریدنا چاہتی تھی لیکن مصلحتاً نہیں خریدی۔ وہاں سے نکل کر ہم لوگ مختلف دوکانوں کو دیکھتے اور سڑک کی رونق سے لطف اندوز ہوتے ہوئے۔

Warren Street. آئے اور Tottenham Court Road. سے ٹوب میں بیٹھ کر گھر آگئے۔ آٹھ بجے کھانا کھایا۔ کچھ دیر پڑھا لکھا اور ساڑھے دس بجے سو گئے۔

ہفتہ یکم دسمبر ۱۹۶۲ء

صبح پانچ بجے اٹھ کھلی۔ بچہ شور مچاتا رہا، اس لئے میں نہ تو سو سکا نہ پڑھ لکھ سکا۔ اسی طرح سات بج گئے۔ میں نے پردے اٹھائے اور باہر دیکھا تو موسم صاف تھا۔ دھوپ کے آثار نظر آئے۔ دیکھ کر جی خوش ہوا۔ آٹھ بجے کے قریب تو خوب دھوپ نکل آئی۔ نو بجے ناشتہ کیا اس کے بعد کچھ لکھا پڑھا رہا۔ ساڑھے دس بجے چغتائی صاحب مالک مکان آگئے۔ ان سے کچھ دیر باتیں ہوتی رہیں۔

خیال یہ تھا کہ آج ہم لوگ کھانا کھانے کے بعد آکسفورڈ اسٹریٹ جائیں گے اور وہاں سیلف رجز **Self Ridges** یا کسی اور بڑے اسٹور میں بچے کے لئے گاڑیاں دیکھیں گے۔ چنانچہ بارہ بجے کھانا کھایا۔ اُس کے بعد کافی پی اور ایک بجے کے قریب باہر نکلنے والے تھے کہ ڈاکٹر شاہ آگئے۔ وہ کوئی ایک گھنٹے سے زیادہ بیٹھے۔ اس لئے آکسفورڈ اسٹریٹ جانے کا پروگرام ملتوی کرنا پڑا۔

البتہ تین بجے کے قریب ہم لوگ **Kentish Town.** تک گئے۔ وہاں بچوں کی گاڑیاں دیکھیں لیکن کچھ پسند نہیں آئیں۔ پھر وولور تھ اور مارک اینڈ اسپنسر کے اسٹور دیکھے۔ وہاں سے چند چیزیں خریدیں اور پانچ بجے سے قبل گھر واپس آگئے۔

ساڑھے چھ بجے آج بیگم حسّان نے دعوت کی تھی۔ چنانچہ نجم آئے اور ہم لوگوں کو حسّان اور بیگم حسّان کے یہاں لے گئے۔ یہ لوگ ہمارے مکان کے سامنے ہی رہتے ہیں۔ صرف سڑک بیچ میں ہے۔ بیگم حسّان کراچی کے **APWA COLLEGE** میں پرنسپل تھیں۔ کئی سال سے لندن میں ہیں انہوں نے تاریخ میں پی ایچ ڈی کر لیا ہے۔ سرسید کے تعلیمی فلسفے پر تھیسز لکھا ہے۔ اُن کے شوہر حسّان صاحب بھی پی ایچ ڈی کر رہے ہیں اُن کا موضوع ہے برتھلیم ہندو پاکستان کے سیاسی حالات بیسویں صدی میں۔ ہم لوگوں نے اُن کے ساتھ کھانا کھایا۔ یہ لوگ حیدرآباد کے رہنے والے ہیں اس لئے ایک آدھ چیز حیدرآباد والوں کی طرح نرش بھی پکانی تھی۔ کھانا کھانے کے بعد ساڑھے آٹھ بجے تک اُن سے مختلف موضوعات پر باتیں ہوتی رہیں۔ اچھے لوگ ہیں۔ اُن سے مل کر جی خوش ہوا۔ ہم لوگ وہاں سے نو بجے کے قریب واپس آئے۔ میں نے کچھ دیر پڑھا لکھا، ساڑھے دس بجے سو گئے۔

اتوار ۲ دسمبر ۱۹۶۲ء

صبح کو اٹھا تو ساڑھے چار بجے تھے۔ پھر سو گیا۔ اور اب جو آنکھ کھلی تو دیکھا ساڑھے سات بج چکے تھے۔ پردے اٹھائے۔ کھڑکی سے باہر دیکھا۔ آج بھی مطلع صاف تھا اور دھوپ نکلی ہوئی تھی۔ کچھ دیر بستر میں لیٹا رہا۔ پھر نو بجے اٹھ کر ناشتہ کیا۔ اور اس کے بعد لکھنا پڑھنا رہا۔

آج ہندوستانی فلم دیکھنے کا خیال تھا۔ کلبرن کے کلاسیک سینما آج چوری چوری دکھائی جا رہی تھی۔ چنانچہ ہم لوگ ساڑھے گیارہ بجے کے قریب ٹوب میں بیٹھ کر چیتنگ کراس Charing Cross. پہنچے۔ وہاں سے بیکرو

لائن کے ذریعے کوئی ساڑھے بارہ بجے کے قریب Kilbrun. پہنچ گئے۔

وہاں یہ خبر ملی کہ آج چوری چوری فلم کا پرنٹ تو آیا نہیں۔ اس لئے پاکستانی فلم بھروسہ دکھائی جائے گی۔ ہم لوگوں کو معلوم تھا کہ اس فلم میں کوئی خاص بات نہیں ہے۔ اس لئے میرے کیا کہ بیکر اسٹریٹ Baker Street. چلنا

چاہیے۔ وہاں کلاسیک سینما میں ہندوستانی فلم "سرحد" دکھائی جا رہی تھی۔ چنانچہ ہم لوگ کلبرن Kilbrun. سے ٹوب میں بیٹھ کر بیکر اسٹریٹ پہنچے اور سرحد فلم دیکھی۔ اس فلم میں کوئی خاص بات نہیں تھی۔ عورت کے جذبہ رشک کو پیش کیا تھا۔ پچھترم، ہونی تو ہم لوگ ٹوب میں بیٹھ کر گھر آ گئے۔

دن میں کھانا کھانے کا موقع نہیں ملا تھا۔ اس لئے اپنے ساتھ جو سینڈویچ بنا کر لے گئے تھے، وہ کھائیں چائے پی اور کچھ دیر باتیں کرتے رہے۔ پھر ۹ بجے تک لکھنا پڑھنا رہا۔ ساڑھے نو بجے پراٹھے بنائے، کھانا کھایا اور کافی پی۔ گیارہ بجے کے قریب سو گئے۔

پیر ۳ دسمبر ۱۹۶۲ء

صبح پانچ بجے اٹھا۔ پونے نو بجے ڈاکر حق کے کمرے میں گیا۔ چائے پی۔ ساڑھے نو بجے واپس آیا۔ دس بجے کمرے میں آکر ناشتہ کیا۔ پھر کچھ دیر لکھنا

پڑھتا رہا۔ بارہ بجے کھانا کھا کر پہلے اسکول گیا۔ ڈاک دیکھی۔ اُس کے بعد بینک گیا۔ بیس پونڈ نکلوائے اور وہاں سے برٹش میوزیم چلا گیا۔ وہاں چار بجے تک کام کیا۔ پھر یونیورسل حلال بوچرز کے یہاں سے گوشت خریدا اور وارن اسٹریٹ Warren Street. سے ٹوب میں بیٹھ کر گھرا گیا۔ چائے پی۔ کچھ دیر باتیں کیں۔ پھر بازار گئے۔ بجلی کا بیٹر اور کچھ دوسری ضروری چیزیں خریدیں۔ واپس آکر کچھ دیر پڑھا لکھا۔ ساڑھے دس بجے سو گیا۔

منگل ۲۴ دسمبر ۱۹۶۲ء

ساڑھے چار بجے آنکھ کھلی۔ بستر میں چپ چاپ لیٹا رہا۔ سردی بہت تھی۔ ساڑھے سات بجے اٹھ کر پردے اٹھائے۔ حد نظر تک اندھیرا چھایا ہوا تھا۔ کہرے کی وجہ سے کچھ دکھائی نہیں دیتا تھا۔ ساڑھے نو بجے ناشتہ کیا اور تیار ہو کر باہر نکلا۔ بس میں بیٹھ کر اپوسٹن اسٹریٹ پہنچا۔ وہاں سے ڈرومنڈ اسٹریٹ Drummond Street پر یونیورسل حلال بوچرز کے یہاں جا کر اپنی چھتری لی۔ کل وہاں چھتری بھول گیا تھا۔ وہاں سے سیدھا اسکول گیا۔ اپنے کمرے میں بیٹھ کر رسل کو خط لکھا کہ یہیں میرا انتظار کریں۔ میں برٹش میوزیم سے ساڑھے بارہ بجے واپس آؤں گا اور پھر گھر چل کر کھانا کھائیں گے۔

کمرے سے نکل کر اسکول کی اصل عمارت میں گیا اور ڈاک دیکھی۔ دو ایک خط تھے۔ وہ خط لے کر برٹش میوزیم پہنچا۔ وہاں سوا بارہ بجے تک کام کیا۔ ساڑھے بارہ بجے اپنے اسکول کے کمرے میں واپس آیا۔ رسل موجود تھے۔ اُن کو ساتھ لیا، اور ہم لوگ باتیں کرتے ہوئے گوج اسٹریٹ Godge Street. سے ٹوب میں بیٹھ کر گھرائے۔ کھانا کھایا اور ڈھائی بجے تک باتیں کرتے رہے۔ وہ ڈھائی بجے رخصت ہوئے تو میں نے لکھنے پڑھنے کا کچھ کام کیا۔ شام کو بازار سے کچھ ضروری سامان خریدنے گئے۔ واپس آکر کھانا کھایا۔ کچھ دیر لکھا پڑھا۔ گیارہ بجے کے قریب سو گئے۔

بدھ ۵ دسمبر ۱۹۶۲ء

صبح اٹھ کر دیکھا تو کہرے کا وہی عالم تھا۔ کوئی چیز دکھائی نہیں دیتی تھی۔ حد نظر تک ایک اندھیرا سا چھایا ہوا معلوم ہوتا تھا۔ لا، مور میں بھی کبھی کبھی جاڑوں میں صبح کے وقت یہ کیفیت ہوتی تھی لیکن دو تین گھنٹے کے بعد مطلع صاف ہو جاتا تھا اور دھوپ نکل آتی تھی، لیکن یہاں لندن میں تو پورا دن گزر گیا لیکن تاریکی کا وہی عالم رہا جو صبح کو تھا۔

نوبے اٹھ کر چائے بنائی۔ ناشتہ کیا۔ آج فہمیدہ کی طبیعت خراب تھی۔ اس لئے وہ لیٹی رہیں۔ اُن کو قے بھی ہوئی اور سر میں درد بھی رہا۔ جب اُن کی طبیعت ذرا اعتدال پر آئی تو میں ساڑھے دس بجے کے قریب باہر نکلا۔ بس میں بیٹھ کر اسکول آیا۔ گیارہ بجے چارلس ٹامس آگئے۔ اُن کو پریم چند پڑھایا۔ خدا خدا کر کے آج پریم چند کی کہانی غم نہ داری بڑ بڑ ختم ہو گئی۔ چند منٹ اُن سے ادھر ادھر کی باتیں ہوتی رہیں۔

بیس بارہ بجے کے قریب کمرے سے اٹھ کر ٹوٹنہم کورٹ روڈ گیا۔ ایک کیمسٹ کی دوکان سے درد سر کی دو خریدی اور وارن اسٹریٹ سے ٹوب میں بیٹھ کر گھر پہنچ گیا۔ فہمیدہ کے سر میں بہت تکلیف تھی۔ فوراً کافی بنائی اور انہیں درد سر کی گولی CODINE دی۔ بجلی کا ہیٹر جلایا اور دیر تک مفلر گرم کر کے اُن کے سر کو سینکتا رہا۔ اس سے بہت آرام ملا۔ تین بجے کے قریب اُن کی طبیعت کچھ ٹھیک ہوئی تو میں اسکول جانے کے لئے نیچے اُترا۔ نیچے بیگم چغتائی مل گئیں۔ میں نے اُن سے کہا کہ آج فہمیدہ کی طبیعت کچھ خراب ہے۔ وہ کمرے میں انہیں دیکھنے آئیں۔ میں انہیں کمرے میں پہنچا کر باہر نکلا۔ بس میں بیٹھا اور اسکول پہنچا۔

رسل کمرے میں موجود تھے۔ آج شام کو انہیں Asian Litature

Science. میں اردو شاعری پر مضمون پڑھنا تھا۔ مضمون کے بارے میں

انہوں نے مجھ سے کچھ دیر مشورہ کیا۔ سو اچار بکے ہم لوگ کمرے سے باہر نکلے۔ سینئر کاسن روم میں جا کر چائے کی ایک، ایک پیالی پی وہاں Professor Basham مل گئے۔ اُن سے باتیں ہوتی رہیں۔ ساڑھے چار بجے ہم لوگ کانفرنس روم میں پہنچے۔ اسی کمرے میں رسل مضمون پڑھنے والے تھے۔ پروفیسر بشیم Professor Basham کی ابتدائی تقریر کے بعد انہوں نے اپنا مضمون پڑھنا شروع کیا۔ مضمون میں اردو شاعری کی خصوصیات پر بحث کی گئی تھی۔ لیکن مثال کے طور پر انہوں نے صرف میر کو اپنے سامنے رکھا تھا۔ مضمون کے بعض حصے اچھے تھے۔ مضمون کے بعد اردو شاعری کے مختلف پہلوؤں پر گفتگو بھی ہوتی رہی جس میں پروفیسر بشیم اور ڈاکٹر ہارڈی نے نمایاں حصہ لیا۔

یہ جلسہ کوئی چھ بجے ختم ہوا تو ہم لوگ اپنے کمرے میں آئے۔ وہاں سے اپنا سامان لے کر رسل اور میں ایوسٹن اسکوائر اسٹیشن Euston Square Station کی طرف چلے۔ رسل تو وہاں ٹھہر گئے اور میں وارن اسٹریٹ Warren Street. اسٹیشن آیا۔ وہاں ڈاکٹر شاہ مل گئے۔ اُن کے ساتھ باتیں کرتا ہوا Tufnel Park. آیا۔ اسٹیشن سے باہر نکل کر ڈبل روٹی خریدی۔ اور پھر کمرے میں آئے۔ چائے بنائی اور پی۔ ساڑھے سات بجے ڈاکٹر شاہ چلے گئے۔ ساڑھے آٹھ بجے کے قریب ہم لوگوں نے کھانا کھایا۔ ساڑھے دس بجے سو گئے۔

جمعرات ۶ دسمبر ۱۹۶۲ء
صبح کو پانچ بجے سو کراٹھا۔ ساڑھے سات بجے تک بستر میں لیٹا رہا۔ اس کے بعد اٹھ کر پردے اٹھائے۔ باہر دیکھا تو کمرے کا وہی عالم تھا۔ کچھ نظر ہی نہیں آتا تھا۔ عجیب کیفیت تھی۔
خیر سوچا کہ موسم کی اس تکلیف کو چائے سے دور کرنا چاہیے۔ چنانچہ

باورچی خانے میں گیا۔ ہاتھ منہ دھویا۔ چائے بنائی۔ ناشتہ کیا اور اس طرح ساڑھے نو بج گئے۔ دس بجے تیار ہو ہی رہا تھا کہ میرے پڑانے شاگرد سعید آگئے۔ کئی روز سے ملاقات نہیں ہوئی تھی تو خیریت معلوم کرنے کے لئے صبح صبح آئے تھے۔ ساڑھے دس بجے تک اُن سے باتیں کرتا رہا۔ اس کے بعد ہم لوگ بس میں بیٹھ کر اسکول کی طرف روانہ ہوئے۔ ڈاک دیکھی۔ کوئی خط نہیں ملا۔ صرف ایک پرچہ خانے میں پڑا ہوا تھا جس میں یہ اطلاع تھی کہ مسٹر ماس کو آج Dentist کے پاس جانا ہے، اس لئے وہ کلاس میں نہیں آسکیں گے۔

میں وہاں سے رخصت ہو کر اپنے کمرے میں پہنچا۔ کچھ دیر پڑھتا لکھتا رہا۔ پھر رسل آگئے۔ اُن سے کچھ دیر باتیں ہوئیں۔ بارہ بجے کے قریب میں اُن سے رخصت ہو کر ہرٹس میوزیم پہنچا۔ کلیات میجرسن، میر سوز اور کلیات جرارت کے نسخے لکوائے۔ تین بجے تک کام کیا۔ اُس کے بعد ڈرومنڈ اسٹریٹ Drummond Street. پر یونیورسل حلال بوچرز کی دوکان پر آیا۔ تاکہ گوشت لے لوں۔ لیکن دوکان بند تھی۔ اس لئے میں وارن اسٹریٹ ٹوب میں بیٹھا اور گھرا گیا۔

آج فہمیدہ نے مچھلی پکانی تھی۔ عرصے کے بعد گھر کی پکی ہوئی مچھلی کھانی لطف آگیا۔ پھر چائے پیتے اور باتیں کرتے رہے۔ کہرے کا وہی عالم تھا۔ ہر طرف تاریکی چھائی ہوئی۔ سردی بھی شدید تھی۔ اس لئے آج باہر سیر کے لئے نہیں نکلے۔ بس ہیٹر Heater. جلا کر بیٹھے رہے۔

سات بجے کے قریب طبیعت گھرائی تو ڈاکٹر حق اور ڈاکٹر کریم کے کمرے میں گیا۔ اُن سے کچھ دیر باتیں کیں۔ چائے کی ایک پیالی پی۔ آٹھ بجے واپس آیا۔ کھانا کھایا۔ چند ضروری خط لکھے۔ کچھ دیر پڑھا اور گیارہ بجے کے قریب سو گیا۔

جمعہ ۷ دسمبر ۱۹۶۲ء

ساڑھے پانچ بجے آنکھ کھلی۔ سردی خاصی تھی۔ اس لئے بستر ہی میں لیٹ کر پڑھتا رہا۔ ساڑھے سات بجے اُمٹھ کر کھڑکیوں کے پردے اٹھائے۔ آج مطلع صاف تھا۔ کہرا چھٹ چکا تھا۔ کچھ دھوپ کے بھی آثار نظر آ رہے تھے۔ دیکھ کر طبیعت خوش ہوئی۔ موسم کے بارے میں یہاں کی FORECAST بالکل صحیح ہوتی ہے۔ پرسوں یہی پیشین گوئی کی گئی تھی کہ جمعہ کو کہرا ختم ہو جائے گا۔

نوب کے ناشتہ کیا۔ ساڑھے دس بجے تیار ہو کر اسکول روانہ ہوا۔ کمرے میں پہنچا۔ سوا گیارہ بجے چارلس ٹامس آگئے۔ انہیں ایک بجے تک نذیر احمد کا ناول "فسانہ مبتلا" پڑھایا۔ نسر مایات آج بھی نہیں آئیں۔ ایک بجے اسکول کی عمارت میں جا کر ڈاک دیکھی۔ آج بھی گھر سے کوئی خط نہیں آیا۔ آج کی ڈاک میں بینک کی طرف سے ایک لفافہ تھا جس میں حساب کی تفصیل تھی۔ جتنے چیک میں نے دیئے تھے۔ وہ سب بھی ان لوگوں نے واپس کر دیئے تھے۔ ایک کاغذ پر جمع اور خرچ کی تفصیل تھی۔ آج کمانڈر چودھری کا خط بھی ملا۔ جس میں یہ لکھا تھا کہ اُن کی بیگم رضیہ صاحبہ مجھ سے اسکول میں مل چکی ہیں۔ اُن کی خواہش ہے کہ میں اُن کے ساتھ ۱۳ دسمبر کو رات کا کھانا کھاؤں۔

میں نے کھڑے کھڑے یہ خط پڑھے۔ پھر ڈاک خانے گیا۔ وہاں سے دس لیٹر خریدے۔ پھر حلال بوچرزی کی دوکان پر آیا۔ گوشت خریدا۔ اور دو بجے کے قریب وارن اسٹریٹ سے ٹوب میں بیٹھ کر گھرا گیا۔ فہمیدہ نے جلدی جلدی قیمہ پکایا۔ ڈھائی بجے ہم لوگوں نے کھانا کھایا۔ کافی پی اور باتیں کرتے رہے۔ ساڑھے تین بجے باہر نکلے۔ بس میں بیٹھ کر کنٹش ٹاؤن پہنچے۔ وہاں بچوں کی گاڑیوں کی ایک دوکان PRAMCENTRE میں گاڑیاں دیکھیں۔ ایک خوبصورت سی لڑکی نے دیر تک ہم لوگوں کو مختلف قسم کی گاڑیاں دکھائیں۔ ایک گاڑی پسند آئی۔ اس کی قیمت نو پونڈ ادا کی۔ بچے کو گاڑی میں بٹھایا اور پیدل سیر

کرتے ہوئے پانچ بجے کے قریب گھر آگئے۔ چائے پی اور کچھ دیر باتیں کرتے رہے۔ پھر میں ڈاکٹر حقی اور عبدالکریم کے کمرے میں گیا۔ وہ لوگ نہیں ملے۔ واپس آکر میں خط لکھتا اور کچھ دیر پڑھتا رہا۔ ساڑھے نو بجے کھانا کھایا۔ گیارہ بجے سو گیا۔

ہفتہ ۸ دسمبر ۱۹۶۲ء

صبح کو اٹھ کر گھڑی دیکھی تو چھ بجے تھے۔ آج موسم صاف تھا۔ تھوڑی دیر میں دھوپ نکل آئی۔ کھڑکیوں کے تمام پردے ہٹا دیئے اور لطف لینے لگا۔ آج بالکل ویسی ہی دھوپ نکلی جیسے لاہور میں نکلتی ہے۔ نو بجے ناشتہ کیا۔ دس بجے کے قریب چغتائی صاحب آگئے۔ اُن سے کچھ دیر باتیں ہوتی رہیں۔ پوچھنے لگے۔ آپ نے پرویز صاحب کی تحریریں پڑھیں ہیں؟ میں نے کہا آج سے کچھ عرصے قبل دیکھی تھیں۔ کہنے لگے ”وہ اسلام کو مذہب نہیں کہتے دین کہتے ہیں۔ مجھے اُن کی یہ بات بہت پسند ہے اور میں انہیں بہت پسند کرتا ہوں۔ میں نے جواب دیا، جی ہاں اسلام کو ایک باقاعدہ نظام کی طرح دنیا کے سامنے پیش کرنا چاہیے۔ کہنے لگے ”اچھا پرویز صاحب کے خیالات کے بارے میں کبھی اطمینان سے باتیں ہوں گی۔ یہ کہہ کر وہ رخصت ہوئے۔

ایک بجے ہم لوگوں نے کھانا کھایا۔ اُس کے بعد میں کچھ دیر لکھتا پڑھتا رہا۔ ۲ بجے کے قریب ایک لڑکا ریاض بٹ آیا۔ اُس کے والد نے اس کو ایک قالین بھیجا تھا۔ فہمیدہ ساتھ لے آئی تھیں۔ وہ کچھ دیر بیٹھا رہا۔ ۳ بجے وہ قالین لے کر رخصت ہوا تو ڈاکٹر شاہ آگئے۔ اُن سے ادھر ادھر کی باتیں ہوتی رہیں۔ وہ رخصت ہوئے تو میں پھر پڑھنے لگا۔ چھ بجے سعید اور اسلم آئے، اور کھانا ساتھ لائے۔ اُن کے ساتھ کھانا کھایا اور سات بجے ہندوستان ہاؤس میں ایک کلچرل شو دیکھنے گئے۔ موسیقی اور رقص کا یہ پروگرام طالب علموں نے ترتیب دیا تھا۔ اس میں کوئی خاص بات نہیں تھی۔ وہاں سے گیارہ بجے واپسی ہوئی۔ ساڑھے

گیارہ بجے ہم لوگ سو گئے۔

اتوار ۹ دسمبر ۱۹۶۲ء

صبح کو پانچ بجے اُٹھا۔ بستر ہی میں چائے پی۔ سات بجے کے قریب کھڑکیوں کے پردے اُٹھا کر دیکھا۔ آج پھر دھوپ نظر آئی۔ دیکھ کر جی خوش ہوا۔ سردی بھی ایسی کچھ زیادہ نہیں تھی۔ نو بجے منہ کرنا شتہ کیا۔ پھر لکھنے پڑھنے بیٹھ گیا۔ ساڑھے گیارہ بجے کے قریب اُٹھ کر تیار ہوا۔ کھانا کھایا اور سینما جانے کی تیار کی۔ آج Baker Street کے کلاسیک سینما میں دل اپنا اور پریٹ پرانی دکھایا جانے والا تھا۔ پونے بارہ بجے ہم لوگ ٹیوب میں بیٹھے اور سینما ہاؤس پہنچے۔ پھر ایک بجے شروع ہوئی اور ساڑھے چار بجے تک جاری رہی۔ اس فلم میں ایک ڈاکٹر اور نرس کا عشقیہ قصہ پیش کیا گیا ہے۔ فلم میں کوئی خاص بات نہیں تھی۔ بعض حصے اچھے تھے۔ پھر ختم ہوا تو ہم لوگ ٹیوب میں بیٹھ کر پانچ بجے کے قریب گھر آ گئے۔ چائے بنائی۔ مونگ کی دال کا ڈبہ کھولا۔ دال کھائی اور چائے پی۔ اور دیر تک آپس میں باتیں کرتے رہے۔ اس کے بعد میں ساڑھے نو بجے تک پڑھتا لکھتا رہا۔ پھر کھانا کھایا۔ ساڑھے دس بجے سو گئے۔

پیر ۱۰ دسمبر ۱۹۶۲ء

صبح چار بجے اُنکھ کھلی۔ پھر سو گیا اور پھر جوا اُٹھ کر دیکھا تھا تو آٹھ بجے تھے۔ کھڑکیوں کے پردے اُٹھائے۔ آج پھر بہت اچھی دھوپ لگی ہوئی تھی۔ موسم خوشگوار تھا۔ سردی بھی زیادہ نہیں تھی۔ آج پھر بستر ہی میں چائے پی۔ اس کے بعد کچھ دیر لکھتا پڑھتا رہا۔ پروگرام یہ تھا کہ آج دس بجے سیدھا برٹش میوزیم جاؤں گا اور وہاں دیر تک کام کروں گا۔ لیکن پھر یہ خیال آیا کہ آج موسم اچھا ہے۔ فہمیدہ کو ہائیڈ پارک کی سیر کر دوں۔ ایسا اچھا موسم شاید پھر کئی مہینے تک نہ آئے۔

اس لئے ہم لوگ دس بجے ناشتہ کر کے باہر نکلے۔ بچے کی گاڑی ساتھ لی اور ۱۳ نمبر بس میں بیٹھ کر ہائیڈ پارک کارنر پہنچے۔ بس سے اتر کر بچے کو گاڑی میں بٹھایا اور ہائیڈ پارک کی طرف چل دیئے۔ البرٹ گیٹ سے پارک میں داخل ہوئے۔

آج ہائیڈ پارک میں سناٹا تھا۔ بہت کم لوگ نظر آ رہے تھے۔ لیکن موسم بہت اچھا تھا۔ دھوپ نے بہت لطف دیا۔ Serpentine جھیل کے کنارے ہم لوگ پانی کی لہروں کو دیکھتے اور کبوتروں اور مرغایوں سے کھیلنے رہے۔ پنج پر بیٹھ کر دھوپ کا بھی خوب لطف لیا۔ پھر ہائیڈ پارک وسیع لان کی سیر کی۔

اب ڈیڑھ بج چکا تھا اور ہمیں بھوک لگنے لگی تھی۔ اس لئے سوچا پاکستان ہاؤس چل کر کھانا کھانا چاہیئے۔ چنانچہ پیدل چل کر البرٹ گیٹ سے گزر کر Chesham Place پہنچے۔ کھانا کھایا۔ اخبار پڑھے۔ بچے کے کپڑے بدلے اور ڈھائی بجے کے قریب وہاں سے نکلے۔

موسم ابھی تک بہت اچھا تھا۔ دھوپ کھلی ہوئی تھی۔ اس لئے خیال ہوا کہ گھر جانے کے بجائے کیوں نہ بلنگھم پلس دیکھ لیا جائے چنانچہ ہم لوگ چشم پلس بلگرہ اسکوئر Belgrade Square ہوتے ہوئے بلنگھم پلس پہنچے۔ کچھ وقت وہاں گزارا اور پھر Green Park میں سے ہو کر پکاڈلی Picadilly آئے۔ پکاڈلی سے لیسٹر اسکوئر کا رخ کیا۔ وہاں سے فرانس کے بارے میں دو کتابیں خریدیں اور پھر ٹیوب میں بیٹھ کر گھر آگئے۔ چائے پی کر میں نے لکھنا پڑھنا شروع کیا۔ نو بجے کھانا کھایا اور کافی پی۔ گیارہ بجے سو گئے۔

منگل ۱۱ دسمبر ۱۹۶۲ء

صبح چار بجے آنکھ کھل گئی۔ سونے کی کوشش کرتا رہا لیکن نیند نہیں آتی۔

نہ جانے کب پھر سو گیا اور پھر جو اٹھ کر گھڑی دیکھی تو ساڑھے سات بجے تھے۔
 کھڑکیوں سے پردے اٹھائے۔ باہر دیکھا تو چاروں طرف ابر چھایا ہوا نظر آیا۔
 بستر میں چائے پی لیکن آج چائے پینے میں نہ جانے کیوں کچھ مزہ نہیں آیا۔
 نو بجے اٹھا۔ تیار ہوا۔ ناشتہ کیا۔ اور دس بجے کے قریب اسکول روانہ
 ہوا۔ ڈاک دیکھی۔ ہمیدہ کے نام بھنا کا خط ملا۔ خط جیب میں رکھا اور برٹش
 میوزیم کی طرف چل دیا۔ میوزیم کے قریب جا کر Marion کو فون کیا۔ ہمیدہ
 نے انہیں آج کھانے پر بلایا تھا۔ انہوں نے فون پر بتایا کہ وہ سو اچھ بجے ہمارے
 یہاں پہنچ جائیں گی۔ فون کرنے کے بعد برٹش میوزیم پہنچا۔ کلیات میر حسن، کلیات
 میر سوز اور کلیات جبرارت کے نسخے نکلوائے اور کام شروع کیا۔ ڈیڑھ بجے تک
 کام کرتا رہا۔

ڈیڑھ بجے بہت بھوک لگی۔ کام بند کیا۔ میوزیم سے باہر نکلا۔ بارش ہو
 رہی تھی۔ سیدھا ڈرومنڈ اسٹریٹ آیا۔ گوشت خرید اور Warren Street.
 سے ٹوب میں بیٹھ کر گھر آ گیا۔ کھانا کھایا۔ کافی پی اور باتیں کرتا رہا۔
 تین بجے کے قریب خط لکھنا شروع کئے۔ شکور صاحب کو مفصل خط لکھا۔ ساڑھے
 پانچ بجے باہر نکلا۔ ٹوب اسٹیشن جا کر MARION کا انتظار کرتا رہا اس خیال
 سے کہ کہیں وہ گھر نہ بھول جائیں۔ وہ ٹھیک سو اچھ بجے آئیں۔ انہیں لے
 کر گھر آیا۔ چائے پی۔ پھر سات بجے کے قریب کھانا کھایا اور کافی پی۔ وہ آٹھ
 بجے واپس گئیں۔ انہیں ٹوب اسٹیشن تک پہنچا اور واپس آکر لکھنا پڑھنا رہا۔
 گیارہ بجے کے قریب نیند آگئی۔

بدھ ۱۲ دسمبر ۱۹۶۲ء

صبح کو اٹھ کر دیکھا تو ساڑھے چار بجے تھے۔ آٹھ بجے تک بستر میں لیٹا رہا۔
 پھر اٹھ کر تیار ہوا۔ ناشتہ کیا۔ دس بجے اسکول روانہ ہوا۔ آج ٹرم کا آخری دن تھا۔
 گیارہ بجے چارلس ٹامس کو کلاس میں آنا چاہیے تھا لیکن وہ نہیں آئے۔ میں بارہ

بچے تک اپنے کمرے میں بیٹھا رہا۔ پھر اسکول جا کر ڈاک دیکھی اور برٹش میوزیم چلا گیا۔ وہاں جا کر میر حسن، میر سوز اور جبرارت کے نسخے لکھوائے اور تین بچے تک کام کیا۔ تین بچے باہر نکلا تو دیکھا بارش ہو رہی ہے اور برف گر رہی ہے۔ چھتری نے بہت کام دیا اور میں اُس کے سہارے وارن اسٹریٹ Warren Street کے ٹیوب اسٹیشن تک آیا۔ وہاں سے ٹرین میں بیٹھ کر گھر پہنچا۔ چائے پی اور باتیں کرتا رہا۔ شام کو بارش رُک گئی۔ برف ختم ہو گئی۔ مطلع بالکل صاف نظر آنے لگا۔ لیکن ٹھنڈی ہوا تیزی سے چلنے لگی۔ ہم لوگ کچھ دیر کے لئے بازار گئے اور کھانے پینے کی کچھ چیزیں خریدیں۔ واپس آئے۔ کھانا کھایا۔ کافی پی۔ میں ساڑھے دس بجے تک کام کرتا رہا اور اس کے بعد سو گیا۔

جمعرات ۱۳ دسمبر ۱۹۶۲ء

صبح کو پونے تین بجے آنکھ کھل گئی۔ کچھ عجیب سے خیالات پریشان کرتے رہے۔ ساڑھے چار بجے کے قریب پھر نیندا آگئی اور پھر ساڑھے سات بجے اُٹھا۔ کچھ دیر لکھتا پڑھتا رہا۔ پھر اٹھ کر ناشتہ کیا۔ گیارہ بجے تیار ہو کر باہر نکلا۔ پہلے اسکول گیا۔ ڈاک دیکھی۔ اور وہاں سے سیدھا بینک گیا۔ اپنے خرچ کے لئے ۵ پونڈ لکھوائے۔ پھر برٹش میوزیم پہنچا۔ تین بجے تک کام کیا۔ وہاں سے کوئی پونے چار بجے کے قریب گھر آیا۔ چائے پی اور کچھ دیر بیٹھا باتیں کرتا رہا۔

آج کمانڈر چودھری نے مجھے کھانے پر بلایا تھا۔ یہ صاحب پاکستان ہائی کمیشن میں افسر ہیں۔ ان کی اہلیہ رضیہ صاحبہ مجھ سے ایک روز اسکول میں ملنے آئی تھیں۔ انہوں نے مجھ سے کہا کہ کسی روز ہمارے یہاں کھانے پر آئے۔ چنانچہ ان کے شوہر نے مجھے فون بھی کیا اور خط بھی لکھا۔ آج ساڑھے سات بجے ان کے ہاں پہنچا تھا۔ میں نے دو روز قبل دود کو لکھ دیا تھا کہ وہ مجھے، آج کے دن پاکستان ہاؤس میں ملیں۔ خیال یہ تھا کہ اس طرف جا رہا

ہوں تو اُن سے ملاقات بھی ہو جائے۔ اور وہ مجھے کمانڈر چودھری کی بجائے
 قیام ۸۔ کنسننگٹن کورٹ پہنچا دیں گے۔ چنانچہ میں ساڑھے پانچ بجے ٹیوب
 میں بیٹھ کر نائٹس برج پہنچا۔ دودو میرا انتظار کر رہے تھے۔ کچھ دیر اُن سے
 باتیں کیں۔ سات بجے ہم لوگ کمانڈر چودھری کے یہاں جانے کے لئے
 وہاں سے روانہ ہوئے۔ بس میں بیٹھ کر وہاں پہنچے۔ مکان تلاش کیا۔ چند منٹ
 میں مکان مل گیا۔ دودو تو وہاں سے رخصت ہو گئے۔ میں نے گھنٹی بجائی۔
 چند منٹ کے بعد دروازہ کھلا۔ میں اندر پہنچا۔ کمانڈر چودھری اور اُن کی
 بیگم رضیہ بشیر صاحبہ سے ملاقات ہوئی۔ اُن کے یہاں بچوں کے اسکول
 کے ایک انگریز ہیڈ ماسٹر اور اُن کی اہلیہ بھی مدعو تھے۔ اُن سے بھی ملاقات
 ہوئی۔ مختلف موضوعات پر ہم لوگ ۹ بجے تک باتیں کرتے رہے۔ پھر ٹیلی ویژن
 پر پنڈت منرو اور صدر ایوب خاں کے بارے میں ایک فحرجی دیکھا۔ پھر کھانا
 کھایا اور پونے گیارہ بجے تک باتیں کرتے رہے۔ گیارہ بجے کے قریب
 کمانڈر چودھری نے مجھے Kensington High Street کے ٹیوب اسٹیشن
 پہنچا دیا۔ میں ٹیوب میں بیٹھ کر Charing Cross آیا اور وہاں سے ناردرن
 لائن لے کر پونے بارہ بجے گھر پہنچا۔ تھک گیا تھا۔ اس لئے فوراً ہی سو گیا۔

جمعہ ۱۴ دسمبر ۱۹۶۲ء

پانچ بجے صبح سو کر اُٹھا۔ نو بجے اُٹھ کر تیار ہوا۔ ناشتہ کیا۔ دس بجے اسکول
 گیا۔ ڈاک دیکھی۔ وہاں سے برٹش میوزیم گیا۔ تین بجے تک کام کرتا رہا۔ پھر اسکول
 آیا۔ رسل مل گئے۔ اُن سے چند منٹ باتیں کیں۔ وہاں سے سیدھا حلال بوچرز
 کے یہاں پہنچا۔ گوشت لیا۔ مولیٰ خریدی۔ پان بھی لئے اور ٹیوب میں بیٹھ کر چار
 بجے گھر آ گیا۔ لٹنل پارک ٹیوب اسٹیشن سے باہر نکلا تو فہمیدہ بچے کو گاڑی میں لئے
 ہوئے کھڑی تھیں۔ اُن کے ساتھ بازار میں کچھ سودا وغیرہ خریدا۔ پھر گھر آیا۔
 چائے پی۔ اور دیر تک باتیں کرتا رہا۔ ساڑھے سات بجے کھانا کھایا۔ گیارہ بجے

تک پڑھتا رہا۔ اور پھر سو گیا۔

ہفتہ ۱۵ دسمبر ۱۹۶۲ء

چھ بجے آنکھ کھلی۔ بستر میں اٹھ بچے تک لیٹا رہا۔ اُس کے بعد اٹھ کر گھر پر آئی ہوئی ڈاک دیکھی۔ شکن کا خط ملا۔ اُس میں یہ اطلاع تھی کہ آج ہی وہ سوا اٹھ بجے کے جہاز سے لندن پہنچ رہا ہے۔ چنانچہ اُس کا انتظار کرنے لگا۔ دس بجے چغتائی صاحب آئے۔ انہیں چیک دیا۔ کچھ دیر باتیں ہوتی رہیں۔ چند منٹ میں وہ چلے گئے۔ ساڑھے دس بجے دروازے پر دستک ہوئی۔ دیکھا تو میرا چھوٹا بھائی شکن کھڑا ہوا تھا۔ اس کو ڈیڑھ سال کے بعد دیکھا۔ بہت خوشی ہوئی۔ اُس کا سامان اندر رکھا۔ فہمیدہ نے کافی بنائی۔ پھر باتیں ہونے لگیں۔ اور ساڑھے بارہ بج گئے۔ لیسین کی بہن مریم بھی ریڈنگ سے آگئیں۔ ہم سب لوگوں نے ایک ساتھ کھانا کھایا۔ پھر باتیں کرتے رہے۔ چار بجے ہم لوگ باہر نکلے۔ پہلے آکسفورڈ اسٹریٹ گئے۔ وہاں سے ریجنٹ اسٹریٹ ہوتے ہوئے لکاڈلی آئے۔ وہاں سے لیسٹر اسکوائر پہنچے۔ آج سڑکوں پر خوب رونق تھی۔ روشنی نے بہت لطف دیا۔ لیکن آج سڑکوں پر ہجوم کم تھا۔ شاید اس کی وجہ یہ تھی کہ ہفتے کو عام طور پر دوکانیں بند ہوتی ہیں۔ ان سڑکوں کی سیر کرنے کے بعد ہم لوگ لیسٹر اسکوائر سے یوب میں بیٹھے اور گھرا گئے۔ گھرا کر کھانا کھایا۔ پھر باتیں کرتے رہے گیارہ بجے کے قریب سوئے۔

اتوار ۱۶ دسمبر ۱۹۶۲ء

صبح کو اٹھ کر دیکھا تو سات بجے تھے۔ اٹھ کر چائے بنائی۔ نو بجے کے قریب ناشتہ کیا۔ فہمیدہ نے جلدی جلدی کھانا پکایا۔ آج پھر جانے کا پروگرام تھا۔ Notting Hill Gate کے کلاسیک سینما میں آج ایک بجے ہندوستانی فلم 'نیادور' دکھائی جانے والی تھی۔ ساڑھے گیارہ بجے ہم لوگوں نے کھانا کھایا اور یوب میں بیٹھ کر ناٹنگ ہل گیٹ Notting Hill Gate.

چل دیتے۔ ایک بکے کے بعد پہنچے۔ پھر شروع ہو چکی تھی۔ جلدی جلدی ٹکٹ خریدے اور پھر ہاؤس میں جا بیٹھے۔ فلم اچھی تھی۔ اس میں انسان اور مشین کی کشمکش دکھائی گئی تھی۔ ہندوستان آج کل اسی دور سے گزر رہا ہے۔ اچھی خاصی تفریح رہی۔ فلم ختم ہوا تو ہم لوگ یٹوب میں بیٹھ کر گھر آئے۔ فہمیدہ اور مریم نے آلو کے پراٹھے پکائے۔ گرم گرم پراٹھوں نے بہت لطف دیا۔ وہی پھلکیا بھی پکائی گئیں۔ کھانا کھا کر کافی پی۔ آج بچے نے بہت پریشان کیا۔ کسی طرح سوتا ہی نہیں تھا۔ اُس کو بہلاتا رہا۔ شکن گیارہ بجے واپس آیا اُس نے بھی کھانا کھایا اور کافی پی۔ ساڑھے گیارہ بجے ہم لوگ سوئے۔

پیر ۷ ارب ستمبر ۱۹۶۲ء

پانچ بجے آنکھ کھلی۔ ساڑھے سات بجے بستر سے اُٹھا۔ پردے اُٹھا کر دیکھا۔ مطلع صاف تھا۔ تھوڑی دیر میں دھوپ نکل آئی۔ نو بجے ناشتہ کیا۔ پھر کچھ لکھتا پڑھتا رہا۔ فہمیدہ اور مریم بازار چلی گئیں۔ بارہ بجے واپس آئیں۔ میں نے معمولی سا کھانا کھایا اور برٹش میوزیم چل دیا پہلے اسکول میں ڈاک دیکھی۔ ڈاکٹر اطہر عباس رضوی اور ڈاکٹر سیتیش چندر مل گئے۔ اُن سے کچھ دیر باتیں ہوئیں۔ اُن سے رخصت ہو کر میں برٹش میوزیم کی طرف چل دیا۔ لیکن دھوپ کی وجہ سے نیت بدل گئی۔ سوچا کیوں نہ چیئرنگ کر اس روڈ پر چل کر کتابوں کی دوکانیں دیکھوں۔ سیر بھی ہو جائے گی۔ دو چار کام کی کتابوں بھی خرید لوں گا۔ چنانچہ ٹوٹنہم کورٹ روڈ ہوتا ہوا چیئرنگ کر اس روڈ پر گیا۔ کتابوں کی دوکانیں دیکھیں۔ چار پانچ کتابیں خریدیں۔ اور وہاں سے سیدھا برٹش میوزیم چلا گیا۔ وہاں چار بجے تک کام کیا۔ واپسی پر گوشت خریدا اور یٹوب میں بیٹھ کر گھر آ گیا۔ چائے پی اور باتیں کرتا رہا۔ آٹھ بجے کے قریب کھانا کھایا۔ پھر پڑھتا لکھتا رہا۔ بچے نے آج پھر بہت پریشان کیا۔ گیارہ بجے سویا۔

منگل ۱۸ دسمبر ۱۹۶۲ء۔

صبح کو پانچ بجے آنکھ کھلی۔ سات بجے لبتز سے باہر نکلا۔ چائے بنائی۔
آج بھی موسم بہت اچھا تھا۔ دھوپ نکلی ہوئی تھی۔ اور دن بھر نکلی رہی۔ نو
بجے ناشتہ کیا۔ اور پھر کچھ پڑھتا لکھتا رہا۔

اسکول اور برٹش میوزیم جانے کا ارادہ تھا۔ خیال تھا۔ ۱۲ بجے جاؤں گا۔
لیکن کھانے میں دیر ہوگئی اور دونج گئے۔ اس لئے ارادہ ملتوی کر دیا۔ کھانا کھا
کر چائے پی اور باتیں کرتا رہا۔ تین بجے کے قریب لیسین کی بسن مریم کو بس اسٹاپ
پر پہنچایا۔ آج وہ تین روز لندن میں قیام کر کے Henley جا رہی تھیں۔
واپس آکر پھر کچھ لکھتا پڑھتا رہا۔

نو بجے کھانا کھایا اور گیارہ بجے سویا۔

بدھ ۱۹ دسمبر ۱۹۶۲ء۔

نونے پانچ بجے آنکھ کھلی۔ ساڑھے سات بجے اٹھ کر باہر دیکھا تو آج
بھی مطلع صاف تھا اور دھوپ کھلی ہوئی تھی۔ البتہ سردی زیادہ تھی باہر سرد
ہوا چل رہی تھی۔

نونے ناشتہ کیا۔ پھر لکھنا پڑھنا شروع کیا۔ ساڑھے بارہ بجے کھانا تیار
ہو گیا۔ کھانا کھایا۔ کافی پیتے اور باتیں کرتے ڈیڑھ بج گیا اس لئے آج بھی
اسکول اور برٹش میوزیم جانے کا پروگرام ملتوی کر دیا۔

دو بجے کے بعد کچھ ضروری سامان لینے کے لئے باہر نکلا۔ چوراہے پر
پہنچ کر یہ خیال آیا کہ آج سیدھے جنکشن روڈ پر چلنا چاہیے۔ چنانچہ اسی پر ٹہلتا
ہوا چلا گیا۔ آج ایک نئی سڑک دیکھی۔ اس پر اچھا خاصا بازار بھی نظر آیا۔ کچھ خریدا
نہیں۔ بس ایک جائزہ لے کر واپس آ گیا۔ واپسی پر اپنے مکان کے قریب سے
دو بلب خریدے۔

سواتین بجے کے قریب بیٹھے بیٹھے طبیعت گھبرائی۔ چنانچہ باہر نکلا اور

فارٹریس روڈ Fortress Road. پریپیدل چلا۔ کینٹس ٹاؤن Kentish
 Town. اور کیمڈن ٹاؤن ہوتا ہوا۔ Gower Street. پہنچا۔ ڈرومنڈ
 اسٹریٹ Drummond Street. سے گوشت خریدا، اور Warren
 Street. سے ٹوب میں بیٹھ کر گھرا گیا۔

ساڑھے پانچ بجے بیوی اور بچے کے ساتھ باہر نکلا۔ اس خیال سے کہ
 ان لوگوں کو بھی ذرا سیر کرا دوں۔ چنانچہ ہم لوگ تھوڑی دیر بازار گھومے۔ ٹافیاں
 اور پھل وغیرہ خریدے۔ سات بجے واپس آئے۔ میں نو بجے تک لکھتا پڑھتا رہا۔
 سوا نو بجے کھانا کھایا۔ ساڑھے دس بجے ہم لوگ سو گئے۔

جمعرات ۲۰ دسمبر ۱۹۶۲ء

صبح کو ساڑھے پانچ بجے سو کر اٹھا۔ آٹھ بجے ناشتہ کیا۔ آج موسم خراب
 تھا۔ دھند چھائی ہوئی تھی۔ اس لئے کمرے میں بیٹھا رہا۔ آتش دان میں کوئلہ
 جلایا اور پڑھتا لکھتا رہا۔ ایک بجے کھانا کھایا۔
 دو بجے پھر کھانا پکانے کی تیاری شروع ہوئی۔ شام کو ڈاکٹر شاہ، ڈاکٹر کریم
 اور ڈاکٹر حق سے کھانے کے لئے کہہ دیا تھا۔ ان کے لئے دن میں پلاؤ اور
 قورمہ پکا۔ وہ لوگ رات کو ساڑھے سات بجے آئے۔ آٹھ بجے سب نے مل کر
 کھانا کھایا۔ نو بجے کھانا کھا کر رخصت ہوئے۔
 میں نے کچھ دیر لکھا پڑھا۔ گیارہ بجے سو گیا۔

جمعہ ۲۱ دسمبر ۱۹۶۲ء

صبح کو پانچ بجے آنکھ کھلی۔ سات بجے بستر سے باہر نکلا۔ چائے بنائی۔ اس
 کے بعد تیار ہوا۔ ساڑھے آٹھ بجے ناشتہ کیا۔ آج بھی موسم بہت اچھا تھا خوب
 دھوپ نکلی ہوئی تھی۔ فہمیدہ اور بچے کو ساتھ لیا اور یونیورسٹی کالج ہسپتال روانہ
 ہوا۔ آج Dr. Flew. نے فہمیدہ کو دیکھنے کے لئے وقت دیا تھا۔ وہاں کوئی
 ڈیڑھ گھنٹہ صرف ہوا اس نے دیکھا اور پھر Dr. Super. سے وقت مقرر

کیا۔ اب ۲۶ فروری کو یہ صاحب دیکھیں گے۔

یونیورسٹی کالج ہسپتال سے نکل کر سوچا ذرا اسکول کی طرف ہوتا چلوں۔
 فہمیدہ کو بھی دکھا دوں گا۔ چنانچہ ہم لوگ اسکول کی طرف چلے میں نے فہمیدہ
 سے کہا کہ وہ دھوپ میں باہر کھڑی رہیں اور اندر ڈاک دیکھنے کے لئے گیا۔
 گھر سے آیا ہوا خط ملا۔ عالم علی رضوی صاحب نے بھی مجھے پھر ایک خط لکھا
 کہ ملاقات ہونی چاہیے۔ ڈاک لے کر چلا تو POSTER نے تنخواہ کا خط بھی دیا۔
 وہاں سے ہم لوگ اپنے کمرے میں Woburn Street آئے۔
 فہمیدہ کو کمرہ دکھایا اور پھر گوشت لینے کے لئے یونیورسٹی حلال بوچرز کی دوکان
 کی طرف چل دیئے۔ وہاں سے مرغ اور گوشت وغیرہ خریدا۔ اور بس میں بیٹھ
 کر گھر آگئے۔

ڈیڑھ بجے کھانا کھایا۔ شکن اور شاہ آگئے۔ انہوں نے بھی کھانا کھایا اور
 پھر باتیں ہوتی رہیں۔ چھ بجے شکن بلٹاسٹ کے لئے رخصت ہوا۔
 میں نے کچھ دیر پڑھا لکھا۔ پھر کھانا کھایا۔ اس کے بعد پھر پڑھتا رہا۔
 گیارہ بجے سویا۔

ہفتہ ۲۲ دسمبر ۱۹۶۲ء

صبح پانچ بجے سوکر اٹھا۔ سات بجے چائے پی۔ آج بھی دن بہت اچھا
 تھا۔ دھوپ نکلی ہوئی تھی۔ اس لئے سوچا کہ کھانا کھانے کے بعد کہیں باہر نکلنا
 چاہیے۔ چنانچہ بارہ بجے کھانا کھایا اور بس میں بیٹھ کر Trafalgar Square
 پہنچے۔ کچھ دیر وہاں کی سیر کی۔ پھر NATIONAL GALLERY چلے گئے۔
 وہاں چار بجے تک گھوم پھر کر مصوری کے شاہکار دیکھے اور ان سے خوب لطف
 لیا۔ چار بجے وہاں سے باہر نکلے۔ لیسٹراسکو آئے اور وہاں سے ٹوب میں
 بیٹھ کر گھر آگئے۔ چائے پی اور کچھ پڑھنے لکھنے کی کوشش کرتا رہا۔ چکے نے آج
 بہت پریشان کیا۔ ساڑھے دس بجے سویا۔

اتوار ۲۳ دسمبر ۱۹۶۲ء۔

پانچ بجے صبح اٹھ کھلی۔ ساڑھے سات بجے اٹھ کر چائے پی۔ آج بھی موسم اچھا تھا۔ باہر دھوپ تھی۔ لیکن تیز ہوا چل رہی تھی۔ سردی کا شباب تھا۔ میں نے نیچے جا کر غار میں سے کوئلہ نکالا اور اوپر لا کر آتش دان میں جلایا۔ اور اس کے سامنے پڑھتا لکھتا رہا۔

گیارہ بجے اٹھ کر تیار ہوا۔ کھانا کھایا اور ہم لوگ ٹوب میں بیٹھ کر Notting

Hill Gate۔ چل دیئے۔ آج وہاں کلاسیک سینما میں ہندوستانی فلم کھٹھ پتلی دکھایا جانے والا تھا۔ ہم لوگ آج وقت سے پہلے ہی وہاں پہنچ گئے۔ ایک بجے سے قبل ہی فلم شروع ہو گیا۔ فلم بہت اچھا تھا۔ امیبا چکر ورتی کے ڈائریکشن، بلراج ساہنی کی ایڈٹنگ اور وجنتی مالا کے رقص نے بہت لطف دیا۔ ساڑھے چار بجے فلم دیکھ کر واپس آئے۔ گھر آ کر چائے پی اور باتیں کرتے رہے۔ چھ بجے کے بعد میں نے لکھنا پڑھنا شروع کیا۔ آٹھ بجے کھانا کھایا۔ پھر کچھ خط لکھے۔ گیارہ بجے سویا۔

پیر ۲۴ دسمبر ۱۹۶۲ء۔

صبح کو پانچ بجے سو کر اٹھا۔ چائے پی اور لکھنے کے لئے بیٹھ گیا۔ آج بھی دھوپ نکلی رہی تھی۔ لیکن سخت سردی تھی۔ بارہ بجے کھانا کھایا۔ اس کے بعد پھر لکھنا پڑھنا رہا۔ چار بجے باہر نکلا۔ دوکانیں کھلی ہوئی تھیں۔ خوب رونق تھی۔ بے شمار لوگ کرسمس منانے کے لئے سامان خرید رہے تھے۔ گھر سے پیدل

Comedon Town۔ کی طرف چلا۔ کیمنڈن ٹاؤن سے دو کتابیں Story of

خریدیں۔ Coloridges Poetical works۔ اور women۔

وہاں سے یورشاٹ اسٹریٹ Eversholt Street۔ ہوتا ہوا ایوسٹن روڈ

Euston Road۔ پر آیا۔ پھر Tottenham Court Road اور

Warren Strret۔ پر کچھ دیر گھومتا رہا۔ وہاں سے پھر Comedon Town۔

آیا اور وہاں سے ٹوب میں بیٹھ کر گھرا گیا۔ چھ بجے کے بعد ڈاکٹر حق اور ڈاکٹر کریم آگئے۔ اُن سے باتیں ہوتی رہیں۔ وہ لوگ گئے تو کھانا کھایا۔ چائے پی۔ پڑھنا لکھنا رہا۔ گیارہ بجے سویا۔

منگل ۲۵ دسمبر ۱۹۶۲ء

صبح کو پونے چار بجے آنکھ کھل گئی۔ سردی شدید تھی اس لئے بستر میں لیٹا رہا۔ لیٹے لیٹے پھر نیند آگئی۔ سو کر اُٹھا تو ساڑھے اٹھ بجے تھے۔ آج بھی دھوپ تھی۔ کرسمس کی وجہ سے ہر طرف سناٹا تھا۔ بسیں تک بند تھیں۔ آج دن بھر گھری پر رہا۔ شام کو بیوی اور بچے کے ساتھ باہر نکلا۔ ہم لوگ Kentish Town تک گئے۔ ہوکا عالم تھا۔ صرف کاریں اور ٹیکسیاں

سڑکوں پر چل رہی تھیں۔ سردی شدید تھی۔ مٹھنڈی ہو اچل رہی تھی۔ اس لئے ہم لوگ جلد ہی واپس آگئے۔ اٹھ بجے کھانا کھایا۔ کھانا کھا کر میں نے لکھنا شروع ہی کیا تھا کہ گھنٹی بجی۔ باہر جا کر دیکھا تو خاور کے بھائی مقصود تھے۔ اُن کو کمرے میں لا کر بٹھایا۔ دیر تک وہ اپنے گھر والوں کے بارے میں باتیں کرتے رہے۔ ساڑھے دس بجے رخصت ہوئے۔ تو میں بستر میں لیٹ گیا۔ گیارہ بجے نیند آگئی۔

بدھ ۲۶ دسمبر ۱۹۶۲ء

صبح چھ بجے سو کر اُٹھا۔ ساڑھے سات بجے اُٹھ کر چائے پی۔ باہر دیکھا تو برف گرنے کے آثار تھے۔ ہلکی ہلکی برف گر رہی تھی۔ دوپہر تک اچھی طرح برف گرنے لگی۔ اور شام تک تو ہر چیز سفید ہو گئی۔ آج میں دن بھر گھری پر رہا۔ ارض پاک سے دیارِ فرنگ تک رپورٹاژ لکھتا رہا۔ چار بجے ذرا دیر کے لئے باہر نکلا۔ لیکن چند منٹ کے بعد واپس آگیا۔ کھانا کھانے کے بعد پھر لکھتا رہا۔ ساڑھے دس بجے سویا۔

جمعرات ۲۷ دسمبر ۱۹۶۲ء۔

رات کو ذرا جلدی سو گیا تھا۔ اس لئے صبح پونے چار بجے آنکھ کھل گئی۔ پردے اٹھا کر کھڑکی میں سے دیکھا تو ہر چیز سفید تھی۔ بستر میں لیٹا رہا پھر نیندا گئی۔ اب جو اٹھ کر دیکھا تو آٹھ بجے تھے۔ فوراً اٹھا۔ منہ ہاتھ دھویا۔ ناشتہ کیا۔ آتش دان میں آگ جلانی اور لکھنے کے لئے بیٹھ گیا۔ ایک بجے تک کام کرتا رہا۔ پھر کھانا کھایا اور کچھ دیر کے لئے باہر نکلا۔ برف تو اب نہیں گر رہی تھی لیکن ہر چیز سفید ہو چکی تھی سڑکوں پر خاصی برف جمع تھی۔ بازار میں تھوڑی دورت تک گیا۔ لیکن برف میں چلنا مشکل تھا۔ اس لئے جلد ہی گھر واپس آ گیا۔ چائے پی کر کام کرنے بیٹھ گیا۔ رپورٹاژ کے کچھ حصے لکھے۔ رات ہو گئی۔ آگ کے سامنے بیٹھا رہا۔ پھر کھانا کھایا اور پڑھتا رہا۔ گیارہ بجے کے قریب نیندا گئی۔

جمعہ ۲۸ دسمبر ۱۹۶۲ء۔

پانچ بجے صبح سو کر اٹھا۔ کھڑکی کے پردے ہٹا کر دیکھا۔ برف کا وہی عالم تھا۔ لیکن برف گرنا بند ہو گئی تھی۔ بستر میں لیٹ گیا۔ سات بجے اٹھا۔ ناشتہ کیا۔ چائے پی۔ کچھ دیر لکھتا رہا۔ گیارہ بجے اٹھا تیار ہوا۔ باہر نکلا۔ سوچا ڈاکٹر حق اور ڈاکٹر عبدالکریم سے ملتا چلوں۔ اُن کے کمرے میں گیا۔ کچھ دیر باتیں ہوتی رہیں۔ وہاں سے واپس آیا تو دیکھا ہمارے مکان میں ٹیلی فون لگ رہا ہے۔ باہر ہی سے دیکھ کر بس اسٹینڈ کی طرف چل دیا۔ سیدھا Drummond Street پہنچا۔ گوشت خریدا۔ پھر اسکول گیا۔ اسکول بند تھا۔ دو آدمی باہر برف ہٹا رہے تھے۔ اُن میں سے ایک نے بتایا کہ اسکول ابھی بند ہے۔ اب ۲۹ کو کھلے گا۔ چنانچہ میں وہاں سے واپس Warren street آیا اور ٹوب میں بیٹھ کر گھر پہنچا۔ ایک بج چکا تھا۔ فہمیدہ نے جلدی جلدی قیمہ بھونا۔ کھانا کھایا۔ کونکہ ختم ہو گیا تھا۔ اس لئے نیچے Basement میں گیا۔ چغتائی صاحب سے ملاقات ہوئی تھی۔ انہوں نے ایک کوٹھری دکھائی جس میں کونکہ تھا۔

کہنے لگے اس میں سے لے لیجئے۔ میں دو تھیلے کونلے سے بھرے اوپر لایا۔ اتنے میں کونلے والا آگیا۔ اُس سے فہمیدہ نے ایک بوری کونلہ لیا اور آتش دان میں خوب آگ جلائی۔ اس کے سامنے بیٹھ کر میں لکھتا پڑھتا رہا۔ شام کو چغتائی، بیگم چغتائی اور اُن کی بیٹی فریدہ کھانے پر آئیں۔ سب نے بیٹھ کر کھانا کھایا۔ لیکن بچے نے بہت پریشان کیا۔ وہ لوگ کھانا کھا کر ساڑھے آٹھ بجے کے قریب رخصت ہوئے۔ میں کچھ دیر لکھتا پڑھتا رہا۔ ساڑھے دس بجے لستر میں لیٹا۔ گیارہ بجے کے قریب سو گیا۔

ہفتہ ۲۹، دسمبر ۱۹۶۲ء

آج صبح ذرا دیر میں آنکھ کھلی۔ گھڑی دیکھی تو آٹھ بجے تھے۔ فہمیدہ نے اُٹھ کر چائے بنائی۔ ہم لوگوں نے ناشتہ کیا۔ نو بجے آتش دان میں آگ جلائی۔ اُس کے بعد وہ نو بجے کو لے کر ڈاکٹر کے یہاں چلی گئیں۔ میں نہایا اور پھر آگ کے سامنے بیٹھا رہا۔ گیارہ بجے کے قریب چغتائی صاحب آگئے۔ انہیں چیک دیا۔ چند منٹ باتیں ہوتی رہیں۔ وہ چلے گئے تو میں نے رپورتاژ لکھنا شروع کیا۔ بارہ بجے فہمیدہ واپس آئیں۔ ایک بجے کھانا کھایا۔ کھانا کھا کر بیٹھے ہی تھے کہ مقصود آگئے۔ اُن سے باتیں ہوتی رہیں فہمیدہ نے پھر کھانا پکایا۔ سات بجے مقصود نے ہم لوگوں کے ساتھ کھانا کھایا اور آٹھ بجے کے قریب رخصت ہوئے۔ بچہ پریشان کرتا رہا۔ کسی طرح سوتا ہی نہیں تھا۔ دس بجے اُسے دودھ پلایا۔ خیر دودھ پی کر سو گیا۔ اس کے بعد میں کچھ دیر لکھتا رہا۔ سو گیارہ بجے سویا۔

اتوار ۳۰، دسمبر ۱۹۶۲ء

صبح کو سوپا پنچ بجے اُٹھا۔ کھڑکی کے پردے اُٹھا کر دیکھا تو ہر چیز سفید نظر آئی۔ رات کو خوب برف گری۔ پھر لستر میں لیٹ گیا اور سو گیا۔ آٹھ بجے آنکھ کھلی۔ اُٹھ کر ناشتہ کیا۔

پھرتیار ہو کر باہر نکلا اس خیال سے کہ ذرا برف سے لطف لوں اور
 اتوار کے اخبار بھی خرید لاؤں۔ ساڑھے گیارہ بجے مع فہمیدہ اور بچے کے
 نیچے اُترا تو ڈاکٹر بیگم احسان نے دیکھ لیا۔ وہ بھی نیچے آگئیں۔ خان صاحب
 بھی آگئے۔ قسح اور نظام بھی آگئے۔ ان لوگوں نے تصویریں کھینچیں اور پھر
 یہ طے ہوا کہ پارلیمنٹ ہل پر چلنا چاہیے۔ وہاں برف کا منظر بہت خوبصورت
 ہوگا۔ چنانچہ ہم لوگ کم از کم دو دو فٹ برف میں چل کر پہاڑی پر پہنچے۔ واقعی
 اس پہاڑی کا منظر بہت خوبصورت تھا۔ حد نظر تک سفید سفید برف نظر آتی
 تھی۔ عجیب منظر تھا۔ بہت لطف آیا۔ وہاں سے بہت لوگ سیر کرنے اور
 SKATING کرنے کے لئے جمع تھے اور برف باری کا لطف حاصل کر
 رہے تھے۔ تھوڑی دیر میں سرد برفانی ہوا چلنے لگی۔ بچے نے رونا شروع
 کیا۔ اس لئے ہم لوگ وہاں سے چل دیئے اور ڈیڑھ بجے گھر پہنچے۔ آگ
 جل رہی تھی۔ کمرہ خاصا گرم تھا۔ آگ کے سامنے بیٹھے رہے۔ یہیں کھانا
 کھایا اور اُس کے بعد لکھتا پڑھتا رہا۔ آٹھ بجے کھانا کھا کر پھر کام کرتا رہا۔ گیارہ
 بجے سونے کی کوشش کی۔

پیر ۳۱ دسمبر ۱۹۶۲ء

صبح کو سو اپنا بچے آنکھ کھلی۔ فوراً بستر سے اُٹھا۔ چائے بنائی۔ اور
 بیٹھ کر لکھنا شروع کر دیا۔ آٹھ بجے پردے اُٹھا کر باہر دیکھا۔ برف بدستور
 تھی۔ البتہ رات کو مزید برف نہیں گری تھی۔ سفیدی کا وہی عالم تھا۔ سردی
 بھی خوب تھی۔

نوبے آتش دان میں آگ جلائی۔ دس بجے تیار ہو کر باہر گیا۔ کھانے
 پینے کا کچھ سامان لایا۔ پھر ناشتہ کیا۔ گیارہ بجے باہر نکلا برف سے الجھتا ہوا اور
 کہیں کہیں اُس پر پھسلتا ہوا بس اسٹاپ پر پہنچا۔ بس میں بیٹھ کر اسکول پہنچا۔ ڈاک
 دیکھی۔ ڈاکٹر بلشیم اور ڈاکٹر ایشور Dr. Asher مل گئے۔ اُن سے چند منٹ باتیں

ہوتیں۔ وہاں سے ڈاک خانے گیا۔ Air letter. خریدے۔ خیال تھا
ذرا بازار کی بھی سیر کروں گا لیکن برف کی وجہ سے ہمت نہیں پڑی۔ پھر اسکول
لوٹ آیا۔ احتیاطاً پھر ڈاک دیکھی۔ ایک بکے کے قریب وہاں سے چلا۔
Drummond Street. سے گوشت خریدا اور ٹیوب میں بیٹھ کر گھرا گیا۔

کھانا کھایا کافی پی اور کچھ دیر پڑھتا رہا۔

شام کو بیوی اور بچے کے ساتھ باہر نکلا۔ ٹیلی ویژن والے کمرے میں سیٹ
لگانے کے بارے میں بات چیت کی۔ خاصاً منگاسودا معلوم ہوا اس لئے
خیال چھوڑ دیا۔ پھر ایک دوسری دوکان میں کیمرے دیکھے۔ اور ایک معمولی
Brownie کیمرہ خریدنے کا فیصلہ کیا۔ کل چیک دے کر لے لیا جائے گا۔
دوکان سے باہر نکلے تو سرد ہوا چل رہی تھی۔ اُس سے اُلجھتے ہوئے
ہم لوگ گھرائے۔ آگ جلائی اور اُس کے سامنے بیٹھ کر باتیں کرتے رہے۔
اٹھ بجے کھانا کھایا۔ اُس کے بعد میں نے ساڑھے دس بجے تک رپورٹ تازہ لکھنے
کا کام کیا۔ گیارہ بجے سویا۔

منگل یکم جنوری ۱۹۶۳ء

صبح کو پانچ بجے اُٹھا۔ چائے پی۔ برف کا وہی عالم تھا۔ اس لئے باہر
نکلنے کا پروگرام ملتوی کر دیا۔ کمرے میں لکھتا پڑھتا رہا ۱۲ بجے کے قریب باہر
نکلا۔ کل جو تصویریں کھینچی تھیں وہ دھلنے کے لئے دیں۔ واپس آکر کھانا کھایا۔
پھر شام تک گھر ہی پر رہا۔ رات کو گیارہ بجے سویا۔

بدھ ۲ جنوری ۱۹۶۳ء

چار بجے آنکھ کھلی لیکن پھر سو گیا۔ نو بجے اُٹھا ناشتہ کیا۔ بارہ بجے اسکول گیا
ڈاک دیکھی۔ وہاں سے بینک گیا۔ ۲۵ پونڈ نکالے۔ میوزیم اسٹریٹ آیا۔ کتابوں
کی دوکانیں دیکھیں۔ برنارڈ شاپ پر ایک کتاب خریدی۔ پھر چپترنگ کراس روڈ
پر FOYLES کی دوکان میں گیا۔ وہاں کوئی
Charring Cross.

ایک گھنٹہ گزارا۔ مندرجہ ذیل کتابیں خریدیں۔

1. Walter Aelen, The English Novel
2. Graham Honguh. The Dark Sun.
(A study D. H. Lawrence.)
3. Eric Heller. The Disinherited mind.
4. H. Mantgomery Hyde Famous Trials of Osear Wilde
5. J. L. Gili: Lore

پانچ بجے کے قریب گھر واپس آیا۔ چائے پی اور باتیں کرتا رہا۔ ذرا دیر کے لئے بازار گیا۔ چند چیزیں خریدیں اور واپس آگیا۔ پھر لکھنے پڑھنے کا کام کرتا رہا۔ گیارہ بجے سویا۔

جمعرات ۳ جنوری ۱۹۶۳ء

صبح کو پونے چھ بجے اٹھ کھلی۔ بستر میں لیٹا رہا۔ ساڑھے اٹھ بجے اٹھ کر تیار ہوا۔ ناشتہ کیا۔ سوانوبکے فہمیدہ کو لے کر یونیورسٹی کالج ہاسپٹل گیا۔ آج اُن کا X-RAY ہونے والا تھا۔ وہاں سے پونے گیارہ بجے فارغ ہوا۔ Warren Street. سے فہمیدہ کو تو گھر جانے والی ٹرین میں سوار کیا اور میں Knights Bridge. کی طرف روانہ ہوا۔ آج ایجوکیشنل اینڈسٹری خالق صاحب سے ملنے کے لئے وقت مقرر ہوا تھا۔ سوا گیارہ بجے اُن کے دفتر میں پہنچا۔ سکریٹری سے معلوم کیا۔ اُس نے بتایا کہ وہ ہائی کمشنر سے ملنے گئے ہیں۔ جلد ہی واپس آجائیں گے۔ چنانچہ میں سید عالم علی رضوی صاحب ڈائریکٹر آڈٹ اینڈ اکاؤنٹس سے ملنے چلا گیا۔ اُن سے ملاقات ہوئی۔ نہایت نستعلیق اور مہذب آدمی ہیں۔ دیر تک لکھنؤ یونیورسٹی اور وہاں کے اساتذہ کے بارے میں باتیں ہوتی رہیں۔ وہاں سے اٹھ کر خالق صاحب

کے پاس آیا۔ اُن سے کوئی ایک گھنٹے تک باتیں ہوئیں۔ ساڑھے بارہ بجے اُن کے دفتر سے باہر نکلا تو بارش ہو رہی تھی۔ برف نے سڑکوں کا بُرا حال کر رکھا تھا۔ Knights Bridge کے ٹیوب اسٹیشن آیا اور ٹیوب میں بیٹھ کر گھر پہنچا۔ کھانا کھایا اور لکھتا پڑھتا رہا۔ گیارہ بجے سویا۔

جمعہ ۴ جنوری ۱۹۶۳ء

آج پونے سات بجے آنکھ کھلی۔ باہر دیکھا تو کھرا چھایا ہوا تھا۔ برف کا وہی عالم تھا۔ ہر چیز سفید تھی۔ سردی کا بھی وہی رنگ تھا۔ بستر سے باہر نکلا۔ چائے بنائی اور کام کرنے کے لئے بیٹھ گیا۔

دس بجے تیار ہو کر باہر نکلا۔ پہلے بیوی اور بچے کو لے کر Kentish Town کے کلینک میں گیا۔ وہاں یہ معلوم ہوا کہ مجھے Brackenock Road کے قریب کسی کلینک میں جانا چاہیے۔ چنانچہ وہاں سے واپس آئے۔ راستے میں ہلکی ہلکی بارش ہونے لگی۔ برف نے بہت پریشان کیا۔ اب برف پگھلنے لگی ہے اور اس پر چلنا دشوار ہو گیا ہے۔ پاؤں پھسلتے ہیں۔ بہر حال کسی نہ کسی طرح ساڑھے بارہ بجے گھر واپس پہنچے۔ آگ جلائی اور کچھ دیر اُس کے سامنے بیٹھے رہے اور کافی پی کر اپنے آپ کو گرم کیا۔

ایک بجے ٹیوب میں بیٹھ کر مورگیت گیا۔ ویسٹ منسٹر بنک West Minister Bank سے چیک بُک لی۔ اچھن نے جو چیک بھجوا یا تھا وہ جمع کرایا۔ وہاں سے ٹیوب میں ایوسٹن اسکوائر Euston Square آیا اور برف سے اُلجھتا ہوا اسکول پہنچا۔ ڈاک دیکھی۔ پھر لیسٹر اسکوائر گیا۔ چند کتابوں کی دوکانیں دیکھیں۔ کوئی قاعدے کی کتاب نہیں ملی۔ چنانچہ Tottenham Court Road کے ٹیوب میں بیٹھ کر گھرا گیا۔ چائے پی اور آگ کے سامنے بیٹھا رہا۔ ساڑھے سات بجے کھانا کھایا اور لکھتا پڑھتا رہا۔ گیارہ بجے سویا۔

ہفتہ ۵، جنوری ۱۹۶۳ء

پانچ بجے اٹھا۔ سات بجے کے قریب بستر سے باہر نکلا۔ موسم کا وہی عالم تھا۔ سڑکیں برف سے ڈھکی ہوئی تھیں۔ غسل خانے میں گیا پھر چائے پی اُس کے بعد کچھ دیر لکھتا پڑھتا رہا۔ ساڑھے دس بجے تیار ہوا اور بیوی اور بچے کے ساتھ آکسفورڈ اسٹریٹ گیا۔ دوکانیں دیکھیں۔ تقریباً ہر جگہ سیل Sale کا بورڈ لگا ہوا تھا۔ فہمیدہ کے لئے Dolcis کی دوکان سے ایک جوٹا خریدا۔ کوٹ بھی خریدنے کا پروگرام تھا۔ کئی دوکانیں دیکھیں لیکن کوئی اچھا کوٹ نہیں ملا۔ Self Ridges گئے لیکن اس عرصے میں ایک بیج گیا اور وہ اسٹور بند ہو گیا۔ اس لئے بس میں بیٹھ کر گھر آ گئے۔ آتش دان میں آگ جلائی۔ کھانا کھایا اور لکھتا پڑھتا رہا۔ شام کو شاہ آ گئے۔ اُن سے باتیں ہوتی رہیں۔ اُن کے جانے کے بعد لکھنا شروع کیا۔ نو بجے کھانا کھایا اور کام کرتا رہا۔ گیارہ بجے سویا۔

اتوار ۶، جنوری ۱۹۶۳ء

صبح سووا پانچ بجے اٹھ کھلی۔ اٹھ کر چائے بنائی۔ چائے پی کر کام کرنے کے لئے بیٹھ گیا۔ دس بجے کے قریب اٹھ کر تیار ہوا۔ آج کے دن مختلف سینماؤں میں ہندوستانی فلم دکھائے جاتے ہیں۔ فون کر کے آج کا پروگرام معلوم کیا لیکن بیشتر جگہ ایسے فلم تھے جو یا تو دیکھے ہوئے تھے یا جن میں کوئی خاص بات نہیں تھی۔ اس لئے باہر جانے کا پروگرام ملتوی کر دیا۔ گھر پہ بیٹھا ہوا کام کرتا رہا۔ دوپہر میں جا کر کئی اخبار خرید لیا۔ اُن کو پڑھتا رہا۔ شام کو اس خیال سے باہر نکلا کہ پاکستان ہاؤس جاؤں گا۔ گھر سے نکل کر حسان صاحب کے یہاں چند منٹ ٹھہرا۔ اُن کی بیگم نے بہت تکلف کیا۔ چائے اور کافی بنتی رہی اور باتوں کا سلسلہ جاری رہا۔ سات بج گئے۔ اس لئے کہیں اور جانے کا پروگرام ملتوی کر کے گھر آ گیا۔ کھانا کھا کر گیارہ بجے تک

لکھنا پڑھتا رہا۔ اُس کے بعد نیند آنے لگی۔

پیر ۷ جنوری ۱۹۶۳ء

صبح چھ بجے اُٹھا۔ ناشتے کے بعد کوئی گیارہ بجے تک لکھنے کا کام کرتا رہا۔ اُس کے بعد کھانا کھا کر۔ اسکول پہنچا۔ ڈاک دیکھی۔ پھر برٹش میوزیم چلا گیا۔ وہاں چار بجے تک کام کیا۔ پھر Drummond Street آکر گشت خریدنا اور بس میں بیٹھ کر گھر آ گیا۔ چائے پی۔ بچے کے ساتھ کھیتا رہا۔ سات بجے کے قریب وہ سو گیا لیکن آج کلینک میں اُس کے انجکشن لگایا گیا تھا۔ اس لئے تکلیف رہی کئی دفعہ جاگا اور تکلیف سے روتا رہا۔ اس لئے میں کچھ کام نہ کر سکا۔ ساڑھے گیارہ بجے کے قریب سویا لیکن نیند نہیں آئی۔ رات بے چینی سے گزری۔

منگل ۸ جنوری ۱۹۶۳ء

صبح سو اپنا بچے اُٹھا۔ سات بجے کے قریب دھوپ نکل آئی۔ موسم کی اس تبدیلی سے طبیعت بہت خوشی ہوئی۔ ناشتہ کر کے کچھ دیر کام کرتا رہا۔ پھر چند چیزیں خریدنے کے لئے بازار گیا۔ سخت سردی تھی۔ واپس آکر کھانا کھایا اور اسکول کی طرف چل دیا۔ اپنے کمرے میں گیا۔ رسل بیٹھے ہوتے تھے۔ اُن سے ملاقات ہوئی۔ ہم لوگ آج عرصے کے بعد ملے تھے۔ اس لئے سواتین بجے تک باتیں کرتے رہے۔ ہم لوگ باتیں کر رہے تھے کہ نعیم ملک آگئے۔ ۲۳ دسمبر کو لاہور سے واپس لندن آئے ہیں۔ وہ چند منٹ بیٹھے رہے۔ پھر وہاں سے اُٹھے اور کافی ہاؤس میں جا بیٹھے۔ دیر تک ہم لوگ کافی پیتے اور لاہور کے بارے میں باتیں کرتے رہے۔ وہاں سے ساڑھے چار بجے اُٹھے۔ میں اُن سے رخصت ہو کر بس میں بیٹھا اور گھر آ گیا۔ آج بی بی سی کے ایشین کلب کی میٹنگ تھی۔ اُس میں Prof. Fitzgerald آنے والے تھے۔ میں بھی اُن سے چند سوال پوچھنا چاہتا تھا۔

اس لئے پروگرام یہ بنایا کہ گھر پر چائے پی کر اور تھوڑی دیر بیٹھ کر کوئی چھ
سواچھ بکے چلوں گا اور اطمینان سے سات بجے Picadilly پہنچ جاؤں
گا۔ لیکن ابھی چائے پی ہی رہا تھا کہ ڈاکٹر حق آگئے۔ اُن سے باتیں ہوتی
رہیں۔ ساڑھے چھ بج گئے۔ وہ رخصت ہوئے تو میں سیدھا یٹوب
اسٹیشن گیا لیکن سات بجنے والے تھے اس لئے میننگ میں جانے کا پروگرام
ملتوی کر کے گھر آگیا اور پھر کھانا کھایا اور لکھنا پڑھنا رہا۔ گیارہ بجے سویا۔

بدھ ۹ جنوری ۱۹۶۳ء

صبح پانچ بجے آنکھ کھلی۔ لکھنا پڑھنا رہا۔ ۱۲ بجے کے قریب کھانا کھا کر
اسکول پہنچا۔ کمرے میں نعیم ملک اور میرین رسل کے ساتھ باتیں کر رہے
تھے۔ اُن کے ساتھ Brikbeck College گیا۔ وہاں اُن لوگوں نے
کھانا کھایا۔ پھر رسل کے ساتھ کامن روم میں آیا۔ کافی پی۔ پروفیسر بشیم
اور ڈاکٹر اطہر عباس رضوی مل گئے۔ اُن سے باتیں ہوتی رہیں۔ ۲ بجے
ڈیپارٹمنٹ کی میننگ تھی۔ اُس میں شریک ہوا۔ رسمی سی میننگ تھی۔ آج
نیا ٹرم شروع ہوا تھا، اس لئے سب لوگ مل بیٹھے۔ کوئی کام کی بات نہیں
ہوتی۔ وہاں سے واپس کمرے میں آئے۔ تین بجے کے قریب رسل
سے رخصت ہو کر گھر آگیا۔ اور رات کے گیارہ بجے تک لکھنا پڑھنا رہا۔

جمعرات ۱۰ جنوری ۱۹۶۳ء

صبح چھ بجے اُٹھا۔ نہاد دھو کر ناشتہ کیا۔ دس بجے تیار ہو کر اسکول گیا۔
چارلس ٹامس آگئے۔ انہیں ایک بجے تک پڑھایا۔ پھر کامن روم میں گیا
کافی پی۔ دو بجے کمرے میں واپس آیا۔ رسل سے ملاقات ہوئی۔ کچھ دیر
باتیں ہوتی رہیں۔ تین بجے وہاں سے اُٹھ کر گھر آیا۔ چند منٹ آرام کر کے
بیوی اور بچے کے ساتھ Kentish Town تک گیا۔ کچھ سامان خریدا۔
واپس آ کر کھانا کھایا اور پڑھنا لکھنا رہا۔ گیارہ بجے سویا۔

جمعہ ۱۱ جنوری ۱۹۶۳ء

صبح سات بجے آنکھ کھلی۔ مطلع صاف تھا۔ دھوپ کے آثار نظر آئے۔ لیکن سردی شدید تھی۔ آگ جلانی۔ چائے پی اور صوفے پر بیٹھ کر لکھنا شروع کیا۔ دس بجے تیار ہو کر اسکول گیا۔ چارلس ٹامس آگئے۔ انہیں میر حسن کی مثنوی پڑھائی۔ انہیں پڑھا رہا تھا کہ رسل کمرے میں آئے اور کہنے لگے

آپ کو ساڑھے بارہ بجے Prof. Brough سے ملنا ہے۔ Mrs. Garland۔

نے آپ کو اطلاع بھجوائی ہے۔ میں نے کہا مجھے اطلاع نہیں ملی۔

ساڑھے بارہ بجنے میں صرف پانچ منٹ باقی تھے۔ اس لئے میں نے چارلس ٹامس کو رخصت کیا اور پروفیسر براف کے پاس گیا۔ اُن سے دیر تک باتیں ہوتی رہیں۔ کہنے لگے آپ سے ملا نہیں تھا۔ اس لئے آپ کو زحمت دی۔

لاہور کی تعریف کرتے رہے۔ میرا حال دریافت کیا۔ پھر اپنے سفر کے حالات بیان کئے کہ کس طرح وہ کارمیں ہندوستان، پاکستان، ایران، عراق اور یورپ کے مختلف ممالک سے ہوتے ہوئے حال ہی میں لندن پہنچے ہیں۔ ڈیڑھ بجے اُن سے رخصت ہو کر کامن روم میں آیا۔ کافی پی اور سالوں کی ورق گردانی کرتا رہا۔ ۲ بجے رسل کے پاس آیا۔ ساڑھے تین بجے تک اُن سے باتیں ہوتی رہیں۔ لائبریری کے لئے رسالوں کی فہرست بھی بنائی۔

اُن سے رخصت ہو کر ڈرومنڈ اسٹریٹ Drumond Street. آیا۔

گوشت خرید اور بس میں بیٹھ کر گھرا گیا۔ گھر پر سناٹا تھا۔ بیوی لیسین کی بہن مریم کے ساتھ بازار گئی ہوئی تھیں۔ وہ پانچ بجے واپس آئیں۔ چائے پی۔ اور باتیں کرتا رہا۔ نو بجے کھانا کھایا۔ پھر لکھنا شروع کیا۔ گیارہ بجے سویا۔

ہفتہ ۱۲ جنوری ۱۹۶۳ء

صبح پونے سات بجے سو کر اُٹھا۔ چائے بنا کر پی اور پھر لکھنا پڑھنا رہا۔

ساڑھے گیارہ بجے کھا کر باہر نکلا۔ بیوی اور بچے کے ساتھ Kentish

Town. تک گیا۔ ضروری سامان خریدا۔ ۲ بجے واپس آیا اور آگ کے سامنے بیٹھ کر لکھتا پڑھتا رہا۔ شام کو حسان اُن کی بیگم محترمہ مصباح اور نسیم وغیرہ کھانے پر آئے۔ نو بجے تک اُن سے باتیں ہوتی رہیں۔ اُن کے جانے کے بعد لکھنا شروع کیا۔ گیارہ بجے سو گیا۔

اتوار ۱۳ جنوری ۱۹۶۳ء

چھ بجے اُنکھ کھلی۔ ناشتہ کیا اور لکھتا پڑھتا رہا۔ ساڑھے گیارہ بجے تیار ہو کر ہندوستانی فلم کالا بازار دیکھنے کے لئے ناٹنگ ہل گیٹ Notting Hill Gate گیا۔ فلم دیکھا۔ پانچ بجے گھر واپس آیا اور پڑھتا لکھتا رہا۔ نو بجے کھانا کھایا اور کھانا کھا کر پھر کام کرتا رہا۔ گیارہ بجے سویا۔

پیر ۱۴ جنوری ۱۹۶۳ء

صبح سوپا پانچ بجے سو کر اُٹھا۔ لیکن سردی بہت تھی اس لئے بستر ہی میں لیٹا رہا۔ ساڑھے سات بجے اُٹھ کر ناشتہ کیا۔ گیارہ بجے بیوی اور بچے کو ساتھ لے کر آکسفورڈ اسٹریٹ گیا۔ وہاں مختلف اسٹور دیکھے۔ کچھ چیزیں خریدیں۔ ۲ بجے گھر واپس آیا۔ کھانا کھا کر اسکول گیا۔ ۳ بجے ہندی بی۔ اے آنرز کے طالب علم آگئے۔ اُردو Subsidiary کے لئے اُن کا ٹائم ٹیبل بنایا۔ پھر برٹش میوزیم چلا گیا اور وہاں پونے پانچ بجے تک کام کیا۔ ریڈنگ روم سے نکلا تو سعید اور ہزنام سنگھ شان مل گئے۔ اُن سے باتیں کرتا رہا۔ ساڑھے پانچ بجے

Drumond Street. آکر گوشت خریدا اور کیڈن ٹاؤن Cameden

Town کی طرف چل دیئے۔ بسوں میں جگہ کا ملنا مشکل تھا اور خبر یہ گرم تھی کہ بجلی بند ہو گئی ہے۔ یٹوب کی بعض لائینیں بند ہو گئی ہیں۔ اس لئے پیدل

Cameden Town تک آیا۔ وہاں پوچھا تو معلوم ہوا یٹوب چل رہی

ہے۔ ٹکٹ لے کر نیچے گیا اور گاڑی میں بیٹھ گیا۔ Tufnel Park. یٹوب

اسٹیشن سے باہر نکلا تو ہر طرف تاریکی تھی۔ لوگوں کے مکانوں میں موم بتیاں

جل رہی تھیں۔ یہ گھرا آیا تو وہاں بھی تاریکی تھی۔ دیا سلائی جلائی۔ ڈاکٹر عبدالکریم سے موم بتی لی۔ بازار گیا۔ یونانی کی دوکان سے موم بتیاں خریدیں۔ اُن کی روشنی بہت کم تھی۔ اس لئے کڑوے تیل کا دیا جلایا۔ ڈاکٹر کریم کے ساتھ باتیں کرتا رہا۔ وہ چلے گئے تو نو بجے کھانا کھایا۔ دس بجے سو گیا۔

منگل ۱۵ جنوری ۱۹۶۳ء

صبح ساڑھے چار بجے آنکھ کھلی۔ نہ جانے کیا کیا سوچتا رہا اور سوچتے سوچتے سو گیا۔ پھر اٹھا تو اٹھ بج چکے تھے۔ پردے اٹھا کر باہر دیکھا۔ دھوپ نکلی ہوئی تھی۔ منہ ہاتھ دھو کر ناشتہ کیا اور پھر لکھتا پڑھتا رہا۔ بارہ بجے کھانا کھا کر پہلے اسکول گیا۔ ڈاک دیکھی۔ کمرے میں رسل کے لئے کتاب رکھی اور برٹش میوزیم چلا گیا۔ کلیات میر حسن کی ردیف الف ختم کر دی۔ آج غالب کے چار خطوط بھی نکلوائے۔ اور نقل کر لئے۔ یہ خطوط نعمان احمد تعلقہ مھولی ضلع سینا پور کے نام ہیں۔ سحر البیان کے دو نسخے بھی دیکھے۔ ایک نسخہ تو عہد آصف الدولہ کا لکھا ہوا ہے۔ کاتب مہر علی۔ تاریخ کتابت کا پتہ نہیں چلتا۔ لیکن بہت خوبصورت نسخہ ہے۔ ساڑھے چار بجے کام ختم کر کے گھرایا۔ چائے پی اور باتیں کرتا رہا۔ ۹ بجے کھانا کھایا۔ پھر لکھنا شروع کیا۔ گیارہ بجے سویا۔

بدھ ۱۶ جنوری ۱۹۶۳ء

چھ بجے آنکھ کھلی۔ سات بجے اٹھ کر چائے پی۔ آگ جلائی اور اُس کے سامنے بیٹھ کر لکھتا پڑھتا رہا۔ دس بجے تیار ہو کر اسکول گیا۔ ا بجے مسٹر چارلس ٹامس آگئے۔ انہیں پڑھایا۔ ایک بجے سعید آگئے۔ اُن سے کچھ دیر باتیں ہوتی رہیں۔ ساڑھے بارہ بجے کے قریب سعید کے ساتھ باہر نکلا تو خوب برف گر رہی تھی۔ وارن اسٹریٹ تک پیدل آیا۔ وہاں سے ٹوب لے کر گھر پہنچا۔ کھانا کھایا۔ چائے پی اور بیوی اور بچے کو لے کر

Kentish

Town گیا۔ LISLIC BROTHER کے یہاں سے بیوی نے اپنے لئے کوٹ پسند کیا۔ وہ کوٹ اُنیس پونڈ کا چیک دے کر خرید لیا۔ وہاں سے ان لوگوں کو گھر کے لئے رخصت کیا اور میں بس میں بیٹھ کر اسکول کی طرف روانہ ہوا۔ آج مس جمنایسکر لیکچرار شعبہ ہندی کا ہندی شاعری کے بارے میں لکھ رہا تھا۔ ساڑھے چار بجے اس میں شرکت کی۔ رسل بھی موجود تھے۔ ساڑھے چھ بجے لکچر ختم ہوا تو رسل کے ساتھ Euston Square station آیا۔ انہیں وہاں چھوڑا اور خود وارن اسٹریٹ سے ٹوب میں بیٹھ کر گھر آیا۔ چائے پی اور باتیں کرتا رہا۔ کھانا کھا کر لکھنا شروع کیا۔ گیارہ بجے سویا۔

جمعرات ۱۷ جنوری ۱۹۶۳ء

سواپان بجے آنکھ کھلی۔ سوچتے سوچتے پھر سو گیا۔ اور اب جو اٹھ کر دیکھا تو آٹھ بج چکے تھے۔ ناشتہ کیا۔ آگ جلانی اور لکھنا پڑھنا رہا۔ آج کھڑکیوں میں سے دھوپ نظر آرہی تھی۔ اس نے بہت لطف دیا۔ یہ دھوپ خاصی دیر تک رہی لیکن اس نے سردی میں اضافہ کر دیا۔ ۱۲ بجے کھانا کھا کر اسکول گیا۔ ایک بجے سے تین بجے تک چارلس ٹامس اور ہندی کے لڑکوں کو پڑھایا۔ تین بجے کلاس ختم کر کے برٹش میوزیم گیا۔ پونے پانچ بجے تک سحرالبیان کے دو نسخے دیکھے۔ پانچ بجے اسکول آکر ڈاک دیکھی۔ خالق صاحب ایجوکیشنل ایشیے کا پیغام ملا کہ ملاقات ہونی چاہیے۔ ساڑھے پانچ بجے گھر واپس آیا۔ چائے پی اور باتیں کرتا رہا۔ خالق صاحب کے گھر فون کیا۔ لیکن وہ نہیں ملے۔ کہیں دعوت میں گئے ہوئے تھے۔ ان کی بیگم صاحبہ سے کہہ دیا کہ کل ان سے دس بجے ملوں گا۔ ساڑھے آٹھ بجے کچھ کھا کر لکھنا شروع کیا۔ ساڑھے دس بجے تک لکھتا رہا۔ گیارہ بجے سویا۔

جمعہ ۱۸ جنوری ۱۹۶۳ء

صبح پونے چھ بجے اٹھا۔ چائے پی اور کچھ دیر لکھتا رہا۔ ۹ بجے ناشتہ کر

کے گھر سے باہر نکلا۔ ساڑھے نو بجے ٹیوب میں بیٹھ کر پاکستان ہائی کمیشن پہنچا۔ خالق صاحب سے ملاقات ہوئی۔ انہوں نے کہا کہ ہر کالج میں پاکستانی طالب علموں کی ایک انجمن بنانی چاہیے۔ اسکول آف اورینٹل اسٹڈیز میں بھی ایک انجمن ہونی چاہیے۔ یہ انجمن کبھی کبھی اپنے جلسے کر سکتی ہے۔ ساڑھے دس بجے تک ان سے اس موضوع پر باتیں ہوتی رہیں۔

ساڑھے دس بجے وہاں سے رخصت ہو کر اسکول کی طرف چلا۔ راستے میں لیسٹر اسکوائر کے اسٹیشن میں افریقہ کا رہنے والا ایک شخص ملا۔ مجھ سے کہنے لگا۔ میں طالب علم ہوں۔ مجھے لیسٹر جانا ہے۔ ٹکٹ میں دو شلنگ چھ پنس کم ہیں۔ اگر آپ دے دیں تو عنایت ہو۔ میں نے اس کو پیسے دے دیئے اور سیدھا اسکول آیا۔ گیارہ سے بارہ بجے تک چارلس ٹامس کو میر حسن کی مثنوی پڑھائی۔ بارہ بجے ہندی کے طالب علم کلارک اور گولڈنگ آگئے۔ انہیں بات چیت پر لکچر دیا۔ ایک بجے فارغ ہوا تو سینٹر کا من روم میں جا کر بسکٹ کھائے اور کافی پی۔ ۲ بجے کمرے میں آیا اور پانچ بجے تک رسل کے ساتھ مل کر لائبریری کے لئے کتابوں کی فہرست بنائی۔ پانچ بجے وہاں سے چلا۔

ڈرومنڈ اسٹریٹ Drummond Street. سے گوشت خریدا۔ اس کی دوکان پر آج مولی بھی نظر آئی۔ ایک مولی لی۔ ایک شلنگ سات پنس کی۔ یعنی ایک روپے سے کچھ زیادہ۔ یہ چیزیں لے کر ٹیوب میں بیٹھا اور گھر آگیا۔ راستے میں خوب برف گری۔ ٹیوب اسٹیشن سے گھر تک پہنچنا مشکل ہو گیا۔ گھر آ کر چائے پی اور باتیں کرتا رہا۔ آٹھ بجے کھانا کھا کر لکھنا شروع کیا۔ گیارہ بجے سویا۔

ہفتہ ۱۹ جنوری ۱۹۶۳ء

صبح پانچ بجے اُٹھا۔ لیکن لیٹا رہا۔ سات بجے جب خوب دھوپ نکل آئی تو اُٹھا۔ لیکن سخت سردی تھی۔ برفانی ہوا چل رہی تھی۔ اس میں شمشر کی سی تیزی تھی۔ اس لئے آتش دان میں آگ جلائی ناشتہ کیا اور آگ کے سامنے بیٹھا لکھتا رہا۔ ساڑھے بارہ بجے کھانا کھا کر سوی اور نچے کے ساتھ کیمڈن ٹاؤن Camedon Town تک گیا لیکن سردی اتنی شدید تھی کہ نہ کچھ گھبرا گیا۔ میری بھی بُری حالت ہوئی۔ اس لئے ٹوب میں بیٹھ کر گھبرا گیا۔ آگ جلائی۔ چائے پی اور رات تک کام کرتا رہا۔ شام کو خوب برف گری۔ ہر چیز سفید ہو گئی۔ اُٹھنے کے قریب حسان اور سگم حسان آگئے۔ اُن سے باتیں ہوتی رہیں۔ ۹ بجے وہ لوگ رخصت ہوئے تو کھانا کھایا۔ گیارہ بجے تک لکھا۔ اُس کے بعد سو گیا۔

اتوار ۲۰ جنوری ۱۹۶۳ء

بچے نے رات پھر پریشان کیا۔ اُس کی طبیعت کچھ خراب رہی۔ چار بجے چائے بنا کر پی اور پھر بستر میں لیٹا رہا۔ سات بجے بستر سے باہر نکلا۔ کھڑکی میں سے باہر دیکھا۔ برف کی وجہ سے ہر چیز سفید ہو گئی تھی۔ سینما جانے کا ارادہ تھا لیکن برف گرنے اور بچے کی طبیعت خراب ہونے کی وجہ سے ملتوی کر دیا۔ دن بھر بچے کی وجہ سے پریشان رہا۔ کچھ لکھ پڑھ نہ سکا۔ رات کو گیارہ بجے سویا لیکن بے چینی کے عالم میں رات کٹی۔

پیر ۲۱ جنوری ۱۹۶۳ء

صبح ہوئی تو بچے کو چائے بنا کر پلائی۔ بہت بھوکا تھا۔ اس لئے اُس نے دو پیالی چائے پی۔ سات بجے میں نے ناشتہ کیا اور نو بجے بچے کو لے کر ڈاکٹر پلومر کے یہاں پہنچے۔ دھوپ نکلی ہوئی تھی لیکن سخت سردی تھی۔ سڑکوں پر برف کا وہی عالم تھا۔ نہ جانے کس طرح ڈاکٹر کے یہاں پہنچے۔ اُس نے یہ بتایا کہ اس کے دانت نکل رہے ہیں گلے میں بھی کچھ تکلیف ہے۔ نسخہ لکھ دیا۔ دوا

فروش کے یہاں سے دوا لی اور سیدھے گھر آگئے۔ بارہ بجے کھانا کھا کر بینک گیا۔ تیس پونڈ نکلوائے۔ وہاں سے برٹش میوزیم پہنچا۔ آج سحرالبیان کا کام ختم کر دیا۔ اور اس کے مختلف نسخے واپس کر دیئے۔ چار بجے وہاں سے اٹھا۔ اسکول آکر ڈاک دیکھی۔ گوشت خرید اور گھر آگیا۔ چائے پی کر کچھ دیر لکھا۔ رات بھر کا جاگا ہوا تھا اس لئے دس بجے سو گیا۔

منگل ۲۲ جنوری ۱۹۶۳ء

صبح ساڑھے پانچ بجے اٹھا۔ چھ بجے اٹھ کر چائے بنائی اور لکھنے کا کام کرنے لگا۔ گیارہ بجے تیار ہوا اور کھانا کھا کر بچے کے لئے ہومیوپیتھک کی دو دوائیں Calcarca Phas. اور 30. Aevusa. لینے کے لئے ڈیوک اسٹریٹ گیا۔ Grosvenor Square. کا پتہ تھا۔ مجھے یہ خیال ہوا کہ یہ جگہ ہائیڈ پارک اور وکٹوریا کے درمیان ہے۔ لیکن وہاں نہیں ملی۔ پولیس والوں سے دریافت کیا تو انہوں نے کہا پارک لین سے دائیں جانب مڑتے تب Grosvenor Square. آئے گا۔ چنانچہ ڈھونڈتا ہوا پہنچا۔ بڑی مشکل سے ڈیوک اسٹریٹ ملی۔ دو دوائیں خریدیں اور جس راستے سے وہاں پہنچا تھا اسی راستے سے لوٹا لیکن پھر یہ سوچا کہ ذرا دوسری طرف بھی جا کر دیکھنا چاہیے کہ یہ سڑک کہاں جاتی ہے۔ چند قدم چلا تھا کہ یہ سڑک آکسفورڈ اسٹریٹ سے Self Ridges کے پاس جا کر ملی۔ اتنی قریب جگہ کے لئے میں نے اتنا چکر کاٹا۔

آکسفورڈ اسٹریٹ سے میں پیدل Tottenham Court Road. آیا اور ٹیوب میں بیٹھ کر گھر آگیا۔ آتش دان میں آگ جل رہی تھی۔ اس کے سامنے بیٹھا رہا۔ چائے پی اور کچھ لکھا۔ دس بجے سو گیا۔

بدھ ۲۳ جنوری ۱۹۶۳ء

صبح چھ بجے اٹھا۔ آج بچے کی طبیعت ٹھیک تھی۔ اس لئے کوئی پریشانی نہیں ہوئی۔ سات بجے اٹھ کر چائے پی اور کام شروع کر دیا۔ دس بجے ناشتہ

کر کے اسکول جانے کے لئے باہر نکلا۔ آج دھوپ نکلی تھی۔ دن خشک تھا۔ لیکن غضب کی سردی تھی۔ گیارہ بجے اسکول پہنچا۔ چارلس ٹامس کو پڑھایا۔ انہیں آج سردی بہت لگ رہی تھی۔ اس لئے انہوں نے ایک بجے سے قبل ہی گھر جانے کی اجازت مانگی۔ میں وہاں سے اُٹھ کر سیدھا گھر آیا۔ کھانا کھایا۔ مکان کے سامنے کی برف صاف کی۔ مہر خانے سے کوئلہ نکالا اور پھر کام کرتا رہا۔ گیارہ بجے سویا۔

جمعرات ۲۴ جنوری ۱۹۶۳ء

ساڑھے چار بجے اُنکھ کھل گئی۔ سردی بہت تھی۔ بستر میں چپ چاپ لیٹا رہا۔ ساڑھے چھ بجے اُٹھ کر چائے بنائی اور ایک پیالی پی کر کام کرنے لگا۔ نو بجے تک کام کرتا رہا۔ کھڑکی کے پردے اُٹھا کر دیکھا۔ باہر کھرا چھایا ہوا تھا اور اُس کی وجہ سے خاصا اندھیرا تھا۔ ناشتہ کیا اور پھر کام کرنے لگا۔ ساڑھے گیارہ بجے تیار ہوا۔ بارہ بجے کھانا کھایا اور بیوی بچے کو بس میں بٹھا کر آکسفورڈ سٹریٹ لے گیا۔ بیوی کو کچھ چیزیں خریدتا تھیں۔ انہیں وہاں چھوڑا اور سیدھا بس میں بیٹھ کر اسکول پہنچا۔ کلاس میں چند منٹ کی دیر ہو گئی۔ چارلس ٹامس موجود تھے۔ انہیں تین بجے تک پڑھایا اور پھر وہاں سے اُٹھ کر بی بی سی کے دفتر بش ہاؤس گیا۔ وہاں عباسی، قاسمی، قادری اور اظہار کاظمی سے باتیں ہوتی رہیں۔ پانچ بجے وہاں سے اُٹھا Holborn کے اسٹیشن آیا۔ بہت مجمع تھا۔ اس لئے Tottenham Court Road کی طرف چل دیا۔ وہاں تو تیل دھرنے کی جگہ نہیں تھی۔ پون گھنٹے کے انتظار کے بعد گاڑی ملی۔ ساڑھے چھ بجے گھر پہنچا۔ چائے پی اور باتیں کرتا رہا۔ آٹھ بجے کھانا کھا کر کام شروع کیا۔ گیارہ بجے تک لکھتا رہا۔ اُس کے بعد سویا۔

جمعہ ۲۵ جنوری ۱۹۶۳ء

صبح چھ بجے اُٹھا۔ چائے پی کر کام کرنے لگا۔ ساڑھے دس بجے ناشتہ

کمر کے اسکول کی طرف روانہ ہوا۔ گیارہ بجے پہنچا۔ رسل کمرے میں انتظار کر رہے تھے۔ ہم لوگ وہاں سے اٹھ کر سینئر کمان روم میں گئے۔ وہاں کافی پی اور لائبریری کے لئے کتابوں کی فہرست بناتے رہے۔ بارہ بجے میں کمرے میں واپس گیا۔ طالب علم موجود تھے۔ انہیں ایک بجے تک پڑھایا۔ ایک بجے رسل کمرے میں آگئے۔ میرین بھی پڑھنے کے لئے آگئیں۔ میں وہاں سے رخصت ہو کر سینئر کمان روم میں آیا اور وہاں چپ چاپ بیٹھا ہوا رسالوں کی ورق گردانی کرتا رہا۔ سوادو بجے رسل آئے تو پھر فہرست بنانے کا کام شروع کیا۔ ساڑھے تین بجے رسل نے میرے ساتھ مل کر آب حیات پڑھنی شروع کی۔ پانچ بج گئے تو وہاں سے رخصت ہوا۔ Drummond Street سے گوشت خریدا اور Warren Street سے ٹیوب میں بیٹھ کر گھر آ گیا۔ چائے پی اور باتیں کرتا رہا۔ کھانا کھا کر نو بجے کام شروع کیا۔ گیارہ بجے تک لکھتا رہا۔ اُس کے بعد سویا۔

ہفتہ ۲۶ جنوری ۱۹۶۳ء

صبح ساڑھے پانچ بجے اٹھا۔ آج سردی زیادہ نہیں تھی۔ نل جو جمے ہوئے تھے کھل گئے۔ دو بجے تک گھر ہی پر رہا۔ اُس کے بعد کھانا کھا کر بائرن کلا۔ کیمڈن ٹاؤن سے ریجنٹ پارک اور گریٹ پورٹ لینڈ اسٹریٹ ہوتا ہوا آکسفورڈ سٹریٹ پہنچا۔ وہاں سے ریجنٹ اسٹریٹ اور پکاڈلی ہوتا ہوا لیسٹراسکووا آ گیا۔ لیسٹراسکووا سے ٹیوب میں بیٹھ کر گھر آ گیا۔ آج موسم بہت اچھا ہو گیا تھا۔ راستے میں یہ معلوم ہوا کہ میٹرکچر ۲۴ ڈگری ہو گیا ہے۔ ساڑھے سات بجے گھر واپس پہنچ گیا۔ کھانا کھایا اور لکھتا رہا۔ ساڑھے دس بجے سویا۔

اتوار ۲۷ جنوری ۱۹۶۳ء

صبح سات بجے آنکھ کھلی۔ کھڑکیوں میں سے باہر دیکھا۔ آج بھی موسم اچھا

تھا۔ چائے پی اور کام کرتا رہا۔ دس بجے اخبار OBSERVER اور Sunday Times لینے کے لئے گیا۔ کمرے میں آکر ان پر ایک نظر ڈالی گیارہ بج گئے تو

کھانا کھایا اور ساڑھے گیارہ بجے ہندوستانی فلم ”بھابی کی چوڑیاں“ دیکھنے کی غرض سے بیوی اور بچے کو ساتھ لے کر

Notting Hill Gate.

گیا۔ فلم ہندو متوسط طبقے کے بعض مسائل کے بارے میں تھا اور ان مسائل کو خوبی سے پیش کیا گیا تھا۔ فلم ختم ہوا تو ایک خاتون میری بیوی کے قریب آئیں اور ان سے بڑے تپاک سے ملیں۔ یہ مینزہ تھیں جو اپنے شوہر بصیر حسن کے ساتھ آج کل کراچی سے لندن آئی ہوئی ہیں۔ وہ اپنے ساتھ ہم لوگوں کو اپنے ہوٹل Leinster Tower. لے گئیں۔ ہم لوگ وہاں آٹھ بجے تک بیٹھے کافی پیتے اور باتیں کرتے رہے۔ اُس کے بعد ٹیوب میں بیٹھ کر گھرا گئے۔ میں کچھ دیر لکھتا پڑھتا رہا۔ ساڑھے دس بجے سو گیا۔

پیر ۲۸ جنوری ۱۹۶۳ء

صبح ساڑھے چار بجے آنکھ کھل گئی۔ اُٹھ کر کام شروع کیا۔ کچھ دیر لکھا۔ اُٹھ بچے چائے پی۔ ناشتہ کیا اور پھر لکھنے لگا۔ گیارہ بجے کے بعد کھانا کھایا اور تیار ہو کر اسکول گیا۔ ڈاک دیکھی اور وہاں سے برٹش میوزیم گیا۔ آج کلیات میر کے قلمی نسخے نکلوائے اور ان کو دیکھا۔ میر حسن اور میر سوز پر بھی کچھ کام کیا۔ ساڑھے چار بجے وہاں سے اُٹھ کر Drumond Street. آیا۔ گوشت خریدا اور بس میں بیٹھ کر گھرا گیا۔ چائے پی اور کام کرتا رہا۔ ساڑھے آٹھ بجے کھانا کھا کر پھر لکھنے لگا۔ دس بجے سویا۔

منگل ۲۹ جنوری ۱۹۶۳ء

صبح پانچ بجے آنکھ کھلی۔ اُٹھ کر چائے پی اور کام کرتا رہا۔ گیارہ بجے تیار ہو کر بیوی اور بچے کے ساتھ ٹیوب میں بیٹھ کر Leinster Tower. گیا۔ مینزہ نے بلایا تھا۔ وہاں کچھ دیر بیٹھا۔ پھر بصیر حسن کے ساتھ بینک گیا۔ واپس آ کر انہیں کے ساتھ بس میں بیٹھ کر آکسفورڈ سٹریٹس ہوتا ہوا برٹش میوزیم پہنچا۔ آج کریم خاں کا سیاحت نامہ لندن کا مخطوطہ نکلوا یا اور اس کو دیکھتا رہا۔

پانچ بجے وہاں سے اُٹھا۔ آکسفورڈ روڈ ہوتا ہوا پیدل MARBLE ARCH تک آیا وہاں سے ٹوب میں بیٹھا۔ لنکاسٹر گیٹ اُترا۔ وہاں فہمیدہ اور مینیزہ مل گئیں۔ راستہ بھول کر ادھر ادھر بھٹک رہی تھیں۔ انہیں Lins er Tower ہوٹل پہنچایا۔ اور وہاں بیٹھا رہا۔ باتیں ہوتی رہیں اور ٹیلی ویژن دیکھتا رہا۔ نو بجے کے بعد وہاں سے گھر آنے کے لئے باہر نکلا اب بھی ہلکی ہلکی بارش ہو رہی تھی۔ بہر حال لنکاسٹر گیٹ سے ٹوب میں بیٹھا اور گھر آ گیا۔ تھک کر چور ہو گیا تھا۔ اس لئے کچھ کام نہ کر سکا۔ دس بجے ہی سو گیا۔

بدھ ۳۰ جنوری ۱۹۶۳ء

صبح ساڑھے چار بجے اُٹھا۔ آج سردی زیادہ نہیں تھی۔ ساڑھے پانچ بجے اُٹھ کر غسل خانے میں گیا۔ منہ ہاتھ دھویا اور چائے پی کر کام شروع کر دیا۔ دس بجے ناشتہ کر کے اسکول پہنچا۔ چارلس ٹامس آگئے۔ انہیں ایک بجے تک پڑھایا۔ وہاں سے کام ختم کر کے سیدھا برٹش میوزیم آیا۔ میر تقی میر کے کلیات کے نسخے دیکھے اور کریم خاں کے سیاحت نامہ انگلستان کا مطالعہ کیا۔ یہ بہت دلچسپ کتاب ہے۔ یہ اردو کی پہلی ڈائری ہے۔ اس کو چھپنا چاہیے۔ انشا اللہ جلد اس کا انتظام کروں گا۔ پانچ بجے برٹش میوزیم سے اُٹھ Tottenham Court Road اور وہاں سے ٹوب میں بیٹھ کر گھر آ گیا۔ کھانا تیار تھا۔ بہت بھوک لگی تھی۔ دو قسم کے سالن پکے تھے۔ خوب سیر ہو کر کھایا۔ چائے پی اور بیوی سے باتیں کرتا رہا۔ ساڑھے سات بجے لکھنا شروع کیا اور دس بجے تک لکھتا رہا۔ ساڑھے دس بجے بستر میں لیٹا، گیارہ بجے کے قریب نیند آ گئی۔

جمعرات ۳۱ جنوری ۱۹۶۳ء

صبح سو جا رہے اُٹھ گیا۔ لیکن بستر میں لیٹا رہا۔ ساڑھے پانچ بجے اُٹھا۔ منایا۔ چائے پی اور لکھنے کے لئے بیٹھ گیا۔ ساڑھے دس بجے تک لکھتا رہا۔ گیارہ بجے تیار ہو کر باہر نکلا۔ کچھ چیزیں خریدیں۔ واپس آ کر کھانا کھایا اور اسکول چل دیا۔ ایک

بچے چارلس ٹامس اور گولڈنگ آگئے۔ انہیں پریم چند پڑھایا۔ پھر اسکول میں ڈاک
دیکھی۔ باہر نکلا تو خوب برف گر رہی تھی۔ ٹیوب میں بیٹھ کر گھرا گیا۔ مینزہ اور بصیر
بیٹھے ہوئے تھے۔ اُن کے ساتھ چائے پی اور باتیں کرتا رہا۔ ساڑھے چار بجے
انہیں بس اسٹاپ تک پہنچانے گیا۔ برف برابر گرتی رہی۔ واپس آکر کام کرتا رہا۔
جمہوریت فروری ۱۹۶۳ء۔

پانچ بجے آنکھ کھلی۔ اُٹھ کر کھڑکی سے باہر دیکھا۔ ہر چیز سفید تھی۔ رات کو
خوب برف گری تھی۔ چائے بنائی اور کام کرتا رہا۔ لیکن کچھ لکھ نہ سکا۔ گیارہ بجے کھانا
کھا کر اسکول گیا۔ آج ٹامس نہیں آئے۔ کلارک اور گولڈنگ کو ایک بجے تک
پڑھایا۔ ایک بجے نعیم آگئے۔ اُن کے ساتھ کافی پینے گیا۔ دو بجے تک باتیں
ہوتی رہیں۔ واپس آیا تو رسل انتظار کر رہے تھے۔ اُن کے ساتھ سینٹر کا من
روم میں گیا۔ آج شاعری کی کتابوں کی فہرست مکمل کر لی۔ چار بجے چائے پی
اور باتیں کرتے رہے۔ ساڑھے چار بجے اُن سے رخصت ہو کر

Tottenham Court Road سے ٹیوب میں بیٹھ کر Leinster Tower گیا۔ مینزہ
اور بصیر سے ملاقات ہوئی۔ فہمیدہ وہاں دن ہی میں چلی گئی تھیں۔ رات کو دس
بجے ہم لوگ واپس آئے۔ بہت تھک گیا تھا۔ اس لئے لکھنے پڑھنے کا کام
نہ کر سکا۔ بستر میں لیٹ گیا۔ گیارہ بجے نیند آگئی۔

ہفتہ ۲، فروری ۱۹۶۳ء۔

صبح کو ساڑھے چار بجے آنکھ کھل گئی۔ سردی بہت تھی۔ اس لئے بستر
سے باہر نکلنے کی ہمت نہیں پڑی۔ ساڑھے چھ بجے اُٹھا۔ چائے پی اور لکھنے
کے لئے بیٹھ گیا۔ گیارہ بجے سعید آگئے۔ اُن کے ساتھ کھانا کھایا اور پھر ہم لوگ
بجلی کا سامان دیکھنے کے لئے کنگس کرا اس ہوتے ہوئے اپرا سٹریٹ پہنچے۔
وہاں Kenroy Ltd. کے یہاں بجلی کا سامان دیکھا۔ ایک الیکٹرک بلینڈنگ،
ایک ٹوسٹر اور پریشر کک خریدے۔ قیمت ادا کی اور ٹیکسی لے کر گھر آئے۔ ڈھائی بجے

بی بی سی جانا تھا۔ آج فہمیدہ کے مباحثے کی ریکارڈنگ تھی۔ اس لئے جلدی جلدی چائے پی کرٹش ہاؤس پہنچے۔ میں نے بچے کو اپنے پاس رکھا۔ فہمیدہ نے ریکارڈنگ کرائی۔ وہاں فیض بھی آگئے۔ ان سے بھی آج لندن میں پہلی بار ملاقات ہوئی۔ وہاں سے پانچ بجے فارغ ہو کر ہم پاکستان ہوسٹل پہنچے۔ کھانا کھایا اور اٹھ بجے کے قریب گھر واپس آئے۔ میں کچھ دیر لکھنے کا کام کرتا رہا۔ گیارہ بجے سو گیا۔

اتوار ۳ فروری ۱۹۶۳ء

رات کو خدا جانے کیوں ٹھیک سے نیند نہیں آئی۔ صبح اٹھ کر دیکھا تو گھڑی میں سوا تین بجے تھے۔ چپ چاپ لیٹا رہا اور پھر سو گیا پھر جو اٹھ کر دیکھا تو ساڑھے آٹھ بجے تھے۔ خیال تھا آج دن بھر گھر پر رہوں گا۔ لیکن دس بجے کے قریب مینزہ کا فون آیا۔ انہوں نے اصرار کیا کہ کچھ ضرور دیکھی جائے۔ بہت انکار کیا لیکن وہ نہیں مانی۔ اس لئے جلدی جلدی تیار ہو کر سینما دیکھنے چل دیئے۔ آج

Notting Hill Gate

میں ہندوستانی

فلم 'مس میری' تھا۔ وہ فلم دیکھا۔ وہاں سے پیدل Leinster Tower آئے۔ چائے پی اور چھ بجے وہاں سے ٹوب میں بیٹھ کر گھر آگئے۔ آگ جلائی۔ کھانا کھایا۔ چند منٹ کے لئے ڈاکٹر کریم اور ڈاکٹر حق کے پاس گیا۔ واپس آکر لکھنا شروع کیا۔ گیارہ بجے سویا۔

پیر ۴ فروری ۱۹۶۳ء

صبح چار بجے آنکھ کھل گئی لیکن سردی بہت تھی۔ اس لئے اٹھ نہ سکا۔ بستر میں لیٹے لیٹے پھر سو گیا۔ سات بجے جاگا۔ باہر دیکھا تو اندھیرا تھا اور کہرا چھایا ہوا تھا۔ چائے پی اور کام کرتا رہا۔ بارہ بجے کھانا کھا کر اسکول گیا۔ ڈاک دیکھی۔ وہاں سے بینک گیا۔ تیس پونڈ نکلوئے۔ اور پھر بٹش میوزیم چلا گیا۔ کلیات میر کے نسخے دیکھے۔ کریم خاں کا سیاحت نامہ پڑھا۔ بہت دلچسپ

کتاب ہے۔ سوچتا ہوں اس کو ضرور چھپوادوں گا۔ اُنیسویں صدی کے لندن کی بہت اچھی تصویر کھینچی ہے۔ پانچ بکے برٹش میوزیم سے اُمٹھ کر Drumond Street. آیا۔ گوشت خرید اور ٹیوب میں بیٹھ کر گھرا گیا۔ چائے پی اور باتیں کرتا رہا۔ کھانا کھا کر لکھنا شروع کیا۔ گیارہ بجے سویا۔

منگل ۵ فروری ۱۹۶۳ء

سو پانچ بجے آنکھ کھلی۔ اُمٹھ کر چائے بنائی اور کام شروع کیا۔ ساڑھے سات بجے کھڑکیاں کھول کر باہر دیکھا۔ بہت اچھی دھوپ نکلی ہوئی تھی۔ سردی بھی کم تھی۔ بارہ بجے کھانا کھا کر باہر نکلا۔ برف پگھل رہی تھی۔ بیوی اور بچے کے ساتھ ٹیوب میں Leinster Tower. مینیزہ کے یہاں گیا۔ اُن کو وہاں چھوڑ کر برٹش میوزیم آیا اور وہاں پانچ بجے تک کام کیا۔ اُس کے بعد اسکول میں جا کر ڈاک دیکھی۔ مرزا ریاض کا خط ملا۔ Tottenham Court Road. آکسفورڈ اسٹریٹ اور پکاڈلی سکرس کی سیر کرتا ہوا لیسٹر اسکوائر پہنچا۔ وہاں سے ٹیوب میں بیٹھ کر گھرا گیا۔ چائے پی اور باتیں کرتا رہا۔ کھانا کھا کر کام شروع کیا۔ گیارہ بجے سویا۔

بدھ ۶ فروری ۱۹۶۳ء

صبح ساڑھے پانچ بجے سوکرا اُمٹھا۔ چائے پی اور کام کرنے کے لئے بیٹھ گیا۔ ساڑھے نو بجے اُمٹھ کر تیار ہوا۔ ناشتہ کیا اور اسکول گیا۔ راستے میں برف گرنے لگی۔ کمرے میں پہنچا۔ چارلس ٹامس آگئے۔ انہیں ساڑھے بارہ بجے تک نذیر احمد پڑھایا۔ برف برابر گرتی رہی۔ سامنے کھڑکی میں سے باہر کا منظر نظر آ رہا تھا۔ ٹامس نے اس منظر کو دیکھ کر مجھ سے کہا کہ اگر آپ اجازت دیں تو میں گھر چلا جاؤں برف کی وجہ سے پریشان ہو رہا ہوں۔ پڑھنے میں جی نہیں لگتا۔ وہ ساڑھے بارہ بجے رخصت ہوئے۔ میں وہاں سے اُمٹھ کر EUSTON SQUARE STATION

پہنچا۔ فہمیدہ اور مینیزہ آج ایک بکے یہاں پہنچنے والی تھیں۔ طے یہ ہوا تھا کہ انہیں یونیورسٹی کی مختلف عمارتیں دکھاؤں گا۔ ڈیڑھ بجے بس اسٹاپ پر اُن کا انتظار کرتا

رہا۔ برف برابر گرتی رہی۔ جب ڈیڑھ بجے تک یہ لوگ نہیں آئے تو سوچا
یٹوب اسٹیشن سے فون کروں۔ اندر گیا۔ لیکن پھر یہ سوچ کر کے شاید اب تک
پہنچ گئے ہوں باہر آیا۔ دیکھا تو سامنے یہ لوگ مع بچے کے چلے آ رہے ہیں۔
برف نے بُرا حال کر دیا ہے چھتری لگائی اور انہیں کمرے میں لایا۔ سعید بھی
موجود تھے۔ چند منٹ وہاں آرام کیا۔ پھر اٹھے۔ اسکول آف اورینٹل اسٹڈیز
برک بک کالج، انسٹی ٹیوٹ آف ایجوکیشن، یونیورسٹی یونین کی عمارتیں انہیں دکھائیں۔
پھر برٹش میوزیم چلے گئے اُس کے بھی کچھ حصے دیکھے۔ چار بجے وہاں کافی پی
اور DRUMMOND STREET سے ضروری سامان خرید کر گھر آ گئے۔ آگ جلانی۔
چائے بنا کر پی اور بیٹھے باتیں کرتے رہے۔ ساڑھے آٹھ بجے کھانا کھا کر کام شروع
کیا۔ اپنے رپورٹ تازا راض پاک سے دیار فرنگ تک کا آخری حصہ لکھا۔ لیکن باوجود
کوشش کے اس کو ختم نہ کر سکا۔ گیارہ بجے سویا۔

جمعرات ۷ فروری ۱۹۶۳ء

آج ذرا دیر میں آنکھ کھلی۔ گھڑی دیکھی تو پونے آٹھ بجے تھے۔ باہر ابھی
تک اندھیرا تھا۔ دُھند سی چھائی ہوئی تھی۔ چائے بنا کر پی اور کام شروع کر دیا۔
آج اپنے رپورٹ تازا راض پاک سے دیار فرنگ تک آخری حصہ مکمل کر لیا۔ خدا خدا
کر کے آج یہ کام ختم ہوا۔ میرے ہاتھ کے لکھے ہوئے فل اسکیپ سائز کے
۲۶ صفحے ہوئے۔ اب اس پر نظر ثانی کروں گا اور چھپنے کے لئے بھیج دوں، کتابی
صورت میں بھی چھپوانے کا ارادہ ہے۔ گیارہ بجے اٹھ کر تیار ہوا۔ بارہ بجے کھانا
کھایا اور اسکول روانہ ہوا۔ ایک بجے کلاس تھا لیکن آج صرف ایک طالب علم
گولڈنگ میرے پاس آیا۔ چارلس ٹامس اور کلارک نہیں آئے۔ چند منٹ گولڈنگ
سے باتیں کرتا رہا۔ لیکن پڑھایا نہیں۔ اُس کے جانے کے بعد اسکول کی اصل
عمارت میں جا کر ڈاک دیکھی۔ اور پھر دو بجے کے قریب برٹش میوزیم چلا گیا۔
میرے دیوانوں کے دونوں نسخے دیکھے۔ ان دونوں میں کچھ کلام غیر مطبوعہ

ہے۔ ایک حصے میں کچھ مطلع درج ہیں۔ اگرچہ ان میں سے بعض مطلع نہیں ہیں۔
 بہر حال ان کو نقل کر لیا۔ ان میں چند قصیدے اور محسن اور مسدس بھی غیر
 مطبوعہ معلوم ہوتے ہیں۔ انہیں نقل کروں گا۔ اس کے بعد میر حسن کی کچھ
 غزلیں نقل کیں اور کریم خاں کے سیاحت نامے کا مخطوطہ دیکھتا رہا۔ ساڑھے
 چار بجے وہاں سے اُٹھا۔ ڈرومنڈ اسٹریٹ سے آکر مرغ خریدی اور بس میں
 بیٹھ کر گھرا گیا۔ چائے پی اور آگ کے سامنے بیٹھا، ہوا کام کرتا رہا۔ ۹ بجے
 کھانا کھا کر پھر کام شروع کیا۔ ساڑھے گیارہ بجے سویا۔

جمعہ ۸ فروری ۱۹۶۳ء

آج پھر ذرا دیر میں آنکھ کھلی۔ اُٹھ کر گھڑی دیکھی تو ساڑھے سات بج
 رہے تھے۔ باہر دیکھا۔ ہر طرف دھند چھائی ہوئی تھی۔ چائے پی اور کام
 کرنے لگا۔ گیارہ بجے تیار ہو کر اسکول گیا۔ بارہ بجے گولڈنگ اور کلارک آگئے۔
 انہیں پڑھایا۔ ایک بجے وہ دونوں رخصت ہوئے تو اسکول کی اصل عمارت
 میں گیا۔ ڈاک دیکھی اور پھر برٹش میوزیم چلا گیا۔ مخطوطات کے نسخے نکلوائے
 اور کام کرتا رہا۔ پانچ بجے واپس آیا۔ گھر پر سناٹا تھا۔ فہمیدہ بچے کو لے کر منیزہ
 کے ساتھ LEINSTER TOWER چلی گئی تھیں۔ تنہائی میں کمرہ کاٹنے لگا۔
 چائے بنا کر پی رہا تھا کہ ٹیلی فون کی گھنٹی۔ فہمیدہ نے فون کیا کہ میں وہیں پہنچ
 جاؤں۔ چنانچہ میں چائے پی کر ٹیوب میں بیٹھا اور ہوٹل پہنچا۔ وہ لوگ انتظار
 کر رہے تھے۔ وہیں کھانا تیار ہوا۔ اور وہاں سے ہم لوگ (فہمیدہ،
 منیزہ اور بچہ فرحان) نو بجے کے قریب گھر آئے۔ میں نے کچھ دیر کام کیا۔ گیارہ
 بجے سو گیا۔

ہفتہ ۹ فروری ۱۹۶۳ء

صبح سات بجے آنکھ کھلی۔ چائے پی۔ آگ جلانی اور کام کرنے کے لئے
 بیٹھ گیا۔ آج بھی موسم خراب تھا۔ کہرے کی وجہ سے تاریکی تھی۔ آج گیارہ بجے

کے قریب سعید نے آنے کا وعدہ کیا تھا لیکن انہوں نے فون پر یہ اطلاع دی کہ طبیعت خراب ہے اس لئے نہیں آسکتے۔ چنانچہ میں گھر ہی پر رہا۔ ڈیڑھ بجے کھانا کھا کر بی بی سی کے دفتر بش ہاؤس گیا۔ قاسمی صاحب نے آج بلایا تھا۔ فیض صاحب کے ساتھ مباحثہ تھا۔ لیکن فیض صاحب نہیں آئے۔ عباسی اور قادری سے باتیں کرتا رہا۔ ساڑھے چار بجے وہاں سے اٹھا اور چیرنگ کراس روڈ پر آکر FOYLES کی دوکان میں کتابیں دیکھیں۔ لیکن کوئی قاعدے کی کتاب نہیں ملی۔ اس لئے وہاں سے سیدھا گھر آ گیا۔ شام کو بصیرت آئے۔ سب نے مل کر کھانا کھایا۔ اُن کے جانے کے بعد کچھ دیر لکھنے پڑھنے کی کوشش کی لیکن تھک گیا تھا۔ اس لئے کام نہ کر سکا۔ گیارہ بجے سویا۔

اتوار ۱۰ فروری ۱۹۶۳ء

ساڑھے پانچ بجے اُٹھا۔ چائے پی کر کام کرتا رہا۔ آج دھند چھائی ہوئی تھی۔ سردی بھی خاصی تھی۔ ساڑھے گیارہ بجے تیار ہو کر بیوی اور بچے کے ساتھ باہر باہر نکلا۔ بارش ہو رہی تھی۔ بس میں بیٹھ کر ہم لوگ بیکرا سٹریٹ پہنچے۔ اب برف گرنے لگی تھی۔ ایک بچے ہندوستانی فلم ”پھر صبح ہوگی“ دیکھا۔ وہاں سے نکلے تو برف خاصی گر چکی تھی۔ بصیر اور منیرہ کے ساتھ اُن کے ہوسٹل گئے۔ وہاں چائے پی اور وہاں سے اُٹھ کر ساڑھے سات بجے گھر واپس آئے۔ کافی پی کر پڑھتا رہا۔ ساڑھے دس بجے سویا۔

پیر ۱۱ فروری ۱۹۶۳ء

صبح چھ بجے اُٹھا۔ دودھ گرم کیا۔ چائے پی اور کام کرنے لگا۔ ۱۲ بجے کھانا کھا کر اسکول گیا۔ ڈاک دیکھی اور پھر برٹش میوزیم چلا گیا۔ پانچ بجے تک وہاں کام کرتا رہا۔ اُس کے بعد گھر آیا۔ چائے پی۔ کھانا کھایا اور لکھتا پڑھتا رہا۔ ساڑھے دس بجے سویا۔

منگل ۱۲ فروری ۱۹۶۳ء

ساڑھے پانچ بجے آنکھ کھلی۔ چائے پی کر لکھتا پڑھتا رہا۔ ساڑھے گیارہ بجے تیار ہو کر میوزیم اور بچکے کے ساتھ باہر نکلا۔ انہیں آکسفورڈ اسٹریٹ چھوڑا اور خود برٹش میوزیم چلا گیا۔ اور پانچ بجے تک کام کرتا رہا۔ آج میں نے دیوان میر کے مخطوطے پر اپنا مضمون مکمل کر لیا۔ برٹش میوزیم سے اٹھ کر آکسفورڈ اسٹریٹ آیا۔ ایک دوکان سے قمیص، موزے اور مفکر خریدا۔ ماربل آرٹس تک پیدل گیا۔ وہاں سے یٹوب میں بیٹھا اور QUEENWAY اتر کر

LEINSTER TOWER پہنچا۔ فہمیدہ وہاں پہلے سے موجود تھیں۔ رات کا کھانا وہیں بصیر اور منیرہ کے ساتھ کھایا۔ نو بجے واپس گھر آیا۔ گیارہ بجے تک کام کیا اور پھر سو گیا۔

بدھ ۱۳ فروری ۱۹۶۳ء

صبح سات بجے اٹھا۔ آج مطلع صاف تھا۔ تھوڑی دیر میں دھوپ نکل آئی۔ دس بجے ناشتہ کر کے اسکول پہنچا۔ گیارہ بجے چارلس ٹامس آگئے۔ انہیں ایک بجے تک پڑھایا۔ ڈاکٹر شاہ آگئے۔ ان سے باتیں کرتا رہا۔ پھر ڈیڑھ بجے کے بعد رسل آگئے۔ ان کے ساتھ سینٹر کمان روم میں گیا۔ کافی پی۔ ان کے ساتھ اب حیات کے کچھ حصے پڑھے۔ اور کتابوں کی فہرست بنائی۔ ساڑھے چار بجے وہاں سے رخصت ہو کر گھر آیا۔ چائے پی اور باتیں کرتا رہا۔ آٹھ بجے کھانا کھا کر کام شروع کیا۔ گیارہ بجے سویا۔

جمعرات ۱۴ فروری ۱۹۶۳ء

صبح ساڑھے سات بجے آنکھ کھلی۔ پردے اٹھا کر کھڑکی کے باہر دیکھا۔ بہت اچھی دھوپ نکلی ہوئی تھی۔ دیکھ کر جی خوش ہوا۔ سردی بھی کم تھی۔ چائے پی کر کام کرنے لگا۔ گیارہ بجے تک کام کیا۔ بارہ بجے کھانا کھا کر اسکول گیا۔ ایک بجے کلارک، گولڈنگ اور ٹامس آگئے۔ انہیں تین بجے تک پڑھایا۔ اُس کے بعد

اسکول کے ریڈنگ روم میں جا کر یونیورسٹیوں کے کلنڈر دیکھے۔ ہفتے کو بی بی سی والوں کو ایک تقریر لکھ کر دینا ہے جس کا عنوان ہے برطانیہ میں مشرقی علوم کی تعلیم۔ اس کے لئے ریڈنگ روم میں مختلف کتابوں سے مواد حاصل کر لیا۔ چار بجے وہاں سے اٹھ کر سینٹر کا من روم میں آیا۔ چائے پی اور کچھ دیر بیٹھا رہا۔ ساڑھے پانچ بجے گھر آ گیا۔ فمیدہ ابھی تک نہیں آئی تھیں۔ کمرے میں سناٹا تھا۔ اس لئے باہر گیا اور ٹیوب اسٹیشن پر اُن کا انتظار کرتا رہا۔ پونے چھ بجے کے قریب وہ آئیں۔ برف گرنے لگی تھی۔ چھتری لگا کر ہم لوگ گھر آئے۔ چائے پی اور باتیں کرتے رہے۔ آٹھ بجے کھانا کھایا اور میں گیارہ بجے تک لکھتا پڑھتا رہا۔ اُس کے بعد سویا۔

جمعہ ۱۵ فروری ۱۹۶۳ء

پونے چھ بجے اٹھا۔ بیٹری چلایا اور کام کرنے لگا۔ آٹھ بجے کے قریب کھڑکیاں کھول کر باہر دیکھا۔ رات کو برف گرمی تھی لیکن زیادہ نہیں۔ سردی کچھ زیادہ نہیں تھی۔ نو بجے ناشتہ کیا اور پھر گیارہ بجے تک کام کرتا رہا۔ اس کے بعد کھانا کھا کر اسکول گیا۔ بارہ بجے ٹامس اور گولڈنگ آگئے۔ اُنہیں پڑھایا۔ ایک بجے کے بعد برٹش میوزیم پہنچا اور وہاں ساڑھے چار بجے تک کام کیا۔ کریم خاں کی ڈائری "سیاحت نامہ" آج نقل کرنا شروع کر دی۔ ساڑھے چار بجے وہاں سے اٹھا اور DRUMMOND STREET آکر گوشت خریدا۔ اور بس میں بیٹھ کر گھر آیا۔ چائے پی اور باتیں کرتا رہا۔ ساڑھے سات بجے حسان صاحب نے اطلاع دی کہ رسل اُن کے یہاں پہنچ گئے ہیں۔ آج انہوں نے رسل کو کھانے پر بلایا تھا۔ میں اُن کے یہاں پہنچا۔ کھانا کھایا اور کئی گھنٹے تک باتیں کیں۔ ۹ بجے رسل کو ٹفنل پارک ٹیوب اسٹیشن تک پہنچایا اور کمرے میں واپس آکر کام کرنے لگا۔ گیارہ بجے سویا۔

ہفتہ ۱۶ فروری ۱۹۶۳ء

صبح ساڑھے پانچ بجے سوکرا اٹھا۔ ہیٹر جلایا اور کام شروع کر دیا۔ ساڑھے نو بجے تک لکھتا رہا۔ بی بی سی کے لئے انگلستان میں مشرقی زبانوں کی تعلیم کے موضوع پر آج تقریر لکھ کر دینی تھی، بس اسی کو پورا کیا۔ کوئی اور کام نہ کر سکا۔ پھر چائے پی آگ جلائی اور باتیں کرتا رہا۔

ایک بجے کھانا کھا کر بی بی سی کے دفتر بش ہاؤس گیا۔ قاسمی صاحب اور عباسی میرے منتظر تھے۔ کچھ دیر ان سے باتیں کیں۔ فیض صاحب آگئے۔ ان کے ساتھ آج میرا پروگرام تھا۔ بی بی سی والے میرا اور ان کا مباحثہ نشر کرنا چاہتے تھے۔ ہم لوگوں نے بش ہاؤس کے رستوراں میں بیٹھ کر چائے پی اور سوچا کہ کس موضوع پر مباحثہ ہونا چاہیے۔ میں نے کہا کہ پاکستان کے ثقافتی مسائل پر کچھ گفتگو ہو جائے تو اچھا ہے فیض صاحب نے اس موضوع کو پسند کیا۔ میں نے کچھ پوائنٹس نوٹ کئے۔ اور پھر ہم لوگ رستوران سے اٹھ کر اسٹوڈیو میں آئے۔ قاسمی صاحب انتظار کر رہے تھے۔ مباحثہ ریکارڈ کرایا۔ دلچسپ گفتگو رہی۔ پانچ بجے انگلستان میں مشرقی تعلیم کے موضوع پر تقریر ریکارڈ کرائی۔ اور فیض صاحب سے رخصت ہو کر باہر نکلا۔ فیض صاحب نے کہا کہ وہ بدھ کو مجھ سے اسکول میں ملیں گے۔ میں وہاں سے سیدھا سعید کے یہاں پہنچا۔ وہ کئی روز سے بیمار تھے۔ سوچا ذرا انہیں دیکھتا چلوں۔ ملاقات ہوئی کہنے لگے۔ آج ہی بخار سے اٹھا ہوں۔ وہاں اسلم بھی مل گئے۔ چند منٹ وہاں بیٹھا۔ اس کے بعد رخصت ہو کر سیدھا گھر آیا۔ فہمیدہ ادا اس بیٹھی تھیں۔ انہیں لے کر بازار گیا۔ کچھ چیزیں خریدیں۔ اور کمرے میں واپس آیا۔ کھانا کھایا اور گیارہ بجے تک کام کرتا رہا۔ اس کے بعد سونے کی کوشش کی۔

اتوار ۱۷ فروری ۱۹۶۳ء

پونے پانچ بجے صبح آنکھ کھلی۔ بستر سے نکلا۔ ہیٹر جلایا اور کام کرنے کے

لئے بیٹھ گیا۔ اٹھ بجے چائے پی اور پھر کام کرتا رہا آج خیال یہ تھا کہ دن بھر گھری
پر رہوں گا۔ آرام کرنے کو جی چاہتا تھا۔ لیکن فہمیدہ نے ضد کی کہ سینما چلنا چاہیے۔
چنانچہ بارہ بجے کھانا کھا کر ہم لوگ کلبرن گئے اور وہاں ہندوستانی فلم ”دھول
کا پھول“ دیکھا۔ فلم اچھا نہیں تھا۔ وقت ضائع ہوا۔ پانچ بجے ہم لوگ سیدھے
گھر واپس آئے۔ چائے پی۔ کچھ دیر باتیں کرتے رہے۔ ساڑھے سات بجے
کھانا کھا کر کام شروع کیا۔ گیارہ بجے تک لکھتا پڑھتا رہا۔ اس کے بعد سویا۔

پیر ۱۸ فروری ۱۹۶۳ء

صبح پانچ بجے سوکر اٹھا۔ چائے پی کر کام کرتا رہا۔ ساڑھے سات بجے
کھڑکیاں کھول کر باہر دیکھا۔ لاہور کی سی دھوپ نکلی ہوئی تھی بہت اچھا معلوم
ہوا۔ ۹ بجے ناشتہ کیا اور پھر کام کرنے لگا۔ ایک بجے کھانا کھا کر اسکول گیا۔ ڈاک
دیکھی۔ اور وہاں سے برٹش میوزیم چلا گیا۔ قلمی نسخے نکلوائے اور کام شروع کیا۔
آج میر تقی میر کے دوسرے تیسرے چوتھے اور پانچویں اور چھٹے دیوان کے
نسخے پر مضمون تیار کیا۔ پانچ بجے وہاں سے اٹھ کر اسکول آیا۔ تھک گیا تھا۔
سینئر کمان روم میں جا کر چائے پی۔ چائے پی اپنے کمرے میں آیا۔ رسل میرا
انتظار کر رہے تھے۔ آج عباس احمد عباسی نے آنے کا وعدہ کیا تھا۔ وہ
پی ایچ ڈی کرنا چاہتے ہیں۔ رسل نے کہا تھا کہ میں ان سے موضوع کے بارے
میں بات کروں۔ عباسی ٹھیک وقت پر آئے۔ چھ بجے تک ان سے باتیں
ہوتی رہیں۔ طے یہ ہوا کہ وہ سودا کے کلیات کو مرتب کریں گے اور اس پر مقدمہ
لکھیں گے۔ وہ رخصت ہوتے تو میں اور رسل کمرے سے باہر نکلے۔ ان کے
ساتھ EUSTON SQUARE آیا۔ انہیں وہاں رخصت کیا اور خود وارن اسٹریٹ
سے ٹوب میں بیٹھ کر گھر آیا۔ چائے پی رہا تھا کہ Cresta Sewing Machine
کے ایجنٹ Mr. Bending آگئے۔ انہوں نے مشین دکھائی۔ فہمیدہ کو پسند
آئی۔ اس لئے خریدنے کا ارادہ کر لیا انہیں بیس پونڈ کا چیک دیا۔ کل قیمت ۷۵

پونڈ ہے۔ بقیہ رقم قسطوں میں ادا کی جائے گی۔ اُن کے جانے کے بعد کھانا کھایا۔
اور کچھ دیر کام کیا۔ ساڑھے گیارہ بجے سویا۔

منگل ۱۹ فروری ۱۹۶۳ء

ساڑھے پانچ بجے آنکھ کھلی۔ اُٹھ کر چائے بنائی۔ اور چائے پی کر کام کرنا شروع کیا۔ ساڑھے سات بجے تک کام کرتا رہا۔ کھڑکیوں کے پردے اُٹھا کر باہر دیکھا۔ رات کو برف گرمی تھی اور اس وقت بھی گرمی ہی تھی۔ ناشتہ کر کے ادبی مسائل کے سلسلے کا مضمون فرانس کی چند ادبی مطبوعات، لکھنا شروع کیا۔ بارہ بج گئے۔ ایک بجے تیار ہوا۔ کھانا کھایا۔ باہر نکلا۔ برف اب بھی گرمی ہی تھی۔ افکار کے لئے مضمون پوسٹ کیا اور برٹش میوزیم چلا گیا۔ وہاں پونے پانچ بجے تک کام کیا۔ آج میر تقی میر کے دوسرے تیسرے، چوتھے، پانچویں اور چھٹے دیوان پر اپنا مضمون مکمل کر لیا۔ وہاں سے اٹھا اور اسکول آیا۔ ڈاک دیکھی اور پھر کمرے میں آکر خالد حسن قادری کا انتظار کیا۔ اب وہ پی ایچ ڈی کے لئے پانچ بجے شام کو منگل کے دن میرے پاس آتے ہیں۔ لیکن آج وہ نہیں آئے۔ اس لئے میں گھرا گیا۔ چائے پی اور کچھ دیر باتیں کرتا رہا۔ پھر کچھ خط لکھے۔ اور پھر کھانا کھا کر کام کرتا رہا۔ ساڑھے دس بجے بستر میں لیٹا اور کچھ پڑھنے کی کوشش کی۔ گیارہ بجے سو گیا۔

بدھ ۲۰ فروری ۱۹۶۳ء

صبح چار بجے آنکھ کھل گئی لیکن پھر سو گیا۔ سات بجے اُٹھا۔ اُٹھ کر چائے بنائی۔ ایک پیالی پی کر کام کرنے بیٹھ گیا۔ باہر کھڑکی میں سے دیکھا آج بھی برف گرمی ہی تھی۔ دس بجے تک کام کرتا رہا۔ اُس کے بعد ناشتہ کر کے اسکول گیا۔ راستے میں برابر برف گرتی رہی۔ گیارہ بجے پہنچا۔ چارلس ٹامس آگئے۔ انہیں پڑھایا۔ اُس کے بعد سینٹر کمان روم میں گیا۔ کافی پی۔ رسل آگئے۔ اُن کے ساتھ شعبے کی میننگ میں گیا۔ میننگ شروع ہوئی۔ پروفیسر پراف نے صدارت کی۔ سمینار کا

پروگرام بنایا گیا۔ پھر پروفیسر براف نے جب دفتر کے بارے میں کچھ باتیں
کیں جس کا ما حاصل یہ تھا کہ بعض اساتذہ دفتر والوں کا وقت ضائع کرتے ہیں۔
اس پر بعض اساتذہ نے دبے الفاظ میں ناراضی کا اظہار کیا تو براف صاحب کچھ
نرم ہوئے۔ تین بجے کے بعد میننگ ختم ہوئی۔ تو میں اور رسل کا من روم میں
آئے اور آب حیات کے کچھ حصے پڑھے۔ ساڑھے چار بجے وہاں سے اٹھ
کر ڈرومنڈ اسٹریٹ آیا۔ گوشت لیا اور گھرا گیا۔ چائے پی اور باتیں کرتا
رہا۔ ساڑھے آٹھ بجے کھانا کھایا اور کام کرتا رہا۔ گیارہ بجے سویا۔

جمعرات ۲۱ فروری ۱۹۶۳ء

صبح ساڑھے پانچ بجے اٹھا۔ چائے بنا کر پی اور کام شروع کیا۔ دس
بجے تک لکھتا پڑھتا رہا۔ پھر ناشتہ کیا اور خط لکھتا رہا۔ بارہ بجے کھانا کھا کر بیوی
اور بچے کے ساتھ ٹوب میں بیٹھ کر **Tottenham Court Road** پہنچا۔
انہیں آکسفورڈ اسٹریٹ پر چھوڑا اور میں اسکول آیا۔ ایک بجے گولڈنگ اور
چارلس ٹامس آگئے انہیں پڑھایا۔ دو بجے فیض نے آنے کا وعدہ کیا تھا۔
لیکن وہ نہیں آئے۔ پونے چار بجے تک سینٹر کا من روم میں اُن کا انتظار کیا۔
پھر چائے پی کر برٹش میوزیم گیا۔ میرامن کی کنج خوبی اور سر سید احمد خاں کا سفر نامہ
پنجاب کے نسخے نکلوانے۔ پونے پانچ بجے تک انہیں دیکھتا رہا۔ پانچ بجے
وہاں سے رخصت ہو کر میوزیم اسٹریٹ ہوتا ہوا آکسفورڈ اسٹریٹ پر آئیڈ برٹش
ہوم سٹورز سے بیوی اور بچے کو لیا۔ **LITTLEWOOD** کے رستوراں میں
چائے پی اور ٹوب میں بیٹھ کر گھرا گیا۔ بیٹھ جلیا اور باتیں کرتا رہا۔ ۹ بجے کھانا کھایا۔
اور کچھ دیر کام کیا۔ گیارہ بجے کے بعد سویا۔

جمعہ ۲۲ فروری ۱۹۶۳ء

آج صبح چار بجے آنکھ کھل گئی۔ سوچا اٹھ کر کام کروں لیکن ہمت نہیں پڑی۔
لیٹے لیٹے پھر نیند آگئی۔ پھر جو اٹھ کر دیکھا تو سات بجے تھے۔ اٹھ کر چائے پی

اور کام کرنے لگا۔ دس بجے کے قریب گیس والے میٹر گانے آگئے۔ اُن کی وجہ سے اُلجھن رہی۔ گیارہ بجے ہلکا سا کھانا کھا کر اسکول گیا۔ بارہ بجے گولڈ ٹانگ اور ٹامس آگئے۔ انہیں ایک بجے تک پڑھایا۔ اُس کے بعد برٹش میوزیم گیا اور وہاں پونے پانچ بجے تک کام کیا۔ پھر اُٹھ کر *Tottenham Court Road* سے ٹیوب میں بیٹھ کر گھر آیا۔ چائے پی اور باتیں کرتا رہا۔ ساڑھے چھ بجے سوی اور پکے کے ساتھ *GOLDER'S GREEN* پہنچا۔ وہاں نعیم ملک موجود تھے۔ وہ اپنے ساتھ بس میں ہم لوگوں کو اپنے گھر *HAMPSTED, 29, KIDDERPORE AVENUE* لے گئے۔ وہاں ہم لوگوں نے کھانا کھایا اور رات کے ساڑھے دس بجے تک باتیں کرتے رہے۔ *GOLDER'S GREEN* سے ٹیوب میں بیٹھ کر ساڑھے گیارہ بجے کے قریب گھر واپس پہنچے۔ ساڑھے بارہ بجے سویا۔

ہفتہ ۲۳، فروری ۱۹۶۳ء

صبح سات بجے اُنکھ کھلی۔ کھڑکی کے پردے اُٹھا کر باہر دیکھا۔ ہر چیز سفید تھی۔ رات کو خوب برف گری اور صبح بھی گہری ہی تھی۔ چائے پی کر کام کرتا رہا۔ دس بجے بیگم حسان آگئیں۔ آج بی بی سی میں فہمیدہ کے ساتھ اُن کا مباحثہ تھا۔ موضوع تھا *A UNIVERSITY FOR THE REJECTS*! اس موضوع پر اُن سے باتیں کرتا رہا۔ چغتائی صاحب آگئے۔ اُن سے باتیں ہوتی رہیں۔ ایک بجے کھانا کھا کر فہمیدہ بیگم حسان کے ساتھ بی بی سی گئیں۔ میں پکے کے ساتھ کھیلتا رہا۔ وہ چار بجے واپس آئیں۔ ہم لوگوں نے چائے پی اور باتیں کرتے رہے۔ اُٹھ بجے کھانا کھایا۔ میں گیارہ بجے تک کام کرتا رہا۔ اُس کے بعد سویا۔

اتوار ۲۴، فروری ۱۹۶۳ء

چھ بجے سو کر اُٹھا۔ چائے پی اور کام کرتا۔ ۹ بجے بیگم حسان اور صبح ہم لوگوں کو اپنی کار میں لندن کے مشرقی حصے میں لے گئے۔ وہاں ایک شخص مرغ ذبح کر کے دیتا ہے۔ میں اُن کے ساتھ اُس کی دوکان میں پہنچا۔ دوکان کیا تھی

اچھا خاصا مقتل تھا۔ مرغ ذبح کئے جا رہے تھے۔ وہاں سے مرغ لے کر ہم لوگ واپس ہوئے۔ راستے میں ALD GATE پڑتا ہے۔ وہاں اتوار کو ایک بازار لگتا ہے۔ سنا ہے یہاں سستی چیزیں ملتی ہیں۔ مول تول بھی بہت ہوتا ہے۔ لیکن وقت کم تھا۔ اس لئے ہم لوگ وہاں ٹھہرے نہیں۔ سیدھے گھر آئے۔ جلدی جلدی کھانا کھا کر (چاول اور چنے کی دال گوشت، ہندوستانی فلم پیغام دیکھنے کے لئے No.ting Hill Gate گئے۔ فلم ختم ہوا تو بصیر حسن اور مینزہ مل گئے۔ ان کے ساتھ وہیں بیٹھ کر ایک ریسٹوراں میں کافی پی۔ اس وقت بہت اچھی دھوپ نکلی ہوئی تھی۔ موسم بہت ہی اچھا تھا۔ چھ بجے وہاں سے رخصت ہو کر گھر آئے۔ کچھ دیر ہیٹر کے سامنے بیٹھا رہا۔ طبیعت گھبراہی تھی اس لئے ذرا دیر کے لئے باہر نکلا۔ Tufnell Park Road سے گزر کر گھر آیا۔ اور سو گیا۔

بیر ۲۵، فروری ۱۹۶۳ء

ساڑھے پانچ بجے اٹھا۔ چائے پی کر کام کرتا رہا۔ آج دن بہت اچھا تھا۔ خوب دھوپ نکلی۔ دس بجے کے بعد ناشتہ کر کے اسکول گیا۔ آج اسکول میں فیض نے آنے کا وعدہ کیا تھا۔ وہ بارہ بجے آگئے۔ انہیں لے کر سینٹر کا من روم میں گیا۔ رسل وہاں موجود تھے۔ چند منٹ باتیں ہوئیں۔ اس کے بعد ہم لوگ اٹھ کر لائبریری میں گئے۔ فیض کا کارڈ بننے کے لئے دیا۔ لیکن لائبریرین Mr. Pearson موجود نہیں تھے۔ اس لئے کارڈ نہ بن سکا۔ اس کے بعد ہم لوگوں نے اپنی REFECTORY میں جا کر کھانا کھایا اور کا من روم میں واپس آ کر کافی پی اور باتیں کرتے رہے۔ دو بجے کے قریب پھر لائبریری کا ایک چکر لگایا لیکن PEARSON ابھی تک واپس نہیں آئے تھے۔ دیر تک کتابیں دیکھتے رہے۔ اس کے بعد فیض میرے ساتھ برٹش میوزیم گئے۔ میں نے انہیں فارم وغیرہ لے کر دیا۔ فارم لے کر ڈھائی بجے کے قریب وہ رخصت ہوئے۔

میں ریڈنگ روم میں آیا اور کام شروع کر دیا۔ آج میں نے کلیات میر حسن ، کلیات جبرارت اور سیاحت نامہ کے علاوہ علی ابراہیم خاں خلیل کے تذکرے گلزار ابراہیم اور حیدر نلمے کے قلمی نسخے بھی لکھوا کر دیکھے۔ پانچ بجے تک کام کرتا رہا۔ اُس کے بعد گھر واپس آیا۔ چائے پی اور باتیں کرتا رہا۔ ڈاکٹر حق آگئے۔ اُن سے بھی کچھ دیر باتیں رہیں۔ اُن کے ساتھ عید کے لئے سامان خریدنے گیا۔ سوئیاں نہیں ملیں۔ سوئیوں سے ملتی جلتی اٹلی کی بنی ہوئی ایک چیز

SPAGHATTI ہوتی ہے۔ وہ خریدی۔ حلوسے کے لئے سوچی بھی لی اور ہم لوگ واپس آگئے۔ طے یہ ہوا کہ کل صبح عید کی نماز پڑھنے کے لئے ہم لوگ ریجنٹ پارک چلیں گے۔ انہیں رخصت کر کے میں گھرا گیا۔ کھانا کھایا اور کام کرتا رہا۔ گیارہ بجے سویا۔

منگل ۲۶ فروری ۱۹۶۳ء

صبح کو پانچ بجے اُٹھا۔ آج عید کا دن تھا۔ سوچا ذرا جلدی نہادھو کر تیار ہو جاؤں۔ چنانچہ نہایا کپڑے بدلے اور کچھ دیر کام کرتا رہا۔ اتنے میں فہمیدہ نے سیویاں اور حلوسہ وغیرہ تیار کر لیا۔ ساڑھے آٹھ بجے ڈاکٹر حق کے کمرے میں گیا۔ انہیں جگایا اور کہا کہ چلنے کے لئے تیار ہو جائیں۔ خیال یہ تھا کہ ساڑھے نو یا دس بجے نماز ہوگی۔ لیکن نجم سے معلوم ہوا کہ گیارہ بجے نماز ہوتی ہے۔ چنانچہ ہم لوگ نجم کے کمرے میں بیٹھے رہے اور ریکارڈ سنتے رہے۔ ساڑھے دس بجے فصیح نے حسان صاحب کی کار نکالی اور ہم لوگ نماز پڑھنے کے لئے ریجنٹ پارک کی طرف چلے۔ وہاں پہنچے تو نماز شروع ہو چکی تھی۔ جلدی جلدی اندر داخل ہوئے اور جماعت میں شرکت کی۔ نماز ریجنٹ پارک کے سامنے اسلامک کلچرل سنٹر میں ہوئی۔ یہاں جگہ زیادہ نہیں تھی۔ اس لئے بہت سے لوگ نماز ادا نہ کر سکے۔ نماز کے بعد خطبہ شروع ہوا لیکن خطبہ سننے کا موقع نہ ملا۔ اس موقع پر دُنیا کے تمام ملکوں کے مسلمان موجود تھے۔ بہت اچھا معلوم ہوا۔ تھوڑی

دیر کھڑا رہا اور اس منظر کو دیکھتا رہا۔ کچھ جاننے والے مل گئے۔ اُن سے باتیں کیں۔ بارہ بجے گھر واپس آیا۔ جلدی جلدی کھانا کھایا اور فہمیدہ کو لے کر یونیورسٹی کالج ہسپتال گیا۔ آج ڈھائی بجے DR. SEAMSTRESS انہیں وقت دیا تھا۔ سواد و بجے کے قریب وہاں پہنچے۔ ڈاکٹر نے بہت دیر لگائی۔ پھر دوا وغیرہ لی۔ اس میں پونے پانچ بج گئے۔ بچے نے بہت پریشان کیا۔ Goodge Street سے ٹوب میں بیٹھ کر LEINSTER TOWERS پہنچے۔ مینزہ اور بصیر نے بلایا تھا۔ ہم لوگ کھانا بھی پکا کر لیتے گئے تھے۔ لیکن وہاں پہنچے تو وہ لوگ موجود نہیں تھے۔ طبیعت بدمزہ ہوئی۔ ساڑھے چھ کے قریب وہ لوگ آئے۔ باتیں ہوتی رہیں۔ لیکن میرے مزاج میں شگفتگی پیدا نہ ہو سکی۔ نو بجے کھانا کھایا۔ اور اُن سے رخصت ہو کر ہم لوگ گھر واپس آ گئے۔ ساڑھے گیارہ بجے تک باتیں کرتے رہے۔ اُس کے بعد سو گئے۔

بدھ ۲۷ فروری ۱۹۶۳ء

ساڑھے پانچ بجے آنکھ کھل گئی۔ چائے پی کر کام شروع کر دیا۔ آٹھ بجے کے قریب اُٹھا۔ باہر بہت ہی خوبصورت دھوپ نکلی ہوئی تھی۔ لاہور کا سا موسم تھا۔ نو بجے تیار ہو کر بیٹھ گیا۔ ناشتہ کیا۔ پھر بیوی اور بچے کے ساتھ باہر نکلا۔ کچھ چیزیں خرید کر انہیں واپس گھر پہنچا یا ساڑھے دس بجے اسکول کی طرف چلا۔ بس میں اوپر بیٹھا۔ سامنے سے دھوپ آتی ہوئی بہت اچھی معلوم ہوئی۔ گیارہ بجے اسکول پہنچا۔ چارلس ٹامس آگئے۔ انہیں ایک بجے تک پڑھایا۔ قلم گھر پر بھول گیا۔ اس لئے برٹش میوزیم نہیں گیا۔ دھوپ ابھی تک موجود تھی۔ موسم خشک تھا۔ اس لئے سوچا کہ گھر چلنا چاہیے۔ بیوی اور بچے کے ساتھ کہیں سیر کے لئے نکلوں گا۔ چنانچہ ڈرومنڈ اسٹریٹ سے گوشت خرید کر بس میں بیٹھا اور گھر آ گیا۔ چائے پی اور سیر کرنے کے لئے باہر نکل گیا۔ ٹفنل پارک روڈ سے ہو کر

Halloway Road. کے بازار کی سیر کی۔ پھر Seven Sister Road

پر بھی کچھ دوکانیں دیکھیں۔ ایک رستوراں میں کافی پی اور ساڑھے پانچ بجے گھر واپس آگیا۔ مینزہ اور بصیر انتظار کر رہے تھے۔ اُن سے باتیں کرتا رہا۔ اُن کے جانے کے بعد کھانا کھایا۔ ساڑھے دس بجے تک کام کرتا رہا۔ کام کرتے کرتے نیند آنے لگی۔ اس لئے آج گیارہ بجے سے قبل ہی سو گیا۔

جمعرات ۲۸ فروری ۱۹۶۳ء

صبح ساڑھے پانچ بجے سو کر اُٹھا۔ چائے پی اور کام کرنے کے لئے بیٹھ گیا۔ ساڑھے سات بجے کے قریب اُٹھ کر باہر دیکھا۔ بہت اچھی دھوپ نکل آئی تھی۔ دیکھ کر جی خوش ہوا۔ ناشتہ کر کے پھر کام کرنے لگا۔ بارہ بجے تیار ہو کر اسکول گیا۔ ٹامس اور گولڈنگ آگئے۔ اُنہیں پڑھایا۔ تین بجے باہر نکلا۔ ابھی تک دھوپ موجود تھی اور اُس میں گرمی کا احساس ہو رہا تھا۔ اس لئے برٹش میوزیم نہیں گیا۔ یہ سوچا کہ گھر چلنا چاہئے۔ اس دھوپ میں بیوی اور بچے کے ساتھ گھر سے باہر نکلوں گا۔ چنانچہ گھر آیا اور بیوی بچے کو ساتھ لے کر Holloway Road کی طرف گیا۔ پانچ بجے تک گھومتا رہا۔ اُس کے بعد گھر واپس آیا۔ چائے پی اور باتیں کرتا رہا۔ کھانا کھا کر کام کرنا شروع کیا۔ گیارہ بجے سویا۔

جمعہ یکم مارچ ۱۹۶۳ء

صبح پونے چھ بجے اُٹھا۔ چائے پی کر کام کرنے لگا۔ تھوڑی دیر کے بعد باہر دیکھا تو پھر دھوپ نکل آئی تھی۔ لاہور کا سا منظر تھا۔ ناشتہ کیا اور گیارہ بجے تک کام کرتا رہا۔ اُس کے بعد تیار ہو کر اسکول گیا۔ آج کوئی طالب علم نہیں آیا۔ اس لئے کمرے سے اُٹھ کر اسکول کی اصل عمارت میں آیا۔ ڈاک دیکھی اور وہاں سے بینک چلا گیا۔ تیس پونڈ لکوائے اور پھر اپنے کمرے میں واپس آیا۔ ریل سے ملاقات ہوئی۔ چند منٹ باتیں کرتا رہا۔ میں کاسن روم میں جا کر اُن کا انتظار کرنے لگا۔ وہ دو بجے آئے تو اب حیات پڑھنا شروع کی۔ ساڑھے چار بجے اُٹھ کر ڈرومنڈ اسٹریٹ آیا۔ گوشت خریدا اور گھر آگیا۔ بصیر اور مینزہ موجود تھے۔ دن

بھروہ میاں پر دے سلواتے رہے۔ میرے آنے کے بعد رخصت ہونے
 ان کے جانے کے بعد میں بیوی اور بچے کے ساتھ باہر نکلا۔ kentish town.
 تک گیا۔ آٹھ بجے کے قریب واپس آیا۔ کھانا کھایا اور کام کرنے لگا۔
 گیارہ بجے سویا۔

ہفتہ ۲ مارچ ۱۹۶۳ء

پانچ بجے اٹھا۔ چائے بنائی اور ایک پیالی پی کر کام شروع کیا۔ ساڑھے سات
 بجے کے قریب پردے اٹھائے۔ آج بھی دن بہت اچھا تھا۔ بہت اچھی
 دھوپ تھی۔ سردی بھی زیادہ نہیں تھی۔ اطمینان سے کام کرتا رہا۔ خیال یہ تھا
 کہ آج اگرچہ چھٹی کا دن ہے لیکن برٹش میوزیم جاؤں گا لیکن گلزار محمد چغتائی صاحب
 نے دن کو کھانے پر بلایا ہے، ارادہ ملتوی کر دیا۔ ساڑھے دس بجے تیار ہو کر
 باہر نکلا اس خیال سے کہ بچے کو ذرا ادھر۔ میں سیر کرادوں۔ گیارہ بجے واپس
 آیا تو میرا چھوٹا بھائی (نزدہست) دروازے پر کھڑا تھا۔ ابھی ابھی بل فاسٹ سے
 یہاں پہنچا تھا۔ میں نے دروازہ کھولا اور اس کو اندر لے گیا۔ چائے بنائی اور کچھ دیر
 باتیں کرتا رہا۔ پیر کو اس کا کا امتحان ہے۔ وہ پڑھنے لگا اور میں بھی
 اپنے کام میں مصروف ہو گیا۔ ایک بجے چغتائی صاحب آگئے۔ اور وہ اپنی کار میں
 مجھے بیوی اور بچے کو اپنے گھر لے گئے۔ وہاں ہم لوگوں نے کھانا کھایا اور دن بھر
 باتیں کرتے رہے۔ شام کو پانچ بجے وہاں سے اٹھے۔ وہ کار میں ہم لوگوں کو

Kentor Garden. لے گئے۔ وہاں ابھی تک برف جمی ہوئی تھی پھسلن

مٹی۔ چلنا دشوار ہو گیا۔ چغتائی صاحب کی بیوی کو بڑی دشواری پیش آئی۔
 وہاں سے ہم لوگ سیدھے گھر آئے۔ شام ہو چکی تھی۔ چائے پی۔ اس کے بعد
 میں کچھ دیر کام کرتا رہا۔ ساڑھے دس بجے رات کو سویا۔

اتوار ۳ مارچ ۱۹۶۳ء

صبح پونے پانچ بجے آنکھ کھل گئی۔ باورچی خانے میں گیا۔ چائے بنائی اور ایک

پی کر کام کرنے لگا۔ دس بجے تیار ہو کر باہر گیا۔ آج بھی موجود تھی۔ اس دھوپ نے بہت لطف دیا۔ ٹفنل پارک سے اخبارات خریدے Observer سے کمرے میں واپس آکر ان پر ایک نظر ڈالی۔ اور Sunday Times. سے کمرے میں واپس آکر ان پر ایک نظر ڈالی۔ ساڑھے گیارہ بجے ہلکا سا کھانا کھا کر بیوی اور بچے کے ساتھ Kilburn گیا۔ وہاں آج ہندوستانی فلم جھولا دیکھی۔ اس میں کوئی خاص بات نہیں تھی۔ وقت ضائع ہوا۔ پانچ بجے واپس آیا۔ چائے پی اور باتیں کرتا رہا۔ کچھ دیر کام بھی کیا لیکن سر میں ہلکا ہلکا درد تھا اس لئے جی نہ لگا۔ ساڑھے سات بجے کھانا کھانے کی تیاری کی۔ شکن کے دوست سرفراز آگئے۔ سب نے مل کر کھانا کھایا اور باتیں کرتے رہے۔ وہ رخصت ہوئے تو کچھ دیر پڑھتا رہا۔ ساڑھے دس بجے نیندا آگئی۔

پیر ۴ مارچ ۱۹۶۳ء

صبح سوپانچ بجے آنکھ کھلی۔ لیکن پھر سو گیا۔ سات بجے اٹھا۔ چائے پی اور کام کرتا رہا۔ بارہ بجے کھانا کھا کر اسکول گیا۔ ڈاک دیکھی۔ پھر برٹش میوزیم چلا گیا اور وہاں پانچ بجے تک کام کیا۔ وہاں سے سیدھا ڈرومنڈ اسٹریٹ آیا۔ گوشت خریدا اور گھر آ گیا۔ چائے پی اور باتیں کرتا رہا۔ نو بجے کھانا کھا کر کچھ دیر کام کیا۔ گیارہ بجے سویا۔

منگل ۵ مارچ ۱۹۶۳ء

صبح پانچ بجے آنکھ کھلی لیکن پونے سات بجے تک بستر میں لیٹا۔ سات بجے اٹھ کر چائے پی۔ اس کے بعد کچھ دیر کام کرتا رہا۔ گیارہ بجے تیار ہو کر باہر نکلا۔ بس میں بیٹھ کر سیدھا برٹش میوزیم پہنچا۔ اور وہاں چار بجے تک کام کیا۔ برٹش میوزیم سے اٹھ کر اسکول آیا۔ ڈاک دیکھی۔ یونس خالدی کا لکھنؤ سے اور مرزا ریاض کا سرگودھا سے آئے ہوتے خط ملے۔ کھڑے کھڑے دونوں خط پڑھے اور پھر اپنے کمرے میں گیا۔ رسل موجود تھے۔ ان سے ملاقات ہوئی۔ باتیں ہوتی رہیں۔ ساڑھے چار بجے ہم لوگ اٹھ کر اسکول کی سینٹر فیکٹری میں گئے۔ وہاں کلکتہ یونیورسٹی

کے بنگلہ کے پروفیسر داس گپتا کے اعزاز میں پروفیسر برف کی طرف سے چائے تھی۔ برفِ عدالت کی وجہ سے نہ آسکے۔ چائے پی کر سب لوگ برابر کے کمرے میں گئے وہاں لکچر کا انتظام تھا۔ پروفیسر داس گپتا نے ٹیگور کے بارے میں لکچر دیا۔ پروفیسر برف کی عدم موجودگی میں مسٹر کلارک نے صدارت کی۔ سوا چھ بجے لکچر ختم ہوا۔ میں اور رسل کمرے میں آئے اور اپنے اپنے تھیلے اور کوٹ لے کر گھر روانہ ہوئے۔ سات بجے گھر پہنچا۔ چائے پی اور باتیں کرتا رہا۔ ۹ بجے کھانا کھانے کے بعد گیارہ بجے تک کام کیا۔ اُس کے بعد سو گیا۔

بدھ ۶ مارچ ۱۹۶۳ء

صبح چھ بجے اُٹھا۔ چائے بنائی اور ایک پیالی پی کر کام کرتا رہا۔ ساڑھے آٹھ بجے اُٹھ کر تیار ہوا۔ ناشتہ کیا اور دس بجے اسکول روانہ ہوا۔ گیارہ بجے چارلس ٹامس آگئے۔ انہیں ایک بجے تک پڑھایا۔ اُس کے بعد سینٹر کا من روم میں گیا۔ کافی پی اور کچھ دیر بیٹھا رہا۔ ڈیڑھ بجے اُٹھ کر کمرے میں آیا اور اپنی چیزیں لے کر برٹش میوزیم چلا گیا۔ پونے دو بجے سے ساڑھے چار بجے تک کام کیا۔ اس کے بعد اُٹھ کر ڈرومنڈ اسٹریٹ گیا۔ گوشت خریدا اور گھر آ گیا۔ چائے پی اور باتیں کرتا رہا۔ سات بجے کھانا کھایا۔ اُس کے بعد فہمیدہ میرے چھوٹے بھائی تسکن کے ساتھ Cinerama دیکھنے چلی گئیں اور میں بچے کو دیکھ بھال کرتا رہا۔ بہت دنوں سے وہ Cinerama دیکھنا چاہتی تھیں لیکن بچے کی وجہ سے دیکھنے کا موقع نہیں ملتا تھا۔ آج میں نے اُن سے کہا کہ دیکھ آؤ۔ اُن کے جانے کے بعد میں نے بچے کو سلایا اور پھر کام کرتا رہا۔

جمعرات ۷ مارچ ۱۹۶۳ء

صبح پانچ بجے آنکھ کھل گئی۔ سردی نہیں تھی۔ اطمینان سے اُٹھ کر چائے بنائی، اور کام کرنے کے لئے بیٹھ گیا۔ سات بجے کے قریب خوب دھوپ نکل آئی۔ بالکل ایسا ہی موسم تھا جیسے مارچ کے مہینے میں اپنے ملک میں

ہوتا ہے۔ گیارہ بجے تک کام کرتا رہا۔ پھر اٹھ کر تیار ہوا۔ کھانا کھایا۔ ڈاک خانے میں جا کر ٹکٹ خریدے اور مضمون پوسٹ کئے۔ واپس آکر اسکول گیا۔ کلاس کے وقت سے پہلے پہنچ گیا اس لئے کمرے میں بیٹھ کر کام کرتا رہا۔ ایک بجے چارلس ٹامس اور گولڈنگ آگئے۔ انہیں پڑھایا۔ آج پریم چند ختم کر دیا۔ وہ لوگ رخصت ہوئے تو اسکول کی لائبریری میں گیا۔ اسپرنگر کی کیٹلاگ تلاش کی لیکن ملی نہیں۔ کاؤنٹر پر جو لڑکی کام کرتی ہے اُس نے کہا کہ تلاش کرے گی۔ اُمید بے کل مل جائے گی۔ لائبریری سے نکل کر ڈاک دیکھی۔ انتظار کا خط اور فروری کا ادب لطیف ملا۔ اُس کو لے کر کمرے میں آیا۔ چند منٹ رسل سے باتیں کیں اور پھر برٹش میوزیم چلا گیا۔ پونے پانچ بجے تک وہاں کام کیا۔ پھر گھر واپس آیا۔ ساڑھے چھ بجے تیار ہو کر بیوی اور بچے کے ساتھ سید عالم علی رضوی صاحب کے یہاں کھانے پر گیا۔ رضوی صاحب پاکستان ہائی کمیشن میں ڈائریکٹر آف ایڈ ائیڈاکاؤنٹس ہیں۔ اُن کے یہاں ونگ کمانڈر قاسم حسین سے بھی ملاقات ہوئی۔ کبھی پنڈی جاتا تھا تو منان کے یہاں ملتے تھے۔ پرانی یاد تازہ ہوئی۔ بہت لطف آیا۔ حبیب بینک کے منیجر بخاری بھی ملے۔ دس بجے تک باتیں ہوتی رہیں۔ گیارہ بجے واپس گھر پہنچا۔ تھک گیا تھا اس لئے کپڑے بدل کر فوراً ہی سو گیا۔

جمعہ ۸ مارچ ۱۹۶۳ء

پانچ بجے اٹھا۔ موسم بہت اچھا تھا۔ آج بھی سردی بالکل نہیں تھی۔ چائے پی کر کام کرتا رہا۔ دس بجے ناشتہ کر کے اسکول گیا۔ رسل انتظار کر رہے تھے۔ اُن کے ساتھ مل کر کتابوں کی فہرست بنائی۔ بارہ بجے چارلس ٹامس آئے۔ اُن سے باتیں کرتا رہا۔ وہ باتیں کر رہے تھے کہ عبدالستار دہلوی آگئے۔ بمبئی کے رہنے والے ہیں۔ اُردو میں وہاں سے پی ایچ ڈی کر چکے ہیں۔ آج کل لسانیات میں یہاں ام۔ اے کر رہے ہیں اُنہوں نے مجھے اور رسل کو

اپنی کتاب انتخاب مصحفی دی۔ کچھ دیر باتیں کرتے رہے۔ ایک بچے نعیم کی بیوی میرین آئیں اور میرے لئے اچھی قسم کی چائے لائیں۔ رسل نے انہیں پڑھانا شروع کیا۔ میں سینئر کمان روم میں گیا اور وہاں کافی پی۔ رسل آگئے اور کمان روم میں بیٹھ کر ہم لوگوں نے فہرست بنانے کا کام کیا۔ ساڑھے تین بجے انہیں کسی میننگ میں جانا تھا۔ وہ تو میننگ میں چلے گئے اور میں گھرا گیا۔ پانچ بجے کے قریب بیوی اور بچے کے ساتھ باہر نکلا۔ Camden Town تک گیا۔ سات بجے واپس آیا۔ آٹھ بجے کھانا کھایا۔ کچھ دیر کام کیا۔ ساڑھے دس بجے سو گیا۔

ہفتہ ۹ مارچ ۱۹۶۳ء

صبح ساڑھے چار بجے آنکھ کھل گئی۔ سونے کی کوشش کی۔ چھ بجے اٹھ گیا۔ چائے بنا کر کام کرنا شروع کیا۔ ساڑھے دس بجے ناشتہ کر کے برٹش میوزیم گیا۔ وہاں ایک بجے تک کام کیا۔ کچھ دیر سعید اور ڈاکٹر اطہر عباس رضوی سے باتیں کیں۔ ایک بجے میوزیم سے نکل کر گھر کی طرف چلا۔ اس وقت بارش ہو رہی تھی۔ اُس کے ساتھ اتنی تیز ہوا چلی کہ چھتری لے کر چلنا مشکل ہو گیا۔ ایوسٹن اسکوائر کے قریب ہوا کے ایسے تیز جھونکے آئے کہ چھتری دوہری ہو گئی اور ٹوٹ گئی۔ بڑی مشکل سے اس کو بند کیا۔ ڈرومنڈ اسٹریٹ آیا۔ مرغ اور گوشت خریدا اور بس میں بیٹھ کر گھر پہنچا۔ آج فہمیدہ نے آلو اور پوریاں پکائی تھیں۔ شوق سے کھائیں۔ چائے پی کر کام کرتا رہا۔ رات تک طوفانی ہوائیں چلتی رہیں اور بارش ہوتی رہی۔ اس لئے باہر نہیں نکلا۔ نو بجے کھانا کھایا اور کام کرتا رہا۔ گیارہ بجے سویا۔

اتوار ۱۰ مارچ ۱۹۶۳ء

صبح چھ بجے اٹھا۔ باہر ہلکی ہلکی روشنی تھی۔ بارش رک گئی تھی۔ ہوا بھی نہیں چل رہی تھی۔ تھوڑی دیر میں دھوپ نکل آئی اور موسم خوشگوار ہو گیا۔ نو بجے ناشتہ کیا اور باہر اخبار لینے کے لئے گیا۔ کمرے میں واپس آ کر اخبارات پڑھے۔ بارہ

بچے کے قریب کھانا کھا کر بیوی اور بچے کے ساتھ اسٹاک ویل Stock well گیا۔ وہاں ہندوستانی فلم "آزاد" دیکھا۔ پانچ بجے شام کو واپسی ہوئی۔ واپس آکر چائے پی اور تھوڑی دیر باتیں کیں۔ پھر کام کرتا رہا۔ گیارہ بجے سویا۔

پیر ۱۱ مارچ ۱۹۶۳ء

آج خدا جانے کیوں دیر میں سوکر اُٹھا۔ اُٹھ کر دیکھا تو ساڑھے سات بجے تھے۔ اُٹھ کر چائے بنائی اور ایک پیالی پی کر کام کرنے کے لئے بیٹھ گیا۔ بارہ بجے کھانا کھا کر اسکول گیا۔ ڈاک دیکھی اور وہاں سے فوراً ہی برٹش میوزیم چلا گیا۔ ساڑھے چار بجے تک وہاں بیٹھ کر کام کیا۔ آج جرات کے مرانی اور حیرن کی رباعیات کا کام ختم کر لیا۔ وہاں سے اُٹھ کر ڈرومنڈ اسٹریٹ آیا۔ گوشت خرید اور گھر آیا۔ چائے پی اور بچے کے ساتھ کھیلتا رہا۔ تھوڑی دیر کے لئے اس کو باہر لے کر بھی نکلا۔ آٹھ بجے کے قریب واپس آیا۔ کھانا کھایا اور باتیں کرتا رہا۔ آج میرا چھوٹا بھائی شکسن D.C.H. کے امتحان سے فارغ ہو کر بلفا سٹ واپس چلا گیا۔ اُس کے جانے کے بعد میں نے کام شروع کیا۔ ساڑھے گیارہ بجے سویا۔

منگل ۱۲ مارچ ۱۹۶۳ء

صبح سو اپانچ بجے اُٹھا۔ چائے پی اور کام کرتا رہا۔ بارہ بجے کے قریب کھانا کھا کر بیوی اور بچے کے ساتھ باہر نکلا۔ ٹوب میں ٹاٹنہم کورٹ روڈ Tottenham Court Road, گیا۔ انہیں آکسفورڈ اسٹریٹ پر چھوڑا اور خود وہاں سے اسکول گیا۔ اسکول میں ڈاک دیکھ کر برٹش میوزیم چلا گیا۔ وہاں ساڑھے چار بجے تک کام کیا۔ آکسفورڈ سٹریٹ سے بیوی اور بچے کو لیا اور بس میں بیٹھ کر گھر آ گیا۔ چائے پی اور باتیں کرتا رہا۔ آٹھ بجے کھانا کھا کر کام شروع کیا مرانی جرات، رباعیات میر حسن، اور جرات کی مثنوی داستان حسن و عشق، چھپنے کے لئے تیار ہو گئی ہیں۔ اب صرف ان پر مقدمے لکھنا ہیں۔ انشاء اللہ چند روز

میں یہ کام بھی ہو جائے گا۔ ساڑھے دس بجے تک کام کرتا رہا۔ گیارہ بجے سویا۔

بدھ ۱۳ مارچ ۱۹۶۳ء

چار بجے صبح کو آنکھ کھل گئی۔ کچھ دیر جاگتا تھا۔ پھر لیٹے لیٹے سو گیا۔ اٹھ کر دیکھا تو پونے آٹھ بجے تھے۔ باہر خوب دھوپ نکلی ہوئی تھی۔ دیکھ کر جی خوش ہوا۔ دس بجے ناشتہ کر کے اسکول گیا۔ گیارہ بجے کلاس تھا لیکن آج ٹامس منہیں آئے۔ ساڑھے گیارہ بجے تک کمرے میں رہا اسی کے بعد اسکول کی عمارت میں گیا۔ ڈاک دیکھی اور کچھ دیر کے لئے کامن روم میں چلا گیا۔ پھر نیچے ریڈنگ روم میں آیا۔ ایک بجے کے قریب باہر آیا۔ ڈاکٹر عاشق حسین بٹالوی مل گئے۔ ان سے باتیں ہوتی رہیں۔ اتنے میں رسل آگئے۔ ان کے ساتھ کامن روم میں جا کر کافی پی، اور پھر انڈیا آفس لائبریری پہنچے۔ کارڈ بنوایا۔ فہرستیں دیکھیں۔ عبار الشعرار اور کلیات سودا کے قلمی نسخے نکلوائے۔ پھر مسٹر سٹن لائبریری سے ملنے کی کوشش کی لیکن وہ موجود نہیں تھے۔ تین بجے تک ان کا انتظار کیا۔ اس لئے ہم لوگ مایوس ہو کر باہر نکلے۔ سینٹ جیمس پارک کے قریب پہنچے تو سٹن صاحب آتے ہوئے نظر آئے۔ ملاقات ہوئی۔ چند منٹ باتیں ہوئیں۔ میں نے ان سے دن کے کھانے کے لئے کہا۔ اب وہ جمعرات ۲۱ مارچ کو میرے ساتھ

Banicafh Restaurent. میں کھانا کھائیں گے۔ رسل اور مسٹر پیرسن

MR. SUTTON لائبریری اسکول آف اورنٹیل اسٹڈیز بھی موجود ہوں گے۔

سے رخصت ہونے کے بعد ہم لوگوں نے چند منٹ سینٹ جیمس پارک کی

سیر کی۔ لیکن بارش شروع ہو چکی تھی اس لئے جلدی جلدی Trafalgar

Square. انگریس لی اور اسکول آگئے۔ کامن روم میں چائے پی۔ چائے پی

کمر میں گھرا گیا۔ اور رات تک گھر ہی پر رہا۔ کھانا کھا کر کام شروع کیا۔ ساڑھے

گیارہ بجے سویا۔

جمعرات ۱۴ مارچ ۱۹۶۳ء

صبح پانچ بجے سوکر اُٹھا۔ چائے پی کر کام کرنے لگا۔ دس بجے بیوی کو لے کر یونیورسٹی کالج ہاسپٹل گیا۔ DR. SWYER کے ریسرچ روم میں اُن کا فارورہ دیا۔ پھر ڈرومنڈ اسٹریٹ آگر گوشت اور دوسرا سامان خریدا۔ بارہ بجے گھر پہنچے۔ کھانا کھایا اور اسکول روانہ ہوا۔ چند منٹ کمرے میں بیٹھ کر باہر نکلا۔ اسکول میں جا کر ڈاک دیکھی اور پھر بٹش میوزیم چلا گیا۔ آج نصرتی کا علی نامہ اور ریگن کے قلمی نسخے نکلوائے۔ میر حسن کی غزلوں اور کریم خاں کی ڈائری پر بھی کچھ کام کیا۔ ساڑھے چار بجے وہاں سے باہر آیا۔ لیسٹر اسٹو اتر گیا۔ راستے میں ایک کتاب

INLETTE DRONETT LOVE-LETTERS TO

VICTOR HUGO خریدی۔ ٹوب میں بیٹھ کر گھرا گیا۔ چائے پی اور

باتیں کرتا رہا۔ پھر کتاب پڑھتا رہا۔ آٹھ بجے کھانا کھا کر کام شروع کیا۔ دس بجے کے قریب نیند آنے لگی اس لئے بستر میں لیٹ گیا۔

جمعہ ۱۵ مارچ ۱۹۶۳ء

صبح ساڑھے پانچ بجے آنکھ کھلی۔ ناشتہ کر کے اسکول گیا۔ گیارہ بجے ریل آگئے۔ اُن کے ساتھ بیٹھ کر امتحان کے پرچے بنائے۔ ایک بجے جونیئر لفکیٹری میں جا کر کھانا کھایا۔ دو بجے واپس آکر سینئر کمان روم میں بیٹھے اور کتابوں کی فہرست بنائی۔ چار بجے وہاں سے رخصت ہو کر گھرا آیا۔ چائے پی اور باتیں کرتا رہا۔ آٹھ بجے کھانا کھا کر کام شروع کیا۔ گیارہ بجے سویا۔

ہفتہ ۱۶ مارچ ۱۹۶۳ء

چار بجے آنکھ کھل گئی لیکن پھر سو گیا۔ ساڑھے سات بجے اُٹھا۔ چائے پی کر کام کرنے لگا۔ بارہ بجے کھانا کھا کر بیوی اور بچے کے ساتھ باہر نکلا۔ ٹوب میں بیٹھ کر کیمڈن ٹاؤن پہنچا۔ وہاں سے پیدل ریجنٹ پارک گئے۔ کچھ دیر پارک کی سیر کی۔ موسم اچھا تھا دھوپ کھلی ہوئی تھی۔ ہری ہری گھاس پر

شباب تھا۔ تالاب میں کشتیوں کا نظارہ بھی کیا۔ ڈھائی بجے عجائب خانہ Zoo میں گئے۔ عجیب عجیب جانور دیکھے۔ ساڑھے چار بجے وہاں سے رخصت ہوئے اور گھر آئے۔ چائے پی اور باتیں کرتے رہے۔ آٹھ بجے کھانا کھا کر میں نے کام شروع کیا۔ ساڑھے دس بجے سو گیا۔

اتوار ۱۷ مارچ ۱۹۶۳ء

صبح چھ بجے سو کر اُٹھا۔ موسم اچھا تھا۔ دھوپ تو آج نہیں نکلی لیکن سردی زیادہ نہیں تھی۔ چائے پی کر کام شروع کیا اور گیارہ بجے تک کام کرتا رہا۔ ساڑھے گیارہ بجے تیار ہو کر اخبار لینے گیا۔ واپس آکر اخبار پڑھتا رہا۔ دو بجے کے بعد ڈاکٹر کریم آگئے۔ اُن سے باتیں کرتا رہا۔ ساڑھے چار بجے بیوی اور بچے کو لے کر ڈاکٹر حق کے ساتھ باہر نکلا اور SCALA THEATRE میں جا کر ہندوستانی فلم پیری نیتا دیکھا۔ اس کی کہانی فلم سرت چندر چٹرجی کے ناول سے ماخوذ ہے۔ فلم واقعی دلچسپ تھا۔ نیو تھیٹرز کے پٹرانے فلموں کی یاد تازہ ہو گئی۔ سینما سے ہم لوگ باہر نکلے تو بارش ہو رہی تھی۔ جلدی جلدی ٹوب اسٹیشن پہنچے اور گھر آگئے۔ کھانا کھایا۔ کچھ دیر کام کیا اور گیارہ بجے سو گیا۔

پیر ۱۸ مارچ ۱۹۶۳ء

صبح پانچ بجے اُٹھا۔ چائے پی کر کام کرتا رہا۔ گیارہ بجے کے قریب تیار ہو کر باہر نکلا۔ بارش ہو رہی تھی۔ اسی بارش میں اسکول پہنچا رسل نے جو پرچے بنائے تھے انہیں ایک نظر دیکھا اور اُن پر دستخط کئے۔ پھر ڈاک دیکھی اور سیدھا برٹش میوزیم چلا گیا۔ وہاں ساڑھے چار بجے تک کام کیا۔ باہر نکلا تو بارش ہو رہی تھی۔ ڈرومنڈ اسٹریٹ آیا۔ گوشت خریدا اور بس میں بیٹھ کر گھر آ گیا۔ چائے پی باتیں کیں اور پھر بیوی اور بچے کے ساتھ گھومنے کے لئے باہر نکلا۔ ساڑھے سات بجے واپس آکر کھانا کھایا اور ساڑھے دس بجے تک لکھتا رہا۔ نیند آنے لگی۔ اس لئے آج کچھ جلدی سو گیا۔ رات کو بھیانک خواب دکھائی دیئے۔

منگل ۱۹ مارچ ۱۹۶۳ء

پونے پانچ بجے آنکھ کھل گئی۔ چائے بنائی اور ایک پیالی پی کر کام کرنے لگا۔ ساڑھے گیارہ بجے کھانا کھا کر برٹش میوزیم گیا اور وہاں ساڑھے چار بجے تک کام کیا۔ پانچ بجے واپس گھر پہنچا۔ چائے پی اور بیوی اور بچے کو ساتھ لے کر باہر گھومنے کے لئے نکلا۔ کنٹش ٹاؤن Kentish Town تک گیا۔ سات بجے واپس آیا۔ کھانا کھا کر کام کرتا رہا۔ ساڑھے دس بجے سویا۔

بدھ ۲۰ مارچ ۱۹۶۳ء

صبح چھ بجے اٹھا۔ چائے پی کر کام کرتا رہا۔ دس بجے ناشتہ کر کے اسکول گیا۔ گیارہ بجے چارلس ٹامس آگئے۔ انہیں ایک بجے تک پڑھایا۔ رسل آگئے۔ اُن سے باتیں ہوتی رہیں۔ اسکول جا کر ڈاک دیکھی۔ لائبریری سے چند کتابیں لیں۔ کمرے میں واپس آیا اور پھر بینک گیا۔ بیس پونڈ نکوائے۔ وہاں سے میوزیم پہنچا۔ چار بجے تک کام کیا۔ ساڑھے چار بجے ڈرومنڈ اسٹریٹ پہنچا۔ گوشت خریدا اور گھر واپس گیا۔ چائے پی اور بیوی بچے کے ساتھ گھومنے کے لئے باہر نکلا۔ ساڑھے سات بجے واپس آیا۔ کھانا کھایا اور کام کرتا رہا۔ گیارہ بجے سویا۔

جمعرات ۲۱ مارچ ۱۹۶۳ء

صبح سو پانچ بجے آنکھ کھلی۔ آج سردی کچھ زیادہ تھی۔ چائے پی اور کام شروع کیا۔ گیارہ بجے تک کام کرتا رہا۔ بارہ بجے کے قریب بیوی اور بچے کے ساتھ باہر نکلا۔ انہیں Kentish Town چھوڑ کر اسکول پہنچا۔ ڈاک دیکھی۔ ڈاکٹر کو پی چند نازنگ کا خط ملا۔ کمرے میں آیا۔ خط پڑھنے بھی نہ پایا تھا کہ رسل آگئے۔ اُن کے ساتھ Bertoralli Restaurant گیا۔ آج میں نے وہاں انڈیا آفس کے لائبریرین مسٹر سٹن اور اسکول آف اورینٹل اسٹڈیز کے لائبریرین Mr. Pearson کو دن کے کھانے پر بلایا تھا۔ ہم لوگ وہاں پہنچے تو مسٹر پیرسن بیٹھے ہوئے تھے۔ چند منٹ بعد مسٹر سٹن بھی آگئے۔ کھانا کھایا اور ڈھائی بجے تک باتیں کرتے رہے۔

سٹن بہت اچھے آدمی ہیں۔ بڑے ہمدرد اور دوست قسم کے انگریزی تیز بولتے ہیں اور ایسے لہجے میں کہ سو فی صدی سمجھنا مشکل ہوتا ہے مسٹر پیرسن بھی اچھے آدمی ہیں۔ ان دونوں سے مل کر لطف آیا۔ آج شمسہ کلثوم بھی ملیں۔ یہاں پی ایچ ڈی کرنا چاہتی ہیں۔ میں نے انہیں کل بلایا ہے۔ مفصل باتیں ہوں گی۔ کل وقت کم تھا۔ ریسٹوران سے ہم لوگ اسکول آئے اور وہاں سے گھر آگیا۔ چائے پی کر بیوی اور بچے کے ساتھ باہر گھومنے کے لئے نکلا۔ سات بجے واپس آیا۔ کھانا کھا کر کام کرتا رہا۔ ساڑھے دس بجے سویا۔

جمعہ ۲۲ مارچ ۱۹۶۳ء

پانچ بجے اٹھا۔ چائے پی کر کام کرتا رہا۔ ساڑھے دس بجے تیار ہو کر اسکول گیا۔ گیارہ بجے شمسہ کلثوم کو وقت دیا تھا۔ لیکن وہ نہیں آئیں۔ اسکول میں جا کر ڈاک دیکھی۔ آج رسالہ فنون کا بہت ہی حسین اور دلآویز پمفلٹ ملا۔ جی خوش ہوا۔ انتظار حسین کا خط بھی آیا۔ اس کو پڑھ رہا تھا کہ رسل آگئے۔ ان کے ساتھ کمرے میں واپس آیا، اور لائبریری کے لئے کتابوں کی فہرست بنانے کا کام شروع کیا۔ ایک بجے اٹھ کر سنیر کامن روم میں کافی پینے گئے۔ وہاں سٹینس چندرا اور ڈاکٹر اطہر عباس رضوی سے ملاقات ہوئی۔ ڈاکٹر ریاض الاسلام بھی آگئے۔ دو بجے تک باتیں ہوتی رہیں۔ اُس کے بعد کمرے میں واپس آکر پھر فہرست بنائی۔ چار بجے کام ختم کیا اور گھر واپس آیا۔ چائے پی اور بیوی بچے کو ساتھ لے کر تصویر کھینچوانے کے لئے Kentish Town اور Camden Town گیا۔ کیمڈن ہائی اسٹریٹ پر ایک ریسٹوران میں چائے پی۔ ٹیوب میں بیٹھ کر گھر واپس آیا۔ کھانا کھا کر کام کرتا رہا۔ گیارہ بجے سویا۔

ہفتہ ۲۳ مارچ ۱۹۶۳ء

صبح ساڑھے چار بجے آنکھ کھلی۔ سوپا پانچ بجے تک بستر میں لیٹا رہا۔ پھر اٹھا۔ چائے بنائی۔ بیٹھ کر ندیم صاحب کو خط لکھا۔ سات بج گئے۔ باہر دیکھا۔ آج بہت

اچھی دھوپ نظر آئی۔ جی خوش ہوا۔ گیارہ بجے چغتائی صاحب آئے۔ بارہ بجے
 تیار ہو کر بیوی اور بچے کے ساتھ ٹیوب میں بیٹھ Collindale روانہ ہوا۔
 آج کمانڈر قاسم حسین نے دن کے کھانے پر بلایا تھا۔ Collindale سے
 ہم لوگوں نے ۷۹ نمبر بس لی اور اس میں بیٹھ کر 34. Roe Green پہنچے۔
 قاسم صاحب آج کل یہیں رہتے ہیں۔ ایٹرفورس سے انہوں نے پنشن لے لی
 ہے۔ لندن میں مکان خرید لیا ہے اور کچھ عرصے یہیں رہنا چاہتے ہیں۔ ان کے ساتھ
 کھانا کھایا اور دن بھر ہم لوگ وہیں رہے۔ دلچسپ باتیں ہوئیں۔ بہت اچھا وقت
 گزرا۔ شام کو چھ بجے وہاں سے رخصت ہو کر گھر واپس آئے۔ کچھ دیر بیٹھ کر میں نے
 لکھنا پڑھنا شروع کیا۔ سوا گیارہ بجے سویا۔

اتوار ۲۴ مارچ ۱۹۶۳ء

ساڑھے چھ بجے سو کر اٹھا۔ کھڑکیوں کے پردے اٹھا کر باہر دیکھا۔ دھوپ
 کھلی ہوئی تھی۔ سردی بھی زیادہ نہیں تھی۔ موسم میں تبدیلی کا احساس ہوا۔ ناشتہ
 کر کے اخبار لینے گیا۔ واپس آ کر کام کرتا رہا۔ بارہ بجے بیوی اور بچے کے ساتھ
 ہندوستانی فلم 'انارٹی' دیکھنے کے لئے بیکر اسٹریٹ گیا۔ فلم اچھا تھا۔ پانچ
 بجے گھر واپس آیا۔ چائے پی اور باتیں کرتا رہا۔ دن بھر بہت اچھی دھوپ رہی۔
 شام کو چھ بجے کے بعد ٹہلنے نکلنا اور ہائی گیٹ کے قریب تک گیا۔ سات بجے
 کے بعد واپس آیا۔ آٹھ بجے سعید آگئے۔ ان سے باتیں کرتا رہا۔ کھانا کھایا۔ وہ
 دس بجے کے قریب رخصت ہوئے تو لکھنے پڑھنے کا کچھ کام کیا۔ گیارہ بجے سویا۔

پیر ۲۵ مارچ ۱۹۶۳ء

صبح ساڑھے پانچ بجے اٹھا۔ چائے پی اور سامان ٹھیک کیا۔ دس بجے
 گھر آکسفورڈ جانے کے لئے Paddington Station. روانہ ہوا۔ ۲۷ نمبر
 بس میں بیٹھ کر وہاں پہنچا۔ آکسفورڈ ڈاکٹریٹ بنوایا۔ سوا گیارہ بجے آکسفورڈ کے لئے
 ٹرین چلی۔ ساڑھے بارہ بجے آکسفورڈ پہنچا۔ ڈاکٹر ستیش چندر اور ڈاکٹر اطہر عباس

رضوی ساتھ آئے۔ اسٹیشن سے سینٹ جانس کالج پہنچے۔ وہاں ہم لوگوں کے
 ٹھہرنے کا انتظام تھا۔ کھانا کھا کر ہم لوگ باڈلین لائبریری Bodelane Library
 گئے۔ چار بجے تک وہاں رہے۔ فہرستیں دیکھیں۔ چار بجے کانفرنس
 کی کانفرنس کی کانفرنس

Associator of British Orentelish

شروع ہونے والی تھی۔ اس لئے سینٹ جانس سے چھ بجے واپس آئے۔
 جونیر کامن روم میں کے ڈیل گیٹس جمع ہوئے۔ چائے پی اور آکسفورڈ کی سڑکوں
 پر گھومنے نکل گئے۔ سوا سات بجے سینٹ جانس کالج کے ڈائیننگ ہال میں
 ڈنر تھا۔ اُس میں شرکت کی۔ سوا آٹھ بجے Prof. Hamedoff نے نیپال کے
 بارے میں تقریر کی اور فلم بھی دکھائی۔ یہ پھر Ashmolian Museum میں ہوا۔
 دس بجے پھر ختم ہوا تو اپنے کمرے میں آیا۔ کچھ دیر لکھتا رہا۔ گیارہ بجے سونے کی
 کوشش کی لیکن دیر تک نیند نہیں آئی۔

منگل ۲۶ مارچ ۱۹۶۳ء (آکسفورڈ، سینٹ جانس کالج)
 صبح پانچ بجے کے قریب آنکھ کھل گئی۔ باہر روشنی پھیل چکی تھی۔ سینٹ جانس
 کالج میں بالکل سناٹا تھا۔ کبھی کبھی چڑیوں کے بولنے کی آواز آتی تھی جس سے خاموشی
 کا احساس کچھ اور بھی شدید ہو جاتا تھا۔ ہلکی ہلکی بارش ہو رہی تھی۔ میں بستر سے
 اُٹھ کر بیٹھ کے قریب آ کر بیٹھ گیا اور کچھ دیر لکھتا رہا۔ ساڑھے سات بجے کے
 قریب تیار ہو کر ڈاکٹر رضوی کے کمرے میں گیا۔ انہیں ساتھ لے کر ڈاکٹر سٹیمش
 کے کمرے میں پہنچا وہاں سے ہم لوگ ڈائیننگ ہال میں ناشتہ کرنے گئے۔ ناشتے
 کے بعد Broadwood Street پر کتابوں کی دوکانیں دیکھیں۔ اور پونے دس
 بجے سینٹ جانس کالج واپس آئے اور کانفرنس کے اجلاس میں شرکت کی۔ آج
 کے اجلاس کے صدر پروفیسر فلپس تھے۔ اس اجلاس میں دو تین اُستادوں نے
 علاقائی مطالعے کے موضوع پر تقریریں کیں۔ گیارہ بجے یہ اجلاس ختم ہوا۔ کافی
 پی اور کافی پی کر ہم لوگ Ashmolian Museum کے Easter Art Section.

میں گئے۔ اس عمارت کے ایک کمرے میں علاقائی مطالعے کے موضوع پر بحث ہونے والی تھی۔ چنانچہ یہ بحث ٹھیک وقت پر شروع ہوئی۔ بحث میں بعض لوگوں نے یہ کہا کہ اب علاقائی مطالعے کی ضرورت نہیں۔ خاص طور پر مشرقی ممالک میں۔ کیونکہ اب انگریزوں کو اس سے کوئی فائدہ نہیں۔ اب تو امریکہ اور روس کے اثرات ان علاقوں میں بڑھ رہے ہیں اس لئے انگریزوں کو اس کی طرف توجہ نہیں کرنی چاہیے۔ لیکن بعض لوگوں نے یہ بھی کہا کہ کسی علاقے کا مطالعہ صرف سیاسی نقطہ نظر ہی سے نہیں کیا جاتا۔ صرف علمی نقطہ نظر سے بھی کرنا چاہیے۔ ایک گھنٹے تک اس بحث کا سلسلہ جاری رہا۔ ایک بجے وہاں سے رخصت ہوئے اور سینٹ جانس کالج میں دن کا کھانا کھایا۔ دو بجے Ashmolean Museum گئے اور کوئی ڈیڑھ گھنٹے گھومتے رہے۔ چار

بجے سینٹ جانس کالج واپس آکر جو نیئر کامن روم میں چائے پی۔ اس کے بعد آکسفورڈ کی سڑکوں پر گھومتے رہے۔ چھبجے Sherry Park تھی۔ ڈاکٹر رضوی اس کے لئے بہت بے چین تھے۔ چنانچہ ہم لوگ سینٹ جانس کالج واپس آئے۔ کافی شروع ہوئی۔ شراب آگئی۔ اتفاق سے جب بیرے شراب لے کر آئے تو سب سے پہلے اُس طرف سے دینا شروع کی جہاں میں اور عراق کے ڈاکٹر عباس کھڑے تھے۔ ہم لوگوں نے کہا ہم لوگ شراب نہیں پیتے۔ شکریہ! بے چاروں کو بہت تعجب ہوا۔ کہنے لگے آپ کے لئے ابھی Orange Juice

لاتے ہیں۔ میں نے کہا ہاں! وہ پی لیں گے۔ اس پارٹی میں سینٹ جانس کے سینیئر ٹیوٹرنے کالج کی طرف سے اور نیٹل کانفرنس کے ممبروں کا استقبال کیا۔ کھانے کے وقت تک شراب چلتی رہی اور یار لوگوں نے مفت کی شراب خوب خوب پی۔ میں ایک کونے میں صوفے پر بیٹھا گا جرا اور بادام کھاتا اور یہ تماشہ دیکھتا رہا۔ سو اسات بجے ڈائننگ ہال میں آکر کھانا کھایا۔ کھانے کے بعد کانفرنس

کے PLENARY SESSION میں شرکت کے لئے St. Anthony

College. گئے - ذرا دیر میں پہنچے۔ راستہ بھول گئے۔ اسی جلسے میں

نے علاقائی مطالعے کے موضوع پر تقریر کی Prof. Gibb

اور اس موضوع پر تبادلہ خیال ہوا۔ بہت سے لوگ بولے۔ جلسہ دلچسپ رہا۔ دس بجے ہم لوگ وہاں سے واپس سینٹ جانس آئے۔ سٹیشن کے کمرے میں باتیں کرتے رہے۔ ہر نام سنگھ شان نے اپنی نظمیں سنائیں۔ ان لوگوں سے رخصت ہو کر ساڑھے گیارہ بجے اپنے کمرے میں آیا اور سو گیا۔

بُدھ ۲۷، مارچ ۱۹۶۳ء

صبح پانچ بجے آنکھ کھلی۔ لیکن چپ چاپ بستر میں لیٹا رہا۔ سات بجے اٹھا

نیارہ ہوا اور بیٹر کے سامنے لکھنے کے لئے بیٹھ گیا۔ آٹھ بجے ڈاکٹر اطہر عباس رضوی کے کمرے میں گیا۔ ڈاکٹر سٹینش چندر بھی آگئے۔ ساڑھے آٹھ بجے ہم لوگ ناشتہ کرنے کے لئے سینٹ جانس کالج کے ڈائننگ ہال میں گئے۔

ناشتہ کیا۔ ناشتے کے بعد یہ طے ہوا کہ ذرا آکسفورڈ کی سڑکوں پر گھوما جائے۔

چنانچہ ہم لوگ سینٹ جانس کالج سے نکل کر St. Gile. اور St. Adew

ہوتے ہوئے دریا تے ٹمس کے پل تک گئے۔ راستے میں ایک دو کالج

بھی دیکھے۔ پونے دس بجے کانفرنس کا جلسہ تھا۔ اس لئے جلد ہی واپس آگئے۔

جلسہ Oriental Institute میں تھا۔ ہم لوگ وہاں پہنچے تو جلسہ شروع

ہو چکا تھا اور زبانوں کی تعلیم کے موضوع پر بحث ہو رہی تھی۔ لسانیات کے

ماہر بول رہے تھے۔ گیارہ بجے یہ جلسہ ختم ہوا تو ہم لوگوں نے کافی پی اور پھر

کانفرنس کے PLENARY SESSION میں شرکت کے لئے Ashmolean

Museum میں گئے۔ اجلاس Randoth Lecture Room میں

ہوا۔ اس جلسے میں اڈنبرا یونیورسٹی کے فارسی کے استاد Mr. Sutton نے

اپنے اس کام کی تفصیل بیان کی جو انہوں نے ایران میں کیا۔ اُن کے بعد

نے لسانیات کے موضوع پر ایک مقالہ پڑھا۔ ایک بجے کے Mr. Mitchele

قریب جلسہ ختم ہوا تو ہم لوگوں نے سینٹ جانس کالج جا کر کھانا کھایا۔ کھانے کے بعد میں آکسفورڈ سے رخصت ہوا۔ ٹیکسی لی۔ اسٹیشن پہنچا اور پونے تین بجے کی گاڑی سے لندن روانہ ہو گیا۔ راستے میں Dr. Pande سے باتیں ہوتی رہیں۔ یہ صاحب بنارس کے رہنے والے ہیں۔ لندن سے پی ایچ ڈی کیا ہے اور آج کل S. O. A. S. میں تاریخ کے شعبے میں لکچرار ہیں۔ چار بجے ہم لوگ لندن پینچے میں نے Paddington سے بس لی اور گھر آیا۔ فہمیدہ بچے کو لے کر باہر گئی ہوئی تھیں۔ وہ ساڑھے پانچ بجے کے قریب آئیں۔ بچہ مجھے دیکھ کر بہت خوش ہوا۔ دیر تک اس کے ساتھ کھیلتا رہا۔ رات کو کھانا کھایا لیکن کچھ پڑھ لکھ نہ سکا۔ جی نہیں لگا۔ دس بجے سو گیا۔

جمعرات ۲۸ مارچ ۱۹۶۳ء

صبح پونے پانچ بجے اٹھا۔ چائے پی اور کام کرنے لگا۔ سات بجے کے قریب بہت اچھی دھوپ نکل آئی۔ ناشتہ کیا اور پھر کام کرتا رہا۔ بارہ بجے تیار ہو کر بیوی اور بچے کے ساتھ Tottenham Court Road گیا۔ وہاں سے آکسفورڈ اسٹریٹ گئے۔ دوکانوں کو دیکھا۔ کئی اسٹورز کی سیر کی۔ کچھ چیزیں خریدیں۔ پانچ بجے واپس گھر آئے۔ چائے پی اور باتیں کرتے رہے۔ رات کو کھانا کھا کر کچھ دیر لکھا پڑھا۔ ساڑھے دس بجے سویا۔

جمعہ ۲۹ مارچ ۱۹۶۳ء

پانچ بجے صبح اٹھا۔ چائے پی کر کام کرتا رہا۔ دس بجے ناشتہ کر کے اسکول گیا۔ رسل کمرے میں موجود تھے۔ اُن کے ساتھ مل کر لائبریری کے لئے کتابوں کی فہرست بنائی۔ آج یہ کام ختم ہو گیا۔ ایک بجے ابراہم آئے۔ کچھ مشورہ کرنا چاہتے تھے۔ انہوں نے ایک تحریر دکھائی اور دریافت کیا کہ اُن کا نام کس طرح لکھا جاسکتا ہے۔ وہ رخصت ہوئے تو ہم لوگوں نے رسل اسکوائر میں جا کر کافی پی۔ اُس کے بعد میں گھر آیا۔ راستے میں خالد حسن قادری ملے۔ اُن

سے چند منٹ بائیں ہوئیں۔ چار بجے گھر پہنچا۔ پانچ بجے کے قریب بیوی اور بچے کے ساتھ Archway کی طرف گیا۔ ساڑھے سات بجے ہم لوگ واپس آئے۔ کھانا کھا کر کام کرتا رہا۔ دس بجے نیند آنے لگی۔ اس لئے سو گیا۔

ہفتہ ۳۰ مارچ ۱۹۶۳ء

صبح چھ بجے سو کر اٹھا۔ آج دن بھر گھر ہی پر رہا۔ بارش ہوتی رہی۔ شام کو ذرا دیر کے لئے بیوی اور بچے کے ساتھ باہر نکلا۔ Halloway Road پر گھومتا رہا۔ بارش ہونے لگی۔ اس لئے پانچ بجے کے قریب ہم لوگ گھر واپس آگئے۔ کافی پی اور باتیں کرتے رہے۔ کھانے کے بعد لکھنے کا کچھ کام کیا۔ ساڑھے دس بجے سویا۔

اتوار ۳۱ مارچ ۱۹۶۳ء

صبح پانچ بجے آنکھ کھلی۔ کام کرتا رہا۔ گیارہ بجے اخبار خریدنے کے لئے باہر نکلا۔ ٹفنل پارک ٹیوب اسٹیشن کی گھڑی میں ایک بج رہا تھا۔ میری گھڑی میں ساڑھے گیارہ بجے تھے۔ دوسری گھڑیوں کو دیکھا۔ اُن میں بارہ بج رہے تھے۔ کچھ سمجھ میں نہیں آیا کہ یہ قصہ کیا ہے چپ چاپ گھرا گیا۔ اپنے ایک پڑوسی سے دریافت کیا۔ اُس نے کہا بارہ بج کر بیس منٹ ہوئے ہیں۔ بیوی اور بچے کے ساتھ ہندوستانی فلم مسافر دیکھنے کے لئے بیکرا سٹریٹ گیا۔ راستے میں بس کنڈکٹر سے وقت کے بارے میں پوچھا۔ اُس نے بتایا کہ کل رات کو ایک گھنٹہ بڑھا دیا گیا ہے۔ فلم شروع ہو چکا تھا۔ ایک شخص جو سینما میں کھڑا تھا اُس نے کہا کہ ہم نے دیر میں شروع کیا ہے دس منٹ ہوئے ہیں۔ دیکھ لیجئے۔ چنانچہ ٹکٹ لے کر ہم لوگ ہال میں چلے گئے۔ فلم شروع ہو چکا تھا۔ فلم بھی بے تکا تھا۔ طبیعت پریشان ہوئی۔ چار بجے ہم لوگ گھر واپس آگئے اور بوز ہوتے رہے۔ اتوار کا دن تھا اس لئے کہیں جا بھی نہ سکے۔ ہر چیز پر ویرانی تھی۔ چند منٹ کے لئے حسان صاحب کے یہاں گئے لیکن جلد ہی واپس آگئے۔

کچھ دیر میں کام کرتا رہا۔ رات کو ڈاکٹر کریم آگئے۔ اُن کے ساتھ کھانا کھایا۔ وہ رخصت ہوئے تو پھر کام شروع کیا۔ گیارہ بجے سویا۔

پیر ۱۹۶۳ء

صبح پونے پانچ بجے اُتکھ کھلی۔ اُٹھ کر کام کرنے لگا۔ چائے پی اور ناشتہ کیا۔ آج دن بہت اچھا تھا۔ سردی کم تھی۔ دھوپ بھی بہت اچھی تھی۔ دس بجے ناشتہ کر کے اسکول گیا۔ ڈاک دیکھی۔ اُس کے بعد بنیک گیا۔ تیس پونڈ لکھوائے۔ وہاں سے سیدھا برٹش میوزیم پہنچا۔ ابھی کام کرنے بیٹھا ہی تھا کہ سعید آگئے۔ کہنے لگے میں نے ڈاکٹر گلکرسٹ کی تمام تصانیف کی فہرست بنالی ہے۔ میں اور نیٹل سیکشن سے اُٹھ کر جنرل ریڈنگ روم میں گیا۔ وہاں کیٹلاگ دیکھی۔ گلکرسٹ کی تمام تصانیف مل گئیں۔ پھر ویلز کی کچھ خطوط وغیرہ بھی مل گئے۔

Annals of the collye of the Fort William کے

مل گئے۔ کچھ دیر ان کو پڑھتا رہا۔ اب کل سے ان کے نوٹس لوں گا۔ ڈیڑھ بجے اور نیٹل ریڈنگ روم میں واپس آیا۔ چند منٹ کام کیا۔ دو بجے گھر روانہ ہوا۔ پونے تین بجے پہنچا۔ چار بجے کے قریب بیوی اور بچے کے ساتھ باہر نکلا۔ ریجنٹ پارک گیا۔ کیمڈن ٹاؤن سے بازار کی سیر کی۔ سات بجے واپس آیا۔ چند منٹ آرام کر کے کام شروع کیا۔ گیارہ بجے سویا۔

منگل ۲ اپریل ۱۹۶۳ء

چھ بجے سوکر اُٹھا۔ منہ ہاتھ دھو کر چائے پی اور کام کرتا رہا۔ بارہ بجے تیار ہو کر بیوی اور بچے کے ساتھ ٹاٹنہم کورٹ روڈ گیا انہیں آکسفورڈ اسٹریٹ پر چھوڑ کر اسکول آیا۔ ڈاک دیکھی اور پھر برٹش میوزیم چلا گیا۔ آج کلیات جبرارت کے نسخے کا کام ختم ہو گیا کلیات میر حسن پر کام کیا اور پھر جنرل ریڈنگ روم میں جا کر فورٹ ولیم کالج کے بارے میں نوٹس لئے۔ چار بجے پھر اور نیٹل سیکشن میں واپس آیا۔ کریم خاں کے سیاحت نامے پر کچھ دیر کام کیا۔ پانچ بجے بیوی اور بچے کو آکسفورڈ

اسٹریٹ سے ساتھ لیا اور رجمنٹ اسٹریٹ اور پکاڈلی سڑکس ہوتے ہوئے ہم لوگ لیسٹراسکو انٹرپینچے۔ وہاں سے ٹوب میں بیٹھ کر گھرا گئے۔ آٹھ بجے مارگریٹ اور چغتائی کے صاحب زادے آئے۔ اُن سے باتیں ہوتی رہیں۔ اُن کے جانے کے بعد کھانا کھایا اور کام کرتا رہا۔ گیارہ بجے سویا۔

بدھ ۳ اپریل ۱۹۶۳ء

صبح ساڑھے پانچ بجے اُٹھا۔ بارہ بجے تک گھر پر رہا۔ اُس کے بعد اسکول گیا۔ ڈاک دیکھی اور پھر برٹش میوزیم چلا گیا۔ ڈھائی بجے تک اور نیٹل ریڈنگ روم میں کام کیا۔ اُس کے بعد جنرل ریڈنگ روم میں گیا اور فورٹ ولیم کالج کے بارے میں ویلزلی کی تحریروں کے نوٹس لئے۔ پانچ بجے میوزیم سے باہر نکلا۔ بارش شروع ہو چکی تھی۔ بادل گھرے ہوئے تھے۔ اس لئے ٹوب میں بیٹھ کر گھرا گیا۔ چائے پی اور باتیں کرتا رہا۔ بارش رک گئی تو باہر نکلا۔ چند چیزیں خریدیں۔ ڈاکر حق آگئے۔ اُن سے باتیں کرتا رہا۔ ساڑھے نو بجے کھانا کھایا اور کام کرتا رہا۔ گیارہ بجے سویا۔

جمعرات ۴ اپریل ۱۹۶۳ء

صبح پانچ بجے آنکھ کھلی۔ چائے پی کر کام کرتا رہا۔ دس بجے ناشتہ کر کے میوزیم گیا۔ اور نیٹل ریڈنگ روم میں فلمی نسخے نکلوائے اور بارہ بجے تک کام کیا۔ اُس کے بعد جنرل ریڈنگ روم میں پہنچا، اور فورٹ ولیم کالج کے بارے میں نوٹس لئے۔ چار بجے میوزیم سے اُٹھ کر گھرا آیا۔ چائے پی اور بلفا سٹ (شمالی آئرلینڈ) جانے کے لئے سامان وغیرہ تیار کیا۔ آٹھ بجے کھانا کھا کر بیوی اور بچے کے ساتھ سامان لے کر ہوائی جہاز برٹش یورپین ایرویز B. E. A. کے دفتر جانے کے لئے سامان لے کر باہر نکلا۔ بڑی مشکل سے ٹیکسی ملی۔ بی۔ ای۔ اے کے دفتر کرا موویل روڈ پہنچا۔ ٹیکسی والے نے پندرہ شلنگ لئے۔ حالانکہ میٹر میں صرف نو شلنگ کچھ پنس ہوئے تھے۔ ٹکٹ بنوایا۔ ساڑھے دس بجے کوچ میں بیٹھ کر ہم لوگ ہوائی اڈے پہنچے۔ ساڑھے گیارہ بجے

B. E. A کا جہاز بلفاسٹ کے لئے روانہ ہوا۔ ایک گھنٹے میں بلفاسٹ پہنچ گیا۔ میرا چھوٹا بھائی ڈاکٹر نرہت ایئر پورٹ پر موجود تھا۔ اُس کی موٹر میں بیٹھ کر ہم لوگ ۳۱۔ ریون ہل ایونیو، بلفاسٹ (شمالی آئر لینڈ) آئے۔ جہاں ہمارے قیام کا انتظام تھا۔ چائے پی اور باتیں کرتے رہے۔ دو بجے سوئے۔ جمعہ ۵ اپریل ۱۹۶۳ء

رات کو دیر میں سویا تھا اس لئے صبح دیر میں آنکھ کھلی۔ گھڑی میں دیکھا تو آٹھ بجے تھے۔ اُمٹھ کر چائے بنائی۔ نئی جگہ تھی اس لئے طبیعت گھبراتی رہی۔ سردی بھی خاصی تھی۔ دس بجے میرا چھوٹا بھائی شنکن آیا۔ ناشتہ کیا اور تیار ہو کر شہر بلفاسٹ دیکھنے کے لئے باہر نکلے۔ کوئنس یونیورسٹی *Queene's University* دیکھی۔ دریا کا نظارہ کیا۔ سٹی ہال گئے اور بازار دیکھا۔ دو بجے کے قریب واپس آئے۔ کھانا کھایا اور تین بجے کے بعد پھر موٹر میں باہر نکلے۔ شہر سے باہر چند میل کے فاصلے پر ایک جگہ نیو کاسل *New Castle* ہے۔ وہاں گئے۔ سمندر کی سیر کی اور پہاڑ دیکھے۔ خوبصورت جگہ تھی۔ بارش ہونے لگی۔ ایک ریسٹوراں میں بیٹھ کر چائے پی اور رات کو جائے قیام پر واپس آئے۔ کھانا کھا کر سو گئے۔

ہفتہ ۶ اپریل ۱۹۶۳ء

صبح سات بجے سو کر اُمٹھا۔ چائے پی اور مکان میں ادھر ادھر مہلتا رہا۔ دھوپ اچھی تھی۔ لیکن ہوا سرد تھی۔ نو بجے تیار ہو کر ناشتہ کیا اور اپنے چھوٹے بھائی کی موٹر میں ہم لوگ ڈبلن روانہ ہوئے۔ راستے میں مختلف مقامات کی سیر کرتے ہوئے ایک جگہ نیوری *Newry* پہنچے۔ یہ چھوٹی ٹیسی جگہ ہے جو ایک پہاڑ پر واقع ہے۔ یہاں ایک ہسپتال ہے۔ اس ہسپتال میں کچھ پاکستانی اور ہندوستانی ڈاکٹر کام کرتے ہیں۔ یہ لوگ میرے چھوٹے بھائی کے جاننے والے ہیں۔ ان سے ملاقات ہوئی۔ ان کے ساتھ ایک پیالی چائے پی کر ڈبلن روانہ

ہوئے۔ ڈبلن یہاں سے کوئی پچاس ساٹھ میل ہے۔ چند میل چل کر سڑک پر ایک جگہ رکتا پڑا۔ یہاں شمالی آئرلینڈ کی حد ختم ہو جاتی ہے اور جنوبی آئرلینڈ کی جمہوریہ کا علاقہ شروع ہو جاتا ہے۔ یہاں کسٹم کی چوکیاں ہیں۔ لیکن یہاں کسی کو کوئی پریشانی نہیں ہوتی۔ دو تین منٹ میں کار لے جانے کے لئے ایک پرچی مل جاتی ہے اور لوگ سرحد پار کر لیتے ہیں۔ ہمیں پانچ منٹ سے زیادہ نہیں لگے اور ہم لوگوں کی کار جنوبی آئرلینڈ میں داخل ہو گئی۔ یہاں سے ڈبلن کوئی پچاس تین میل ہے۔ فضا میں کوئی خاص فرق محسوس نہیں ہوا۔ البتہ کہیں کہیں مکالوں پر چھپر نظر آنے لگے۔ یہ جنوبی آئرلینڈ کی خاص چیز ہے۔ ساڑھے چار بجے کے قریب ہم لوگ ڈبلن پہنچے۔ یہ جمہوریہ آئرلینڈ کا دارالسلطنت ہے۔ اس شہر کے درمیان سے دریا گزرتا ہے۔ آس پاس عمارتیں ہیں۔ O'Connell Street سے ہوتے ہوئے ہم لوگ پہلے ایک ہوٹل میں پہنچے۔ وہاں سامان رکھا۔ منہ ہاتھ دھوئے۔ چند منٹ آرام کیا اور شام کو سیر کے لئے باہر نکلے۔ آج ہفتہ تھا اس لئے بازار بند ہو رہے تھے لیکن سڑکوں پر خاصا ہجوم تھا۔ آئرش عورتیں اور مرد ہم لوگوں کو شوق سے دیکھتے اور آپس میں سرگوشیاں کرتے تھے۔ شاید اس وجہ سے کہ اس شہر میں ہندوستانی اور پاکستانی بہت کم ہیں۔ خاص طور پر میرے چھوٹے بچے سے عورتوں نے بڑی دلچسپی کا اظہار کیا۔ راستے میں رُک رُک کر اُس کو پیار کرتی تھیں۔ ایک اخبار والا اخبار بیچ رہا تھا۔ ہم لوگوں کو دیکھ کر زور سے بولا پاکستان پاکستان — اور مجھے یہ سن کر بہت خوشی ہوئی۔ اس لئے کہ وہ پاکستان کو جانتا ہے اور ہم لوگوں کو پاکستانی سمجھتا ہے۔ اٹھ بجے تک ہم لوگ ڈبلن کی سیر کرتے رہے۔ نو بجے ایک رستوراں میں جا کر کھانا کھایا۔ اس رستوراں میں ہندوستانی انداز کا کھانا بھی مل جاتا ہے۔ ہم لوگوں نے کھانا منگوایا لیکن سیٹھا پھیکا تھا۔ البتہ رستوراں کا ماحول اچھا تھا۔ ویٹریس بہت خلیق اور محنتی تھیں۔ ہم لوگوں کو بڑی دلچسپی سے کھانا کھلایا۔

ساڑھے دس بجے ہم لوگ ہوٹل واپس آئے اور سو گئے۔

اتوار ۷ اپریل ۱۹۶۳ء

صبح سات بجے اُمّھ کزناشتہ کیا۔ اور پھر ٹریڈنگ کالج Trinity College. اور یونیورسٹی کی عمارت دیکھنے گئے۔ پارک بھی دیکھے اور عجائب گھر کی سیر کی۔ برنارڈ شا کا مکان اور W. B. Yeats کی رہائش بھی دیکھی۔ دوپہر کے بعد ہم لوگ ڈبلن سے بلفاسٹ روانہ ہوئے اور ساڑھے پانچ بجے جائے قیام پر پہنچ گئے۔ تھک گئے تھے۔ اس لئے آرام کیا، اور ذرا جلدی سو گئے۔

پیر ۸ اپریل ۱۹۶۳ء

پانچ بجے آنکھ کھلی۔ چائے بنائی اور کمرے میں بیٹھا رہا۔ آج بہت اچھی دھوپ نکلی تھی۔ ناشتہ کر کے بیوی اور بچے کے ساتھ سٹی ہال گیا۔ یہ بلفاسٹ کی مرکزی جگہ ہے اور یہاں بہت اچھا بازار ہے۔ ہم لوگ ایک بجے تک بازار میں گھومتے رہے۔ واپس آکر کھانا کھایا اور آگ کے سامنے بیٹھے رہے۔ آج میرا چھوٹا بھائی ہسپتال سے نہیں آیا۔ اُس کی ڈیوٹی تھی۔ شام کو طبیعت گھبرانے لگی تو باہر نکلے۔ بازار تک گئے۔ ڈاکٹر شاہ مل گئے۔ اُن کے ساتھ گھر آئے اور باتیں کرتے رہے۔ رات کا کھانا کھایا اور سو گئے۔

منگل ۹ اپریل ۱۹۶۳ء

صبح چھ بجے اُمّھا۔ چائے پی کر بیٹھا رہا۔ دھوپ نکل آئی۔ ناشتہ کر کے ریون ہل ایونیو Ravenhill Avenue کے قریب بیوی اور بچے کو ساتھ لے کر پارک میں گیا اور وہاں بارہ بجے تک دھوپ میں بیٹھا رہا۔ بہت لطف آیا۔ ایک بجے واپس گھر آیا۔ میرا چھوٹا بھائی انتظار کر رہا تھا۔ ہم لوگوں نے ایک ساتھ کھانا کھایا اور پھر اُس کے موٹر میں سیر کے لئے نکلے۔ کئی خوبصورت اور پُرفضا مقامات دیکھے۔ رات کو نو بجے واپسی ہوئی۔ کھانا کھایا اور سو گئے۔

بدھ ۱۰ اپریل ۱۹۶۳ء

صبح پانچ بجے آنکھ کھلی۔ سات بجے ناشتہ کیا اور تیار ہو کر ڈنگینن
Dungannon روانہ ہوئے۔ یہ جگہ بلفاست سے بیالیس میل

ہے اور یہاں کے ہسپتال میں ڈاکٹر صلاح الدین کام کرتے ہیں۔ دن کا کھانا
اُن کے ساتھ کھایا اور پھر آئرلینڈ کے مختلف مقامات دیکھنے کے لئے
چل دیئے۔ گھومتے ہوئے سلائیگو Sligo پہنچے۔ یہ بہت مشہور جگہ

ہے۔ انگریزی کے مشہور آئرش شاعر ڈبلو۔ بی۔ ییٹس W.B. YEATS
کی شاعری نے یہیں آنکھ کھولی اور یہی فضا اُس کا موضوع ہے۔ حد نظر تک
پھیلے ہوئے اونچے اونچے سبزہ زار اور پہاڑ جو کہیں کہیں سمندر سے ہم آغوش
نظر آتے ہیں، ہم لوگوں کی دلچسپی کا باعث بنے Isle of Inisfree بھی

گئے اور وہاں کچھ وقت گزارا لیکن سردی بہت تھی اس لئے جلد ہی واپس ہوئے۔
واپسی میں اُس سڑک سے گزرے جس کے ساتھ ایک لمبی جھیل نظر آتی ہے۔
یہ بہت ہی پُر فضا منظر تھا۔ اندھیرا ہو چکا تھا اس لئے اس جھیل پر ٹھہر کر موٹر
کے اندر سے اس کا نظارہ کیا۔ دس بجے Dungannon واپس پہنچے اور کھانا
کھا کر بارہ بجے بلفاست آئے۔ تھک کر چور ہو گئے تھے۔ اس لئے کافی پی
اور سو گئے۔

جمعرات ۱۱ اپریل ۱۹۶۳ء

چھبجے اُٹھا۔ آٹھ بجے ناشتہ کر کے باہر نکلے۔ ضروری چیزیں خرید کر
واپس آئے۔ دس بجے چھوٹے بھائی کے ساتھ باہر نکلے اور بلفاست کے
آس پاس سمندری مقامات کی سیر کی۔ Carrickhings کا مقام بہت
پسند آیا۔ Whitehead بھی بہت اچھا معلوم ہوا۔ سردی بہت تھی اس
لئے باہر نکل کر گھومنے کا موقع نہیں ملا۔ پانچ بجے واپس آئے اور پھر گھر پر
ہی رہے۔ ٹیلی ویژن دیکھ کر وقت گزارا۔ دس بجے کھانا کھا کر سوئے۔

جمعہ ۱۲ اپریل ۱۹۶۳ء

سارٹھے پانچ بجے اُٹھا۔ ناشتہ کر کے باتیں کرتا رہا۔ دس بجے کے بعد صلاح الدین آگئے۔ اُن کے ساتھ چھوٹے بھائی کی موٹر میں ہم لوگ Larne. ہوتے ہوئے Gaints Cansway دیکھنے گئے۔ وہاں سے Port Rush پہنچے۔ یہ ان دونوں مقامات سے سمندر کا نظارہ بہت دلکش معلوم ہوا۔ رات گئے واپس آئے۔ کھانا کھایا اور سو گئے۔

ہفتہ ۱۳ اپریل ۱۹۶۳ء

چھ بجے سوکر اُٹھا۔ دس بجے کے بعد بیوی اور بچے کے ساتھ گھر سے باہر نکلا اور بلفا سٹ کے آس پاس کے مقامات کی سیر کی۔ آٹھ بجے واپس آئے۔

اتوار ۱۴ اپریل ۱۹۶۳ء

صبح ساڑھے پانچ بجے اُٹھا۔ بارش ہو رہی تھی۔ دن بھر اس کا سلسلہ جاری رہا۔ طبیعت پریشان رہی۔ دوپہر کو Dudoneld Hospital گئے۔ وہاں سے واپس آکر کھانا کھایا۔ شام کو Bengor. چلے گئے۔ بارش نہیں رکی۔ اس لئے سارا مزہ کرا ہو گیا۔ اسی عالم میں واپس آئے۔ رات کو پراٹھے پکائے اور کھا کر سو گئے۔

پیر ۱۵ اپریل ۱۹۶۳ء

صبح ساڑھے چھ بجے اُٹھا۔ چائے پی اور باتیں کرتا رہا۔ آج بہت اچھی دھوپ نکلی۔ دس بجے کے قریب ناشتہ کر کے بیوی اور بچے کے ساتھ کار میں باہر گیا۔ Cerick Furgus اور Whitehead. کی سیر کی۔ ان مقامات سے سمندر کا نظارہ بڑا دلکش ہوتا ہے۔ آج سمندر کچھ اُترا ہوا تھا۔ لیکن دھوپ لطف دے رہی تھی۔ تین بجے ہم لوگ وہاں سے اپنی جائے قیام پر واپس آئے۔ سامان باندھا اور شام کو بحری جہاز سے لندن جانے کی تیاری کی۔ سات بجے جہاز کے دفتر پہنچے۔ مجمع بہت تھا۔ ٹکٹ لئے اور

جہاز میں بیٹھ گئے۔ جہاز پونے نوبکے لندن کے لئے روانہ ہوا۔ آدمی پر آدمی
تھا۔ رات بھر بڑی تکلیف رہی۔

منگل ۱۶ اپریل ۱۹۶۳ء

صبح پانچ بجے کے بعد Hieysan پہنچے۔ یہ جگہ انگلستان کے ساحل
پر ہے اور یہاں سے ریل لندن کے لئے چلتی ہے۔ جہاز سے اتر کر ہم
لوگ ریل میں بیٹھے اور بارہ بجے کے قریب لندن پہنچے۔ کھانا کھایا۔ کافی پی
اور شام تک آرام کیا۔ شام کو باہر سیر کے لئے نکلے۔ نوبکے واپس آئے۔
میں کچھ دیر کام کرتا رہا۔ ساڑھے دس بجے سویا۔

بدھ ۱۷ اپریل ۱۹۶۳ء

صبح پانچ بجے اٹھا۔ چائے پی اور کام کرنے کے لئے بیٹھ گیا۔ ساڑھے
گیارہ بجے اسکول گیا۔ ڈاک دیکھی۔ آج بہت سے خط ملے۔ گوشت وغیرہ خرید
کر گھر واپس آیا۔ شام کو بیوی اور بچے کے ساتھ باہر سیر کے لئے نکلا۔ شام کو
حسان اور بیگم حسان کے ساتھ ہندوستانی فلموں کے ریکارڈ سنے۔ آج موسم
بہت اچھا رہا۔

جمعرات ۱۸ اپریل ۱۹۶۳ء

صبح پانچ بجے آنکھ کھلی۔ چائے پی کر کچھ دیر کام کیا۔ گیارہ بجے بیوی کو لے
کر یونیورسٹی کالج ہسپتال گیا۔ آج ان کا ایکس رے ہونے والا تھا۔ ہسپتال
والوں نے کہا کہ انہیں رات بھر وارڈ میں رہنا پڑے گا اور بے ہوش کر کے
ایکسرے لیا جائے گا۔ چنانچہ انہیں وہاں چھوڑا اور بچے کو لے کر گھر واپس آیا۔
طبیعت بہت پریشان رہی۔ دن میں بچہ سو گیا۔ سہ پہر کو اٹھا۔ چھ بجے کے قریب
اُس کو لے کر پھر ہسپتال گیا۔ صرف دیکھنے کی اجازت ملی۔ ملاقات نہ ہو سکی۔
بچے کے ساتھ گھر واپس آیا۔ کچھ دیر کمرے میں چپ چاپ بیٹھا رہا۔ پھر دل
بہلانے کے خیال سے ڈاکٹر حق کے یہاں گیا۔ وہاں چائے پی اور کھانا بھی

کھایا۔ نو بچے واپس آیا۔ بچے کو سلیا اور خود کام کرنے کی کوشش کی لیکن جی نہیں لگا۔ ساڑھے دس بجے بستر میں لیٹا اور سونے کی کوشش کی۔ رات بھر نیند نہیں آئی۔

جمعہ ۱۹ اپریل ۱۹۶۳ء

صبح پانچ بجے اٹھا۔ بچے کو دودھ بنا کر دیا۔ اُس کو کپڑے پہنائے۔ چائے پی اور آٹھ بجے کے بعد بیوی کو گھر لانے کے لئے ہسپتال گیا۔ ساڑھے نو بجے کے قریب اُنہیں ٹیکسی میں بٹھا کر گھر لایا۔ چائے بنائی اور ناشتہ کیا۔ فہمیدہ کو کمزوری بہت تھی اس لئے خود کھانا پکایا۔ کھانا کھا کر اسکول گیا۔ ڈاک دیکھی۔ یونیورسٹی بک شاپ میں کتابیں دیکھ کر دل بہلاتا رہا۔ مندرجہ ذیل کتابیں خریدیں :-

1. Sime on Potter: Language in the modern world
2. Raymond Williams: Culture and society
3. George Watson: The Literary Critic
4. William C. Alkinsons: A History of Spain and Portugal
5. W.E. Williams: A Book of English Eassays

تین بجے گھر واپس آیا۔ بیوی اور بچے کے ساتھ شام کو سیر کے لئے باہر نکلا۔ واپس آکر کھانا کھایا۔ کچھ دیر کام کیا اور گیارہ بجے سو گیا آج موسم دن بھر بہت اچھا رہا۔ گرمی رہی اور دھوپ نکلی رہی۔

ہفتہ ۲۰ اپریل ۱۹۶۳ء

ساڑھے پانچ بجے آنکھ کھلی۔ بارش ہوتی رہی۔ اس لئے گھر ہی پر رہا۔ شام کو طبیعت گھبرا گئی تو بیوی اور بچے کو ساتھ لے کر باہر نکلا لیکن جلد ہی واپس

آگیا۔ طبیعت الجھی رہی۔ کھانا کھایا۔ کچھ دیر کام کیا اور گیارہ بجے سو گیا۔

اتوار ۲۱ اپریل ۱۹۶۳ء

صبح پانچ بجے اُٹھا۔ چائے پی کر کام کرتا رہا۔ آج موسم اچھا تھا۔ سردی کم تھی۔ دھوپ کھلی ہوئی تھی۔ گیارہ بجے تک کام کیا۔ بارہ بجے کھانا کھا کر ہندوستانی فلم خزانچی، دیکھنے کے لئے بیکرا سٹریٹ گیا۔ پانچ بجے واپس گھر آیا۔ چائے پی اور باتیں کرتا رہا۔ چھ بجے کے قریب بیوی اور بچے کے ساتھ ہائی گیٹ کی طرف گھومنے گیا۔ سات بجے کے بعد واپس آیا اور کام کرتا رہا۔ ۹ بجے کھانا کھا کر پھر کام شروع کیا۔ ساڑھے دس بجے سویا۔

پیر ۲۳ اپریل ۱۹۶۳ء

صبح پانچ بجے اُٹھ کھلی۔ چائے پی کر کام کرتا رہا۔ گیارہ بجے کے بعد کھانا کھا کر اسکول گیا۔ اپنے کمرے میں جا کر اقبال کے بارے میں دو تین کتابیں لیں۔ اُس کے بعد اسکول میں جا کر ڈاک دیکھی۔ پھر برٹش میوزیم چلا گیا۔ مخطوطات کے نسخے نکلوائے اور کام شروع کیا۔ میرامن کی گنج خوبی اور کلیات صہبائی اور کاظم علی جوان کی شکنتلا بھی نکلوا کر دیکھیں۔ چار بجے تک وہاں کام کیا۔ اور پھر Tottenham Court Road سے ٹوب میں بیٹھ کر گھر آیا۔ ایک پیالی چائے پی اور بیوی بچے کو ساتھ لے کر کنٹش ٹاؤن Kentish Town گیا۔ گھوم پھر کر سات بجے واپس آیا۔ رات کو دس بجے تک کام کیا۔ ساڑھے دس بجے سویا۔

منگل ۲۳ اپریل ۱۹۶۳ء

صبح پانچ بجے اُٹھا۔ اُٹھ کر بی۔ بی۔ سی کے لئے اقبال اور مغرب کے موضوع پر تقریر لکھی۔ ساڑھے نو بجے اس کو ریکارڈ کرانے کے لئے لُش ہاؤس گیا۔ تقریر ریکارڈ کرائی۔ عباسی اور اظہار کاظمی سے باتیں کرتا رہا۔ ساڑھے بارہ بجے واپس گھر آیا۔ بیوی کو لے کر یونیورسٹی کالج ہاسپٹل گیا۔ آج Dr. Swyer نے اُن کو دیکھنے کے لئے وقت دیا تھا۔ تین بجے وہاں

سے چھٹکارا ہوا تو ہم لوگ آکسفورڈ اسٹریٹ گئے۔ چھ بجے تک مختلف دوکانیں دیکھیں اور پھر گھر واپس آئے۔ آج طبیعت گھبراتی رہی۔ لکھنے پڑھنے کی کوشش کی لیکن جی نہیں لگا۔ دس بجے کھانا کھایا۔ کافی پی اور گیارہ بجے کے قریب سو گیا۔

بدھ ۲۴ اپریل ۱۹۶۳ء

صبح سوپا پنج بجے آنکھ کھلی۔ چائے پی کر کام کرنے لگا۔ دس بجے ناشتہ کر کے باہر نکلا۔ بیوی اور بچے کو ڈاکٹر کے یہاں پہنچایا اور خود برٹش میوزیم چلا گیا۔ میوزیم میں ڈیڑھ بجے تک کام کیا۔ اُس کے بعد اسکول گیا۔ دو بجے شعبے کی میٹنگ میں شرکت کی۔ ساڑھے تین بجے رسل کے ساتھ چائے پی۔ اور پھر گھر واپس آ گیا۔ پانچ بجے کے قریب بیوی اور بچے کے ساتھ باہر نکلا۔ سات بجے واپس آیا اور کام کرتا رہا۔ دس بجے کھانا کھایا۔ اور پھر کام شروع کیا۔ ساڑھے گیارہ بجے سویا۔

جمعرات ۲۵ اپریل ۱۹۶۳ء

صبح پانچ بجے اُٹھا۔ نو بجے تک کام کیا۔ گیارہ بجے میوزیم پہنچا۔ ایک بجے تک وہاں کام کیا۔ آج کاظم علی جوان کے شکنتلا کا مخطوطہ بھی نکلوا کر دیکھا۔ ریلی زبان میں لکھی گئی ہے۔ اس کو چھپوانے کا خیال ہے۔ ایک بجے اسکول گیا۔ ٹامس کو میرسن کی مثنوی سحر البیان پڑھائی۔ ڈھائی بجے اسکول میں ڈاک دیکھی۔ رسل سے کچھ دیر باتیں کیں اور پھر میوزیم واپس آیا۔ ساڑھے تین بجے تک کام کیا۔ چار بجے ٹوب میں بیٹھ کر گھر روانہ ہوا۔ آج کمانڈر قاسم حسین اور اُن کی بیوی کو کھانے پر بلایا تھا۔ اُس کا کچھ انتظام کیا۔ وہ لوگ چھ بجے کے قریب آگئے۔ آٹھ بجے اُن کے ساتھ کھانا کھایا۔ دیر تک باتیں ہوتی رہیں۔ وہ لوگ دس بجے رخصت ہوئے۔ اُن کے جانے کے بعد کچھ دیر پڑھنے کی کوشش کی لیکن تھک گیا تھا۔ اس لئے ساڑھے دس بجے کے قریب بستر میں لیٹ گیا۔ جلد

ہی نیندا گئی۔

جمعہ ۲۶ اپریل ۱۹۶۳ء

صبح ساڑھے پانچ بجے آنکھ کھلی۔ چائے پی کر کچھ دیر کام کیا۔ گیارہ بجے ناشتہ کر کے اسکول پہنچا۔ بارہ بجے ٹامس کو پڑھانا تھا لیکن آج وہ نہیں آئے۔ ساڑھے بارہ بجے دفتر میں جا کر ڈاک دیکھی۔ شکور صاحب کا خط ملا۔ اس کو پڑھ رہا تھا کہ سعید آگئے۔ اُن سے باتیں کرتا ہوا کمرے میں آیا۔ وہاں سے ہم لوگ ساتھ ساتھ میوزیم گئے۔ میوزیم میں میں نے چار بجے تک کام کیا۔ آج کاظم علی جوان کی شکنتلا، مخطوطہ پڑھا اور ختم کر دیا۔ میر حسن اور کریم خاں کی ڈائری پر بھی کام کیا۔ پانچ بجے سے قبل گھر پہنچا۔ چائے پی کر بیوی اور بچے کے ساتھ باہر نکلا۔ Seven Sisters Road. اور Halloway. کا بازار دیکھا۔ آج بچے نے گاڑی پکڑ کر باقاعدہ چلنا شروع کیا۔ ساڑھے سات بجے گھر واپس آیا۔

ہفتہ ۲۷ اپریل ۱۹۶۳ء

صبح چھ بجے کے بعد اُٹھا۔ چائے پی اور کام شروع کیا۔ ۹ بجے کے قریب چغتائی آگئے۔ انہیں چیک دیا۔ دس بجے تیار ہو کر ناشتہ کیا اور سیدھا برٹش میوزیم گیا۔ آج کاظم علی جوان کے شکنتلا پر کام شروع کر دیا۔ چھپے ہوئے نسخے کا مخطوطے سے مقابلہ کیا۔ کچھ حصے نقل بھی کئے۔ کوئی اور کام نہ کر سکا۔ اسی کام میں ایک بج گیا۔ اور ایک بجے سے قبل میوزیم کا اورنٹیل سکشن بند ہو جاتا ہے۔ ایک بجے وہاں سے اُٹھا اور گھر واپس آیا۔ کھانا کھا کر بیوی اور بچے کے ساتھ باہر نکلا۔ آج زبجٹ پارک جانے کا خیال تھا۔

چنانچہ ہم لوگ Kentish Town. ہوئے، ہوئے Camden Town

پہنچے۔ راستے میں دوکانیں بھی دیکھیں۔ اس میں ساڑھے چار بج گئے۔ اس لئے زبجٹ پارک جانے کا ارادہ ملتوی کر دیا، اور کیڈن ٹاؤن سے ٹیوب

میں بیٹھ کر گھر واپس آگئے۔ چھ بچے حسان صاحب اور بیگم حسان کے یہاں گئے۔ اُن کی بہن اور بہنوئی سے ملاقات ہوئی۔ یہ دونوں ڈاکٹر ہیں اور آج کل Leeds سے یہاں آئے ہوئے ہیں۔ اُن لوگوں سے دیر تک انگلستان کے کلچر اور خصوصاً انگریزی کھاؤں پر باتیں ہوتی رہیں۔ رات کا کھانا بھی ہم لوگوں نے وہیں کھایا۔ ساڑھے نو بجے واپس آئے۔ میں نے گھر آکر کام کرنے کی کوشش کی لیکن تھک گیا تھا۔ اس لئے ساڑھے دس بجے کے قریب سو گیا۔

اتوار ۲۸ اپریل ۱۹۶۳ء

صبح ساڑھے چار بجے آنکھ کھل گئی لیکن بستر میں لیٹا رہا۔ چھ بجے اُٹھ کر چائے پی اور لکھنے کے لئے بیٹھ گیا۔ دوپہر بیوی اور بچے کے ساتھ ہندوستانی فلم دیکھنے کے لئے Notting Hill Gate گیا۔ فلم اچھی نہیں تھی۔ طبیعت بدمزہ ہوئی۔ پانچ بجے گھر واپس آیا۔ چائے پی اور باتیں کرتا رہا۔ پھر کچھ لکھنا پڑھنا شروع کیا۔ نو بجے کھانا کھایا۔ ساڑھے گیارہ بجے سویا۔ آج دن بھر دھوپ نکل رہی اور موسم گرم رہا۔

پیر ۲۹ اپریل ۱۹۶۳ء

پانچ بجے اُٹھا اور کام کرتا رہا۔ دس بجے ناشتہ کر کے اسکول گیا۔ ڈاک دیکھی۔ پھر بینک گیا۔ پندرہ پونڈ لکوائے۔ اور پھر ریٹس میوزیم چلا گیا۔ میر حسن کے کلیات اور کاظم علی جوان کے نکلندہ پر کام کیا۔ چار بجے وہاں سے اُٹھا ڈرمنڈ اسٹریٹ سے گوشت خریدا اور گھر واپس آیا۔ شام کو حسان اور بیگم حسان کے یہاں دعوت تھی۔ اُن کے چھوٹے بھائی فصیح کی شادی کے سلسلے میں وہاں گئی جاننے والے ملے۔ ایک پرانے شاگرد اکرام ملے۔ میں انہیں نہ پہچان سکا۔ انہوں نے پہچان لیا۔ اُن سے دلی اور مرحوم اینگلو عربک کالج کی باتیں ہوتی رہیں۔ گیارہ بجے وہاں سے واپس آیا۔ ساڑھے گیارہ بجے

قریب سویا۔

منگل ۳۰ اپریل ۱۹۶۳ء

صبح پانچ بجے آنکھ کھلی۔ لکھنا پڑھنا رہا۔ دس بجے ناشتہ کر کے اسکول گیا۔ ڈاک دیکھی۔ اور پھر میوزیم چلا گیا۔ وہاں سے تین بجے تک کام کرتا رہا۔ آج صرف کاظم علی جوان کی شکنتلا کے علاوہ کوئی اور نسخہ نہ دیکھ سکا۔ تین بجے وہاں سے اٹھا۔ پاٹھک کے یہاں سے کچھ مٹھائی خریدی اور گھر آ گیا۔ آج بچے کی سالگرہ تھی۔ پانچ بجے پارٹی ہوئی۔ بہت سے لوگ آئے۔ سات بجے تک رونق رہی۔ آٹھ بجے کچھ لکھنا پڑھنا شروع کیا۔ دس بجے کھانا کھایا اور کام کرتا رہا۔ ساڑھے گیارہ بجے سویا۔ آج دن بھر دھوپ رہی اور گرمی کا احساس ہوا۔

بدھ یکم مئی ۱۹۶۳ء

صبح پانچ بجے اٹھا۔ بارش ہو رہی تھی اور اندھیرا چھایا ہوا تھا۔ کام کرتا رہا۔ دس بجے ناشتہ کر کے اسکول گیا۔ گیارہ بجے ٹامس کو پڑھانا تھا لیکن وہ پرچہ لکھ کر رکھ گئے تھے کہ آج انہیں کنسرٹ Concert کے لئے کیو Queu میں کھڑا ہوتا ہے۔ اس لئے ذرا دیر میں آئیں گے۔ ساڑھے گیارہ تک اُن کا انتظار کیا۔ پھر اسکول کے دفتر میں جا کر ڈاک دیکھی۔ سعید مل گئے۔ خطا پڑھتا ہوا اور اُن سے باتیں کرتا ہوا کمرے میں واپس آیا۔ کچھ دیر بیٹھا۔ عارف نقوی ملنے آگئے۔ اُن سے چند منٹ باتیں کیں۔ رسل بھی آگئے۔ اُن سے کچھ ضروری باتیں کرتا رہا۔ ساڑھے بارہ بجے میوزیم گیا اور وہاں چار بجے تک کام کیا۔ بارش ہوتی رہی۔ اسی بارش میں گھر آیا۔ چائے پی کر بیوی اور بچے کے ساتھ باہر نکلا۔ بازار سے کچھ چیزیں خریدیں۔ اور گھر واپس آ گیا۔ کام کرتا رہا۔ آج تھکن بہت ہوئی۔ کچھ خطوط لکھے اور تھوڑی دیر پڑھتا رہا۔ ساڑھے دس بجے سویا۔

جمعرات ۲ مئی ۱۹۶۳ء

ساڑھے چار بجے آنکھ کھلی۔ چائے پی کر کام کرتا رہا۔ گیارہ بجے بیوی اور بچے کو ساتھ لے کر باہر نکلا۔ انہیں آکسفورڈ اسٹریٹ پر چھوڑا اور خود اسکول گیا۔ ڈاک دیکھی۔ ساڑھے بارہ بجے کمرے میں پہنچا۔ شمسہ کلثوم ملنے کے لئے آئیں۔ کراچی یونیورسٹی کی ام۔ اے ہیں۔ یہاں پی۔ ایچ۔ ڈی کرنا چاہتی ہیں۔ ان سے باتیں ہوتی رہیں۔ ایک بجے ٹامس آگئے۔ انہیں تین بجے تک میر حسن کی مثنوی سحرالبیان پڑھائی۔ اُس کے بعد اٹھ کر برٹش میوزیم گیا۔ کاظم علی جوان کی کہانی شکنتلا پر کام کرتا رہا۔ مخطوطے سے مقابلہ کیا۔ پانچ بجے وہاں سے رخصت ہوا۔ آکسفورڈ اسٹریٹ سے بیوی اور بچے کو لیا۔ ایک ریسٹوراں میں چائے پی۔ ساڑھے سات بجے ان کو لے کر گھر آیا۔ تھک گیا تھا۔ چائے پی۔ کچھ دیر آرام کیا۔ کھانا کھا کر کام کرتا رہا۔ گیارہ بجے سویا۔

جمعہ ۳ مئی ۱۹۶۳ء

صبح چھ بجے اٹھا۔ چائے بنائی۔ ایک پیالی پی کر میر حسن کی غزلیں دیکھتا رہا۔ چھپے ہوئے نسخے سے مقابلہ کیا۔ اور غیر مطبوعہ غزلیں نکالیں۔ دس بجے ناشتہ کر کے اسکول پہنچا۔ گیارہ بجے مارگریٹ آگئی۔ دس منٹ بعد رسل آئے۔ مارگریٹ اُردو پڑھنا چاہتی ہے۔ میں نے اس کو رسل کے سپرد کیا ہے۔ رسل سے اُس کا تعارف کرایا۔ باتیں ہوتی رہیں۔ ساڑھے گیارہ بجے چارلس ٹامس آئے۔ انہیں مثنوی سحرالبیان پڑھائی۔ بارہ بجے کے بعد گولڈنگ اور کلارک آگئے۔ انہیں پڑھایا۔ ایک بجے سینئر کمان روم میں گیا۔ کافی پی اور رسالے دیکھتا رہا۔ ڈیڑھ بجے نیچے ریڈنگ روم میں جا کر انڈیا آفس کی کتابوں کی فہرست دیکھی۔ دو بجے کمرے میں گیا۔ رسل کے ساتھ کچھ دیر باتیں ہوئیں۔ پھر ہم لوگوں نے بیٹھ کر لائبریری کی کتابوں کی فہرست بنائی۔ چار بجے سینئر کمان روم میں چائے پی۔ اور پھر رسل سے رخصت ہو کر گھر آگیا۔ بیوی اور بچے کے ساتھ باہر جا کر کچھ

چیزیں خریدیں۔ بازار سے واپس آکر چائے پی۔ اور پھر کام کرتا رہا۔

ہفتہ ۴ مئی ۱۹۶۳ء

صبح چھ بجے آنکھ کھلی۔ آج عیدالضحیٰ کا دن تھا۔ نہایاد دھویا۔ کپڑے بدلے۔ ڈاکٹر حق اور ڈاکٹر و و ہرا آگئے۔ اُن کے لئے سوئیاں پکائیں۔ جلوہ بنایا۔ کھا کر ہم لوگ ریجنٹ پارک نماز پڑھنے کے لئے گئے۔ موسم اچھا تھا۔ دھوپ نکلی ہوئی تھی۔ سردی بھی زیادہ نہیں تھی۔ ساڑھے گیارہ بجے وہاں پہنچا۔ نماز پڑھی۔ دنیا کے تمام ملکوں کے لوگ نماز میں موجود تھے۔ بارہ بجے کے بعد ہم لوگ وہاں سے گھر واپس آئے۔ ایک بجے بیوی اور بچے کے ساتھ کمانڈر قاسم حسین سے یہاں Roe Green روانہ ہوا۔ آج انہوں نے کھانے پر بلایا تھا۔ دو بجے کے قریب اُن کے یہاں پہنچے۔ وہ انتظار کر رہے تھے۔ اُن کے یہاں راجہ محمود آباد کے صاحبزادے عسکری صاحب اور اُن کی بیگم بھی تھیں۔ ہم لوگوں نے کھانا کھایا۔ اور شام تک باتیں کرتے رہے۔ پانچ بجے کے بعد اُن کے مکان کے قریب ایک مکان بھی دیکھا۔ چھ بجے واپسی ہوئی۔ رات کو حسان اور بیگم حسان آگئے۔ اُن سے گیارہ بجے تک باتیں ہوتی رہیں۔ میں تھک گیا تھا۔ اس لئے کچھ کام نہ کر سکا اور سو گیا۔

اتوار ۵ مئی ۱۹۶۳ء

صبح چھ بجے کے بعد سوکر اُٹھا۔ چائے پی کر کام کرتا رہا۔ بارہ بجے کھانا کھا کر کچھ دیر کے لئے حسان اور بیگم حسان کے لئے یہاں گیا۔ اُن کی بہن اور بہنوئی آج واپس جانے والے تھے۔ یہ دونوں ڈاکٹر ہیں اور LEEDS میں کام کرتے ہیں۔ انہیں رخصت کیا گھر واپس آیا۔ اس کے بعد بیوی اور بچے کے ساتھ ریجنٹ پارک گیا۔ ریجنٹ پارک میں آج کل بہار آئی ہوئی ہے۔ ہر طرف سبزہ ہی سبزہ نظر آتا ہے۔ رنگ برنگ کے پھول اپنی بہار دکھاتے ہیں۔ درخت بھی پھولوں اور پتیوں کے لدے ہوئے ہیں۔ آج موسم اچھا

تھا۔ دھوپ بہت پُر لطف تھی۔ دیر تک ہم لوگ بیچ پر بیٹھے رہے۔ تصویریں بھی کھینچیں۔ پارک میں آج بے شمار لوگ تھے۔ طبیعت خوش ہوئی۔ ساڑھے چار بجے Warren Street. آئے۔ اور وہاں سے ٹوب میں بیٹھ کر گھر روانہ ہوئے۔ آکر چائے پی۔ ساڑھے چھ بجے کے قریب میں تنہا سیر کے لئے نکلا۔ Parliament Hill fields. گیا۔ پہاڑیوں کی بہار دیکھی۔ خوبصورت منظر تھا۔ طبیعت بشاش ہوئی۔ آٹھ بجے Kentish Town. ہوتا ہوا واپس آیا۔ کھانا کھایا۔ کچھ دیر کام کیا۔ گیارہ بجے سویا۔

پیر ۶ مئی ۱۹۶۳ء

صبح چھ بجے اٹھا۔ کھڑکیوں کے باہر تیز دھوپ نکلی ہوئی تھی۔ چائے پی کر کام کرنے لگا۔ دس بجے کے بعد ناشتہ کر کے اسکول گیا۔ ڈاک دیکھی اور پھر برٹش میوزیم چلا گیا۔ آج کاظم علی جوان کی شکنتلا کی تصحیح کا کام ختم کر دیا۔ نواب کریم خان کی ڈائری سیاحت نامہ کا کام بھی کچھ آگے بڑھا۔ چار بجے وہاں سے اٹھ کر ڈرومنڈ اسٹریٹ آیا۔ گوشت خریدا اور گھر آگیا چائے پی کر بیوی اور بچے کے ساتھ باہر نکلا اور Parliament Hill fields. گیا۔ دیر تک وہاں کی سیر کی۔ آج کل ان پہاڑیوں کا منظر بہت ہی دلکش ہے۔ ہر طرف سبزہ ہی سبزہ نظر آتا ہے۔ بہت لطف رہا۔ آٹھ بجے Kentish Town. ہوتے ہوئے گھر واپس آئے۔ نو بجے کھانا کھایا۔ کچھ دیر کام کیا۔ گیارہ بجے سویا۔

منگل ۷ مئی ۱۹۶۳ء

ساڑھے پانچ بجے صبح آنکھ کھلی۔ کام کرنے کے لئے بیٹھ گیا۔ تھوڑی دیر میں تیز دھوپ نکل آئی۔ ساڑھے دس بجے ناشتہ کر کے اسکول گیا۔ گولڈنگ اور کلارک آگئے۔ ان کو ایک بجے تک بڑھایا۔ آج ٹامس نہیں آئے۔ اسکول میں جا کر ڈاک دیکھی اور پھر برٹش میوزیم چلا گیا۔ آج کاظم علی جوان کی کہانی شکنتلا کے مختلف نسخوں کا مقابلہ شروع کیا۔ بارہ ماہ سے بھی لکھوایا۔ کریم خاں کی ڈائری

پر بھی کچھ کام کیا۔ ساڑھے تین بجے وہاں سے اُٹھا اور اسکول آیا۔ سامان کمرے میں رکھا اور سینیئر کمان روم میں گیا۔ ریاض الاسلام اور ڈاکٹر ستیش چند مل گئے۔ اُن کو ساتھ لے کر سینٹ ہال میں گیا۔ آج اسکول کا فاؤنڈیشن ڈے تھا۔ چار بجے چائے ہوئی۔ پانچ بجے Beveridge Hall میں جلسہ شروع ہوا۔ پروفیسر گب نے Areashades Reconsidered کے موضوع پر اپنا ایڈریس پڑھا۔ اسکول کے اساتذہ، طالب علم اور مہمان ہال میں موجود تھے۔ پروفیسر گب کی تقریر کے بعد اسکول کے ڈائریکٹر پروفیسر فلیس نے مختصر سی تقریر میں اُن کا شکریہ ادا کیا۔ چھ بجے جلسہ ختم ہوا۔ وہاں سے اُٹھ کر گھر آیا۔ چائے پی اور بیوی اور بچے کے ساتھ باہر سیر کے لئے نکلا۔ ساڑھے آٹھ بجے واپسی ہوئی۔ کھانا کھایا۔ کچھ دیر کام کیا۔ ساڑھے گیارہ بجے سویا۔

بدھ ۸ مئی ۱۹۶۳ء

ساڑھے چار بجے آنکھ کھل گئی۔ لیکن لیٹا رہا اور سو گیا۔ پھر سات بجے اُٹھا۔ چائے پی کر کام کرتا رہا۔ دس بجے ناشتے کے بعد اسکول گیا۔ گیارہ بجے کلاس تھا لیکن آج ٹامس نہیں آئے۔ اس لئے کمرے سے باہر نکلا اسکول کی عمارت میں جا کر ڈاک دیکھی۔ بینک سے دس پونڈ نکلوائے اور پھر میوزیم چلا گیا۔ میوزیم میں کاظم علی جوان کی شکنتلا اور نواب کریم خاں کی ڈائری پر کام کیا۔ پونے چار بجے اُٹھا۔ بیوی اور بچے کو آج میں نے میوزیم ہی بلایا تھا۔ اس خیال سے کہ یہیں سے اُن کو ساتھ لے کر یوم اقبال کے جلسے میں چلا جاؤں گا۔ وہ لوگ میوزیم سے باہر میرا انتظار کر رہے تھے۔ سعید بھی آگئے۔ ہم لوگ پہلے بس میں بیٹھ کر ڈرومنڈ اسٹریٹ آئے۔ وہاں سے گوشت خریدا۔ پھر بس میں بیٹھ کر Baker Street گئے۔ وہاں سے بارک روڈ پر Islmaic Culture Centre پہنچے۔ یہیں یوم اقبال کا جلسہ تھا۔ فیض صاحب مل گئے۔

انہوں نے یہ خبر سُنائی کہ شوکت تھالوی کالاہور میں انتقال ہو گیا۔ انا لڈووان ایہہ راجعون۔ بہت افسوس ہوا۔ لندن آنے سے قبل پنڈی میں اُن سے ملاقات ہوئی تھی۔ چلتے وقت انہوں نے کہا تھا۔ "خدا جانے اب ملاقات ہو یا نہ ہو"۔ اُن کے انتقال کی خبر سن کر اُس آخری ملاقات کا منظر میری آنکھوں کے سامنے آ گیا۔ طبیعت پریشان رہی۔ پانچ بجے یوم اقبال کا جلسہ شروع ہوا۔ ایرانی سفیر نے صدارت کی۔

Prof. Rushbrook Williams

نے تقریر کی۔ اقبال کی کچھ غزلیں پڑھ کر سُنائی گئیں۔ آخر میں فیض صاحب نے تقریر کی۔ یہ تقریر اقبال کی انسانیت اور انسان دوستی پر تھی۔ فیض صاحب نے بہت اچھا تجزیہ کیا۔ حاضرین اس تقریر سے بہت متاثر ہوئے۔ جلسہ ختم ہوا تو ہم لوگ سنٹر سے نکلے۔ بس لینے کی کوشش کی لیکن دیر تک انتظار کرنے کے بعد نہیں آئی۔ اس لئے یٹوب میں بیٹھ کر گھر آئے۔ بیگم حسان آگئیں۔ اُن سے باتیں ہوتی رہیں۔ کھانا کھایا۔ کچھ دیر کام کیا۔ اور پھر سو گیا۔

جمعرات ۹ مئی ۱۹۶۳ء

صبح چھ بجے سو کر اُٹھا۔ ناشتہ کیا۔ فہمیدہ موٹر ڈرائیونگ سیکھنے کے لئے گئیں۔ میں کام کرنا اور بچے کی دیکھ بھال کرتا رہا۔ ساڑھے دس بجے واپس آئیں۔ گیارہ بجے کے بعد کھانا کھا کر اسکول گیا۔ ڈاک دیکھی۔ کمرے میں آیا۔ چارلس ٹامس آگئے۔ ڈھائی بجے تک اُنہیں پڑھایا۔ پھر اسکول کی عمارت میں گیا۔ وہاں سے نکل کر میوزیم جا رہا تھا کہ پروفیسر عزیز احمد مل گئے دو روز ہوئے کینیڈا سے لندن پہنچے ہیں۔ کچھ کام کر رہے ہیں۔ اس سلسلے میں لندن آئے آئے ہیں۔ بڑے تپاک سے ملے۔ میوزیم میں جا کر ہم لوگوں نے چائے پی اور وہیں باتیں کرتے رہے۔ اُن کے ساتھ ساتھ میں اور نٹیل ریڈنگ روم میں آیا۔ اپنی کتابیں نکلوائیں اور کام شروع کیا۔ کاظم علی جوان کی شکنتلا کے مختلف نسخوں کا مقابلہ کیا اور حواشی لکھے۔ نواب کریم خاں کی ڈائری پر بھی تھوڑی دیر

کام کیا۔ پونے پانچ بجے وہاں سے اُٹھا۔ لیسٹر اسکوائر آیا۔ اور ٹوب میں بیٹھ کر گھر آگیا۔ چائے پی کر بیوی اور بچے کے ساتھ باہر سیر کے لئے نکلا۔ Archway اور Halloway Road کی سیر کی۔ ساڑھے آٹھ بجے گھر واپس آیا۔ نجم آگئے۔ انہوں نے کہا کمرے میں چل کر ریکارڈ سنے۔ چنانچہ بیوی اور بچے کے ساتھ وہاں چلا گیا۔ دیر تک ہندوستانی گانوں کے ریکارڈ سنے۔ پونے گیارہ بجے واپس آکر کھانا کھایا کچھ دیر کام کیا اور پھر سو گیا۔

جمعہ ۱۰ مئی ۱۹۶۳ء

صبح پانچ بجے آنکھ کھلی۔ کام کرتا رہا۔ آٹھ بجے ناشتہ کیا۔ پونے گیارہ بجے اسکول گیا۔ چارلس ٹامس موجود تھے۔ انہیں ایک بجے تک امر او جان ادا پڑھائی اور لکھنؤ کی معاشرت پر باتیں کیں۔ ایک بجے اسکول میں جا کر ڈاک دیکھی۔ پھر برٹش میوزیم پہنچا اور کام شروع کیا۔ آج کاظم علی جوان کی کہانی شکنتلا پر کام ختم کر دیا۔ مختلف نسخوں نے جو مقابلہ کر رہا تھا۔ آج اس کی تکمیل ہوئی۔ سب نسخے واپس کئے۔ نواب کریم خاں کی ڈائری پر بھی کام کیا۔ چار بجے کام ختم کر کے گھر واپس آیا۔ چائے پی اور بیٹھا رہا۔ ساڑھے چھ بجے کے قریب بیوی اور بچے کے ساتھ گھومنے کے لئے باہر نکلا۔ ایک گھنٹے کے بعد واپس آیا۔ کھانا کھایا اور ڈاکٹر حق سے ملنے چلا گیا۔ ساڑھے نو بجے تک ان سے باتیں ہوتی رہیں۔ واپس آکر کام کرتا رہا۔ ساڑھے گیارہ بجے سویا۔

ہفتہ ۱۱ مئی ۱۹۶۳ء

صبح پانچ بجے اُٹھا۔ چائے پی کر کچھ دیر کام کیا۔ نو بجے تیار ہو کر B.O. کے ٹرمنل وکٹوریا گیا۔ آج مولانا سعید احمد اکبر آبادی مانٹرل (کینڈا) سے لندن آنے والے تھے۔ انہوں نے مجھے لکھا تھا کہ ان کا جہاز نو بجے لندن پہنچے گا اور وہ دس بجے تک وکٹوریا ٹرمنل پہنچ جائیں گے۔ وہاں جا کر معلوم ہوا کہ جہاز کی خبر نہیں۔ غالباً نو بجے رات کو آئے گا۔ چنانچہ گھر واپس

آیا۔ دن کو کھانا کھا کر ذرا دیر لیٹ گیا۔ نیندا آگئی۔ چار بجے اٹھا۔ کچھ دیر چپ چاپ بیٹھا رہا۔ پھر چائے پی۔ B.O.A.C کو فون کر کے معلوم کیا کہ جہاز کس وقت پہنچ رہا ہے۔ معلوم ہوا کہ آٹھ بجے جہاز پہنچے گا اور نو بجے تک مسافر ٹرمنل پہنچ جائیں گے۔ چھ بجے بیوی اور بچے کے ساتھ باہر نکلا۔ لیسٹراسکوائر گیا۔ پھر Trafalgar Square کی سیر کی۔ Whitehead کے آس پاس کی عمارتیں بھی دیکھیں۔ آٹھ بجے بس میں بیٹھ کر ہم لوگ Victoria پہنچے۔ ۹ بجے ہوائی اڈے سے کوچ آئی۔ مولانا سعید احمد سے ملاقات ہوئی۔ باتیں ہوتی رہیں ان کا ارادہ میرے ساتھ ٹھہرنے کا تھا لیکن ان کے دو عزیز بھی آگئے تھے۔ انہوں نے ضد کی۔ اس لئے وہ ان کے ساتھ چلے گئے۔ اب ان سے کل یا پرسوں مفصل ملاقات ہوئی۔ دس بجے کے قریب ہم لوگ وکٹوریہ سے گھر واپس پہنچے۔ کھانا کھا کر کچھ دیر کام کیا۔ بارہ بجے سویا۔

الوار ۱۲ مئی ۱۹۶۳ء

صبح چار بجے آنکھ کھل گئی۔ لیکن پھر سو گیا اور پھر جو اٹھ کر دیکھا تو نو بجے تھے۔ ناشتہ کیا اور کام کرنے لگا، بارہ بجے تیار ہو کر بیوی بچے کے ساتھ ہندوستانی فلم، غالب دیکھنے گیا۔ نہایت مہمل فلم تھی۔ غالب کی شخصیت کو عجیب و غریب رنگ دیا گیا تھا۔ دیکھ کر طبیعت بدمزہ ہوئی۔ حسان اور بیگم حسان مل گئے۔ ان کی کار میں گھر آئے۔ چھ بجے مولانا سعید احمد ابراہادی آگئے۔ ان سے دیر تک باتیں ہوتی رہیں۔ انہوں نے رات کا کھانا بھی میرے ساتھ کھایا۔ ان کے ایک عزیز محسن شمسی بھی ان کے ساتھ تھے۔ ڈاکٹر حق بھی آگئے۔ ان سے بھی باتیں ہوتی رہیں۔ یہ لوگ دس بجے کے قریب رخصت ہوئے۔ میں تھک کر چور ہو گیا تھا۔ اس لئے کام نہ کر سکا اور گیا رہ بجے سے قبل ہی سو گیا۔

پیر ۱۳ مئی ۱۹۶۳ء

صبح ساڑھے پانچ بجے سوکرا اٹھا۔ چائے پی کر کام کرتا رہا۔ گیارہ بجے اسکول پہنچا۔ ڈاک دیکھی۔ مولانا سعید احمد اکبر آبادی نے اسکول میں آنے کا وعدہ کیا تھا۔ وہ آگئے۔ انہیں لے کر اپنے کمرے میں گیا۔ رسل سے ملاقات کرائی۔ پھر انہیں ساتھ لے کر میوزیم گیا۔ اور کام شروع کر دیا۔ مولانا بھی کام کرتے رہے۔ ساڑھے تین بجے وہاں سے ہم لوگ اسکول واپس آئے۔ راستے میں بارش شروع ہو گئی۔ بڑی مشکل سے پینچے۔ سینئر کمان روم میں جا کر چائے پی۔ اور باتیں کرتا رہا۔ رسل بھی آگئے۔ چار بجے کے بعد گھر جانے کا ارادہ تھا لیکن معلوم ہوا کہ آج پانچ بجے ڈائریکٹر کی میٹنگ ہے۔ اس لئے رُک گیا۔ پانچ بجے میٹنگ شروع ہوئی۔ سوا چھ بجے تک اسکول کے معاملات پر تبادلہ خیال ہوتا رہا۔ میٹنگ کے بعد بس میں بیٹھ کر گھر آیا۔ چائے پی اور گھر والوں کے ساتھ باہر نکلا۔ بارش کے آثار تھے۔ اس لئے جلد ہی واپس آگیا۔ کام کرتا رہا۔ ۹ بجے کھانا کھایا۔ گیارہ بجے سویا۔

منگل ۱۴ مئی ۱۹۶۳ء

پانچ بجے آنکھ کھلی۔ دس بجے تک کام کیا۔ پھر ناشتہ کر کے اسکول گیا۔ مولانا سعید احمد اکبر آبادی سے ملاقات ہوئی۔ عزیز احمد بھی آگئے۔ اُن دونوں کو سینئر کمان روم میں بٹھایا اور خود کمرے میں گیا۔ گیارہ بجے کلاس تھا۔ چارلس ٹامس موجود تھے۔ انہیں ایک بجے تک پڑھایا۔ مولانا سعید احمد، اور رسل کو ساتھ لے کر Senior Refectory میں کھانا کھانے گیا۔ پھر کافی پی۔ باتیں ہوتی رہیں۔ دو بجے B. B. C. جانے کے لئے اُن لوگوں سے رخصت ہوا۔ آج وہاں شوکت تھانوی مرحوم کی یاد میں پروگرام تھا۔ اس کے لئے مختصر سی تقریر اُن لوگوں نے مجھ سے بھی لکھوائی تھی۔ ڈھائی بجے وہاں پہنچا۔ فیض بھی آگئے۔ ساڑھے تین بجے پروگرام ہوا۔ میں نے اور فیض نے تقریریں

کیس۔ شوکت تھانوی کے ریکارڈ بھی سُنائے گئے۔ عجیب کیفیت طاری ہوئی۔
 پروگرام کے بعد ایک ایک پیالی چائے پی کر ہم لوگ رخصت ہوئے۔ بارش
 ہو رہی تھی۔ بس میں بیٹھ کر گھر پہنچا۔ باتیں کرتا رہا۔ کچھ دیر کے لئے باہر بھی
 نکلا۔ لیکن جلد ہی واپس آگیا۔ بارش کے آثار تھے۔ دس بجے تک کام کیا۔
 پھر کھانا کھایا۔ کافی پی پونے بارہ بجے سویا۔

بدھ ۱۵ مئی ۱۹۶۳ء

صبح ساڑھے پانچ بجے اُٹھا۔ کام کرتا رہا۔ دس بجے ناشتہ کر کے اسکول
 گیا۔ گیارہ بجے ٹامس آگئے۔ اُنہیں ایک بجے تک میر حسن کی مثنوی سحرالبیان
 پڑھائی۔ ایک بجے مولانا سعید احمد ابراہادی آگئے۔ اُن کے ساتھ ایک صاحب
 اسلم بھی تھے۔ آج کل کیمبرج میں ہیں اور عربی کی کسی کتاب پر کام کر رہے ہیں۔
 اُن سے باتیں ہوتی رہیں۔ وہ رخصت ہوئے تو میں سینٹر کمان روم میں گیا۔
 کافی پی اور رسل کا انتظار کرتا رہا۔ دو بجے رسل آئے۔ اُن کے ساتھ اپنے
 کمرے میں آیا۔ انہوں نے چار بجے تک میرے ساتھ آب حیات کے کچھ چھتے
 پڑھے۔ چار بجے ڈرومنڈ اسٹریٹ ہوتا ہوا گھر آیا۔ چائے پی اور گھر والوں
 کے ساتھ کچھ دیر کے لئے باہر نکلا۔ آٹھ بجے واپس آیا۔ کھانا کھایا اور کام
 کرتا رہا۔ گیارہ بجے سویا۔

جمعرات ۱۶ مئی ۱۹۶۳ء

صبح پانچ بجے اُٹھا۔ چائے پی کر کام کرتا رہا۔ دس بجے تیار ہو کر برٹش
 میوزیم گیا اور وہاں ساڑھے بارہ بجے تک کام کیا۔ آج حکایت لطیف کا کام
 ختم کر لیا۔ ابھی تک یہ معلوم نہ ہو سکا کہ یہ فورٹ ولیم کالج کے کس مصنف
 کی لکھی ہوئی ہیں۔ تلاش جاری ہے۔ ایک بجے میوزیم سے اُٹھا اور اسکول آیا۔
 ڈاک دیکھی اور کمرے میں گیا۔ ڈھائی بجے تک ٹامس کو سحرالبیان پڑھائی۔ پھر
 سیدھا گھر آیا۔ کھانا کھایا اور گھر والوں کے ساتھ آکسفورڈ اسٹریٹ گیا ساڑھے

سات بجے تک مختلف دوکانیں دیکھیں اور کچھ چیزیں خریدیں۔ نو بجے گھر واپس آیا۔ کھانا کھایا اور کام کرتا رہا۔ ساڑھے گیارہ بجے سویا۔ دن کو موسم اچھا رہا۔ سہ پہر کو ابر آگیا اور سردی بڑھ گئی۔

جمعہ ۱۷ مئی ۱۹۶۳ء

صبح سوپا پنچ بجے اٹکھ کھلی۔ کام کرتا رہا۔ دس بجے ناشتہ کر کے اسکول گیا۔ سو اگیارہ بجے ٹامس آگئے۔ انہیں ایک بجے تک مرزا سو اکی اُمر او جان ادا پڑھائی۔ پھر اسکول میں جا کر ڈاک دیکھی۔ اس کے بعد برٹش میوزیم گیا۔ وہاں ساڑھے تین بجے تک کام کیا۔ فورٹ ولیم کالج کے مصنفوں کی کئی چیزیں دیکھیں۔

للولال کی لطائف ہندی اور ڈاکٹر گلکرسٹ کی *ORIENTAL FABLES* نکلوانی۔

نواب کریم خاں کی ڈائری پر بھی کام کیا۔ (اب وہ جہاز میں بیٹھ کر لندن روانہ ہو چکے ہیں۔) وہاں سے اٹھ کر چار بجے ڈرومنڈ اسٹریٹ آیا۔ گوشت خریدا اور گھرا گیا۔ چائے پی ڈاکٹر حق آگئے۔ اُن کے ساتھ گھر والوں کو لے کر Warren Street. اور پھر ریجنٹ پارک گیا۔ اٹھ بجے واپس

آیا۔ لکھتا پڑھتا رہا۔ گیارہ بجے سویا۔ آج دن بھر دھوپ رہی۔ سردی بھی زیادہ نہیں ہوئی۔

ہفتہ ۱۸ مئی ۱۹۶۳ء

پانچ بجے اٹھا۔ چائے پی کر کچھ دیر لکھا پڑھا۔ نو بجے تیار ہو کر ناشتہ کیا۔ رسل کافون آیا۔ دریافت کیا کہ آج Harlow کا پروگرام ہے یا نہیں۔

میں نے کہا کہ بس تیار ہوں اور یہاں سے چل رہا ہوں۔ ساڑھے نو بجے گھر والوں کے ساتھ Camden Town گیا۔ وہاں سے فوراً ہی

Harlow کے لئے کوچ مل گئی۔ ہم لوگ کوچ میں اوپر بیٹھ گئے اور

لندن کے مختلف علاقوں سے نکل کر شہر سے باہر پہنچ گئے لیکن یہ احساس نہیں ہوا کہ شہر ختم ہو گیا۔ ہر جگہ آبادی نظر آئی۔ راستے میں پہاڑوں، درختوں

اور سبزہ زادوں نے بہت لطف دیا۔ حد نظر تک سبزہ ہی سبزہ نظر آیا۔ سڑکوں کے آس پاس اونچے اونچے ہرے ہرے بھرے درخت لطف دیتے رہے۔ کوئی ڈیڑھ گھنٹے کے سفر کے بعد ہم لوگ Harlow پہنچے اور رسل کی ہدایت کے مطابق Longley اترے۔ سامنے بورڈ لگا تھا جس سے معلوم ہوتا تھا کہ یہ سڑک Home cloe کی طرف جاتی ہے۔ چند قدم اس سڑک آگے بڑھے تھے کہ رسل نظر آئے۔ وہ ہمیں گیارہ بجے کی کوچ پر لینے کے لئے آرہے تھے۔ لیکن ہم لوگ چند منٹ قبل پہنچ گئے تھے۔ ملاقات ہوئی۔ سفر کا حال پوچھتے رہے۔ اور پھر ہمیں اپنے مکان پر لے گئے۔ اُن کی بیوی Molly اور بچوں سے ملاقات ہوئی۔ اُن کی بیٹی Sarah تو تھوڑی دیر میں بہت ہی مانوس ہو گئی۔ کھانے سے قبل رسل کے ساتھ Harlow Town دیکھنے کے لئے باہر نکلا۔ فہمیدہ کھانا پکانے میں مولیٰ کی مدد کرنے لگیں۔ رسل کا اصرار تھا کہ پاکستانی کھانا پکے گا اور مولیٰ کو پکانا نہیں آتا تھا۔ کتاب کھولے بیٹھی تھیں۔ اس لئے فہمیدہ نے انہیں بتایا کہ کس طرح پکاتے ہیں ہم لوگ کوئی ایک گھنٹے کے بعد ہارلو کی مختلف سڑکوں مکانوں اور بازاروں کو دیکھ کر واپس آئے۔ ہارلو اچھا خاصا شہر ہے جنگ کے بعد بنا ہے۔ کھلی بڑی جگہ ہے۔ صاف ستھری سڑکیں ہیں۔ اچھے مکان ہیں۔ بڑے بڑے بازار ہیں۔ ایک سب سے بڑی خوبی اس شہر میں یہ ہے کہ اس شہر کا منصوبہ بنانے والے نے اُن جنگلوں کو باقی رکھا ہے جو شہر آباد ہونے سے قبل یہاں موجود تھے۔ جگہ جگہ یہ جنگل نظر آتے ہیں اور قدرتی مناظر کو دیکھنے کا سامان فراہم کرتے ہیں۔ ڈھائی بجے ہم لوگ گھوم پھر کر واپس آئے۔ بھوک بہت لگی تھی۔ اس لئے کھانا کھایا اور پانچ بجے تک بیٹھے باتیں کرتے رہے۔ بچوں کی وجہ سے بہت

لطف رہا۔ پونے چھ بجے کی کوچ سے واپسی ہوئی۔ رسل، اُن کے بیوی اور بچے بس اسٹاپ تک پہنچانے کے لئے آئے۔ کوچ ٹھیک وقت پر چلی اور اس نے ساڑھے سات بجے سے قبل ہی **Camden Town** پہنچا دیا۔ وہاں سے ٹیوب میں بیٹھ کر ہم لوگ گھر آئے۔ ڈاکٹر حق آگئے۔ اُن سے باتیں ہوتی رہیں۔ اُن کے جانے کے بعد کچھ دیر کام کیا۔ لیکن تھکان ہو گئی تھی۔ اس سے زیادہ کام نہ کر سکا۔ دس بجے کے بعد کھانا کھایا۔ گیارہ بجے سے قبل ہی سو گیا۔

اتوار ۱۹ مئی ۱۹۶۳ء

صبح ساڑھے چار بجے جاگا۔ باورچی خانے میں گیا اور کباب بنائے۔ آج حسان اور بیگم حسان کے ساتھ **Brighton** جانا تھا۔ اُس کی تیاری کی۔ پھر چائے پی کر کام کرتا رہا۔ دس بجے ہم لوگ کار میں روانہ ہوئے۔ لندن کے مختلف علاقوں سے گزرتے ہوئے باہر پہنچے۔ کوئی ایک گھنٹے سے زیادہ کار لندن شہر میں چلتی رہی۔ باہر نکلے تو حد نظر تک پھیلا ہوا سینرہ نظر آیا۔ چھوٹے چھوٹے پہاڑ اور سینرہ زار بھی دکھائی دیئے۔ **Brighton** لندن سے کوئی ساٹھ میل ہے ہم لوگ ساڑھے بارہ بجے وہاں پہنچ گئے۔ سمندر کے کنارے بیٹھ کر کھانا کھایا اور پھر سمندر کے کنارے گھومتے رہے۔ اس سمندر کے کنارے کو انسانی ہاتھ اور دولت نے بہت ہی خوبصورت بنا دیا ہے۔ ایک سرے سے دوسرے تک **Railing** لگی ہوئی ہے۔ سڑک جو اس کے ساتھ ساتھ بنائی گئی ہے وہ سطح سمندر سے خاصی اونچائی پر ہے۔ اس کے ساتھ دو کانیں بھی ہیں۔ بیٹھنے کے لئے جگہ بھی بنائی گئی ہے۔ سمندر کے اوپر خاصی دوڑ تک لکڑی کی عمارتیں بنی ہوئی ہیں جن میں کھیل تماشے ہوتے ہیں۔ جو ابھی ہوتا ہے۔ غرض ہر جگہ پیسے کا کھیل ہے۔ ہر شخص کی دلچسپی کا خاصا

سامان یہاں ہے۔ مجھے اس قسم کی تفریحات سے الجھن ہوتی ہے۔ سمندر پر جا کر Ghost Train اور Aglipse of Hade دیکھنے کے

جائے قدرتی مناظر دیکھنے کو جی چاہتا ہے۔ ہم لوگ جب Brighton پہنچے تو دھوپ تھی لیکن سہ پہر کو ابر آ گیا اور ہوا بہت سرد ہو گئی۔ اس لئے لوگ بھاگنے لگے ہم لوگ بھی پابن بجے کے قریب ایک ایک پیالی چائے پی کر وہاں سے رخصت ہوئے اور آٹھ بجے کے قریب گھر پہنچے۔ بہت تھک گئے تھے۔ چائے پی اور کچھ دیر آرام کیا۔ پھر میں کام کرتا رہا۔ گیارہ بجے کھانا کھا کر سویا۔

پیر ۲۰ مئی ۱۹۶۳ء

چار بجے آنکھ کھل گئی لیکن لیٹا رہا۔ چھ بجے کے بعد اٹھا۔ ایک پیالی چائے پی اور کام کرتا رہا۔ گیارہ بجے کے بعد اسکول گیا۔ ڈاک دیکھی۔ رسل مل گئے۔ ان سے چند منٹ باتیں ہوئیں۔ پھر میوزیم چلا گیا۔ وہاں چار بجے تک کام کیا پابن بجے سے قبل گھر واپس پہنچ گیا۔ چائے پی کر گھر والوں کے ساتھ باہر گھومنے کے لئے نکلا۔ آٹھ بجے واپس آیا۔ کام کرتا رہا۔ آج کاظم علی جوان کی کہانی شکنتلا پر نظر ثانی کا کام ختم کر دیا۔ رات کو گیارہ بجے سویا۔

منگل ۲۱ مئی ۱۹۶۳ء

چھ بجے اٹھا۔ کام کرتا رہا۔ گیارہ بجے اسکول گیا۔ ٹامس، گولڈنگ اور کلارک آگئے۔ انہیں ایک بجے تک پڑھایا۔ پھر میوزیم گیا اور چار بجے تک کام کرتا رہا۔ پابن بجے واپس گھر آیا۔ تھوڑی دیر کے لئے باہر نکلا۔ واپس آ کر کھانا کھایا اور کام کرتا رہا۔ گیارہ بجے سویا۔

بدھ ۲۲ مئی ۱۹۶۳ء

آج چھ بجے کے بعد آنکھ کھلی۔ تھوڑی دیر کام کیا۔ ساڑھے دس بجے کے قریب ناشتہ کر کے اسکول گیا۔ آج گیارہ بجے ٹامس کا کلاس تھا لیکن

وہ نہیں آئے۔ ساڑھے گیارہ بجے تک اُن کا انتظار کر کے لائبریری چلا گیا
 کالی درس کی ٹسکنٹلا کے مختلف نسخے نکلوائے۔ کاظم علی جوان کی ٹسکنٹلا پر
 مقدمہ لکھ رہا ہوں۔ اس لئے سوچا ان نسخوں کو بھی دیکھ لوں۔ ساڑھے بارہ بجے
 برٹش میوزیم چلا گیا۔ اپنی کتابیں نکلوائیں اور کام کرتا رہا۔ عزیز احمد مل گئے
 آج کل وہ بھی میوزیم میں کام کر رہے ہیں۔ اُن کے ساتھ چار بجے چائے پی۔
 اور کوئی ایک گھنٹے تک باتیں ہوتی رہیں۔ پانچ بجے گھر واپس پہنچا۔ چائے
 پی کر گھر والوں کے ساتھ Parliament Hill fields گیا۔

سہاڑیوں کا منظر بہت خوبصورت تھا۔ دھوپ کھلی ہوئی تھی لیکن ہوا میں
 خشکی تھی۔ آٹھ بجے واپس آیا۔ اور کھانا کھا کر کام کرتا رہا۔ بارہ بجے سویا۔

جمعرات ۲۳ مئی ۱۹۶۳ء

صبح پانچ بجے اُٹھا۔ چائے پی کر کام کرتا رہا۔ گیارہ بجے اسکول گیا۔
 ڈاک دیکھی۔ لائبریری میں کچھ کتابیں تلاش کیں۔ اسکول کی لائبریری میں بھی
 فورٹ ولیم کالج کی بہت نایاب کتابیں موجود ہیں۔ ڈاکٹر گلکرسٹ کی تقریباً
 تمام کتابیں یہاں مل گئیں۔ اب گلکرسٹ پر کام شروع کروں گا۔ ایک بجے
 کے قریب کتابیں دیکھ کر اپنے کمرے میں واپس آیا۔ ٹامس آگئے۔ کہنے لگا کل
 نہ آسکا۔ معذرت خواہ ہوں۔ کہنے لگے ”رات کو میں ایک ڈنر میں چلا گیا تھا۔
 وہاں میں نے زیادہ شراب پی لی۔ صبح کو نہ اُٹھ سکا۔ جب میں رات کو زیادہ
 شراب پی لیتا ہوں تو صبح مجھ سے اُٹھا نہیں جاتا۔“ میں خاموش رہا۔ پھر
 مجھ سے پوچھا ”کیا آپ شراب پیتے ہیں؟“ میں نے کہا ”نہیں۔ میں سمجھتا
 ہوں یہ اچھی چیز نہیں ہے۔ اس لئے میں نہیں پیتا۔“ غرض چند منٹ وہ
 معذرت کرتے رہے۔ اور میں سوچتا رہا کہ ہمارے یہاں کی معاشرت
 اور یہاں کی معاشرت میں کتنا فرق ہے۔ وہاں تو اپنے استادوں سے سگریٹ
 بھی چھپا کر پیتے ہیں لیکن یہاں شراب پینے کا ذکر بھی بُری بات نہیں۔

انہیں میرسن کی مثنوی سحرالبیان پڑھائی۔ ڈھائی بجے برٹش میوزیم گیا۔ اپنی کتابیں نکلوائیں اور کام شروع کیا۔ آج اہم قلمی نسخے اور دیکھے۔ ایک توسید حیدر بخش حیدری کا گلدستہ حیدری اور دوسرا ممتاز علی خاں کا ممتاز الامثال۔ گلدستہ حیدری میں حیدر بخش حیدری نے اپنی مختلف تحریریں جمع کی ہیں۔ اور شروع میں اپنے حالات بھی لکھے ہیں۔ غزلوں کا دیوان بھی ہے۔ اس کو دیکھ کر یہ معلوم ہوا کہ وہ حکایات لطیف جو میں نے اسی سے قبل فورٹ ولیم کالج کی کتاب Rudiments of Humans میں دیکھی تھیں

اور جن پر لکھنے والے کا نام نہیں تھا۔ حیدر بخش حیدری کی لکھی ہوئی ہیں۔ اس نسخے میں بہت سی حکایتیں ہیں۔ انہیں کا انتخاب اس کتاب میں دیا گیا ہے۔ اب اس نسخے پر کام کروں گا۔ ممتاز الامثال تین ضخیم جلدوں میں ہے۔ کے نواب ممتاز علی خاں نے مثلوں اور کہاوتوں کو بہ ترتیب حروف تہجی جمع کر کے ان کے بارے میں کہانیاں لکھی ہیں۔ بڑی دلچسپ کتاب ہے۔ یہ پوری کتاب تو چھپ نہیں سکتی کیونکہ بہت ضخیم ہے۔ اس میں سے اہم مثلوں اور کہاوتوں کو نکال کر ایک انتخاب شائع کرنے کا ارادہ ہے۔ اس پر بھی کام شروع کروں گا۔ میوزیم میں چار بجے پروفیسر عزیز احمد کے ساتھ چائے پی۔ پانچ بجے واپس گھر آیا۔ بارش ہوتی رہی۔ اس لئے گھر ہی پر رہا۔ کام کرتا رہا۔ ساڑھے گیارہ بجے سویا۔

جمعہ ۲۴ مئی ۱۹۶۳ء

پانچ بجے آنکھ کھلی۔ چائے پی کر کام شروع کیا۔ دس بجے تیار ہو کر باہر نکلا۔ بیوی اور بچے کو ساتھ لے کر ڈرومنڈ اسٹریٹ گیا۔ کھانے پینے کی چیزیں خریدیں اور انہیں بس میں بٹھا کر گھر رخصت کیا۔ خود اسکول پہنچا۔ ساڑھے گیارہ بجے ٹامس آئے۔ انہیں امر او جان ادا کے کچھ حصے پڑھائے اور اس کے مختلف پہلوؤں پر گفتگو کی۔ ایک بجے اسکول کی اصل عمارت میں

جا کر ڈاک دیکھی۔ پھر سنٹر کا من روم میں گیا۔ چائے پی۔ ڈاکٹر ستیش چندر اور ڈاکٹر جنتی مل گئے۔ اُن سے باتیں کرتا رہا۔ انہوں نے بتایا کہ دلی میں اور نیٹیل کانگریس جنوری کے مہینے میں ہو رہی ہے۔ ۴ جنوری سے دس جنوری تک ہوگا۔ ہمایوں کبیر اس کے صدر استقبالیہ ہیں۔ وہاں سے اٹھ کر برٹش میوزیم پہنچا۔ اپنی کتابیں لکھوائیں اور کام شروع کیا۔ آج گلدستہ حیدری کو غور سے دیکھا۔ بہت افسوس ہوا۔ اس نسخے میں مہروماہ اور لیلے مجنوں کا دیباچہ تو موجود ہے لیکن اصل کہانیاں نہیں ہیں۔ خدا جانے وہ صفحے کہاں غائب ہو گئے۔ ان دیباچوں میں حیدری نے اپنے حالات بھی اختصار کے ساتھ لکھے ہیں۔ ان میں کچھ نئی باتیں ہیں۔ برٹش میوزیم کے مخطوطات کی فہرست کو دیکھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ گلدستہ حیدری کا ایک نسخہ انڈین انسٹی ٹیوٹ آکسفورڈ کی لائبریری میں بھی ہے۔ اس میں یہ بھی لکھا ہے کہ مہروماہ اور لیلے مجنوں کے دیباچے اُس میں نہیں ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ اصل کہانیاں اُس نسخے میں ہوں۔ اب آکسفورڈ جا کر اس نسخے کو دیکھوں گا۔ اس کے بعد ممتاز الامثال کی تینوں جلدوں کو دیکھتا رہا۔ کتاب دلچسپ ہے لیکن تینوں جلدیں شائع نہیں ہو سکتیں۔ انتخاب شائع ہو تو اچھا ہے۔ آج انہیں نسخوں کو دیکھنے میں وقت صرف ہوا۔ ڈائری پر کام نہ کر سکا۔ چار بجے عزیز احمد کے ساتھ میوزیم کے رستوراں میں چائے پی۔ پانچ بجے گھر واپس پہنچا۔ چائے پی۔ باتیں کیں اور کام کرنے لگا۔ آج باہر نہیں نکلا۔ بیگم چغتائی آگئیں۔ اُن سے باتیں کرتا رہا۔ اُن کے جانے کے بعد کھانا کھایا۔ اور پھر کام شروع کیا۔ ساڑھے گیارہ بجے سویا۔

ہفتہ ۲۵ مئی ۱۹۶۳ء

سوا پانچ بجے اٹھا۔ آج ہفتہ تھا اس لئے گھر ہی پر رہا۔ بارہ بجے تک کام کیا۔ پھر تھوڑی دیر کے لئے باہر نکلا۔ کچھ چیزیں خریدیں۔ واپس آ کر کھانا

کھایا اور کام کرتا رہا۔ شام کو موٹر انسٹرکٹر آگئے۔ اُن سے باتیں ہوتی رہیں۔ آٹھ بجے کے قریب فصیح اُن کی دلہن، حسان اور بیگم حسان آئے۔ انہوں نے رات کا کھانا ہمارے ساتھ کھایا۔ آج انہیں خاص طور پر موعو کو کیا تھا۔ رات کے گیارہ بجے تک اُن سے باتیں ہوتی رہیں۔ رات گئے وہ لوگ رخصت ہوئے۔ اُن کے جانے کے بعد فوراً ہی سو گیا۔

الوار ۲۶ مئی ۱۹۶۳ء

صبح پونے پانچ بجے آنکھ کھلی۔ چائے پی اور گیارہ بجے تک کام کیا۔ اُس کے بعد اخبار لینے کے لئے باہر نکلا۔ واپس آکر اخبار پڑھے۔ کھانا کھایا اور ہندوستانی فلم بندیا دیکھنے کے لئے گھر والوں کے ساتھ Notting Hill Gate گیا۔ فلم ختم ہوئی تو ہم لوگ وہاں سے پیدل

پہنچے۔ آج دھوپ بہت اچھی تھی۔ باغ Kensington Gardens

اپنے شباب پر تھا۔ ہزار ہا آدمی دھوپ میں باغ کی سیر کر رہے تھے کچھ ہنر میں کشتی چلا ہے تھے۔ اس باغ سے ملا ہوا Hyde Park

ہے۔ ہم لوگ ہائیڈ پارک آئے اور کچھ دیر وہاں بیٹھے رہے اُس کے

knights Bridge اور Green Park اور Piccadilly

ہوتے ہوئے Leicester Square پہنچے۔ وہاں سے ٹیوب میں بیٹھ کر گھر آئے۔ کچھ دیر آرام کیا۔ پھر چائے اور کام شروع کیا۔ رات کو پونے بارہ بجے سویا۔

پیر ۲۷ مئی ۱۹۶۳ء

صبح پانچ بجے اُٹھا۔ کام کرتا رہا۔ گیارہ بجے اسکول جا کر ڈاک دیکھی۔ اور وہاں سے انڈیا آفس لائبریری گیا۔ کارڈ تیار رکھا تھا۔ وہ کارڈ لیا اور اس لائبریری میں اردو کے جتنے اہم مخطوطات ہیں اُن کی فہرست بنائی۔ اب ان پر باقاعدگی سے کام شروع کروں گا۔ دو بجے وہاں سے

برٹش میوزیم آیا۔ اپنی کتابیں نکلوائیں اور کام شروع کیا۔ پانچ بجے گھر واپس پہنچا۔ کچھ دیر آرام کیا۔ باتیں کیں ساڑھے دس بجے تک کام کرتا رہا۔ گیارہ بجے سویا۔ آج دن بھر دھوپ رہی۔ موسم بھی گرم رہا۔

منگل ۲۸ مئی ۱۹۶۳ء

ساڑھے چار بجے آنکھ کھلی۔ منہ ہاتھ دھو کر کپڑے پہنے اور صبح کی سیر

کے لئے

Parliament Hill fields

گیا۔ بوندیں پڑ رہی

تھیں۔ لیکن لطف آیا۔ عرصے کے بعد صبح کی سیر کے لئے گیا تھا۔ ہوا لطیف تھی۔ موسم مجموعی طور پر خوشگوار تھا۔ چھ بجے کے بعد واپس آیا۔ چائے پی اور کام شروع کیا۔ گیارہ بجے تیار ہو کر اسکول پہنچا۔ گولڈنگ، کلارک اور ٹامس آگئے۔ انہیں ایک بجے تک پڑھایا۔ رسل آگئے۔ ان سے ملاقات ہوئی۔ فیروز جیس آگئیں۔ انہیں عرصے کے بعد دیکھا۔ اسکول جا کر ڈاک دیکھی اور میوزیم چلا گیا۔ کچھ دیر ڈائری پر کام کیا۔ اس کے بعد گلڈستہ حیدری پر کام شروع کر دیا۔ پانچ بجے وہاں سے اٹھا اور سیدھا گھر آیا۔ آج گھر پر طبیعت اُجھی رہی۔ کام بھی نہ کر سکا۔ نو بجے کھایا۔ کچھ لکھنے کی کوشش کی لیکن لکھ نہ سکا۔ چپ چاپ بیٹھا رہا۔ گیارہ بجے سونے کی کوشش کی۔

بدھ ۲۹ مئی ۱۹۶۳ء

صبح پانچ بجے اُٹھا۔ چائے پی اور کام شروع کیا۔ صبح کی ڈاک میں

راولپنڈی سے یہ خط ملا کہ میری بیوی کے چھوٹے بھائی سعید صاحب کو موٹر سائیکل کے حادثے میں چوٹیں آئی ہیں اور وہ ہسپتال میں ہیں۔

طبیعت بہت پریشان ہوئی۔ دن بھر اثر رہا۔ ساڑھے دس بجے ناشتہ کر کے اسکول گیا۔ گیارہ بجے کلاس تھا۔ ٹامس نہیں آئے۔ اس لئے

کمرے سے نکلا۔ اسکول میں جا کر ڈاک دیکھی۔ پھر ایک دو جگہ فون کئے اور سیدھا گھر واپس آ گیا۔ کھانا کھایا اور بیوی اور بچے کو ساتھ لے کر

آکسفورڈ اسٹریٹ گیا تاکہ ان کا دل بہل جائے۔ پانچ بجے تک ہم لوگ وہاں گھومتے رہے۔ مختلف اسٹور دیکھے۔ کچھ چیزیں بھی خریدیں۔ چھ بجے کے بعد گھر واپس آئے۔ کچھ دیر آرام کیا۔ پھر کھانا کھایا۔ اور لکھنا پڑھنا رہا۔ گیارہ بجے سویا۔

جمعرات ۳۰ مئی ۱۹۶۳ء

سو پانچ بجے آنکھ کھلی۔ چائے پی اور کام کرتا۔ گیارہ بجے تیار ہو کر اسکول گیا۔ ڈاک دیکھی۔ اور پھر وہاں سے برٹش میوزیم چلا گیا۔ گلڈستہ حیدری اور کریم خاں کی ڈائری پر کام کیا۔ باقر آگاہ کی کتاب تحفۃ الاحباب اور کلیات سودا کے نسخے بھی نکلوانے۔ ان کو بھی دیکھنا رہا۔ پانچ بجے گھر واپس آیا۔ آج تھکن زیادہ ہوئی۔ موسم گرم رہا۔ دن بھر دھوپ رہی۔ نو بجے کھانا کھا کر لیٹر میں لیٹا اور سو گیا۔ گیارہ بجے پھر آنکھ کھل گئی لیکن پھر سو گیا۔

جمعہ ۳۱ مئی ۱۹۶۳ء

صبح پانچ بجے اٹھا۔ کام شروع کیا۔ ساڑھے نو بجے تیار ہو کر باہر

نکلا۔ Fortress Road پر Moleyneus Phillips کے پاس آنکھیں چیک کرانے گیا۔ دس بجے اُس نے آنکھیں دیکھیں۔ اس میں آدھ گھنٹہ صرف ہوا۔ کمرے میں اندھیرا کر کے مختلف شیشے آنکھوں پر لگائے اور جانچ کی۔ دیکھ بھال کر کے اس نتیجے پر پہنچا کہ پڑھنے کے لئے کبھی کبھی چشمے کی ضرورت ہوگی۔ آٹھ دس روز میں چشمہ تیار ہو جائے گا۔ وہاں سے اسکول گیا۔ ڈاک دیکھی۔ ساڑھے گیارہ بجے ٹامس آئے۔ اُنہیں امراؤ جان ادا پڑھائی۔ ایک بجے سینٹر کمان روم میں جا کر کافی پی۔ ڈاکٹر جنینی مل گئے۔ اُن سے باتیں کرتا رہا۔ وہاں سے آٹھ گھنٹہ برٹش میوزیم گیا۔ وہاں چار بجے تک کام کیا۔ پانچ بجے گھر واپس پہنچا۔ کچھ دیر آرام کیا۔

پھر چائے پی کر گھر والوں کے ساتھ باہر نکلا اور Seven Sisters Road گیا۔ آٹھ بجے کے بعد واپسی ہوئی۔ کھانا کھایا۔ لکھنے پڑھنے کی کوشش کی لیکن کام نہ ہو سکا۔ آج گرمی خاصی تھی۔ اس گرمی نے نڈھال کر دیا۔ اس لئے بستر میں لیٹ گیا اور نہ جانے کس وقت مجھے نیند آگئی۔

ہفتہ یکم جون ۱۹۶۳ء

صبح کو ساڑھے چار بجے اُٹھا۔ لیکن بستر میں لیٹا رہا اور پھر سو گیا۔ پونے آٹھ بجے آنکھ کھلی۔ ناشتہ کر کے دس بجے بینک گیا۔ تیس پونڈ نکلوائے۔ پھر برٹش میوزیم پہنچا۔ اپنی کتابیں نکلوائیں۔ ایک بجے تک حیدری کی کہانیوں پر کام کرتا رہا۔ حسان آگئے۔ اُن کے ساتھ چائے پی۔ ایک بجے باہر نکلا۔ ایک صاحب ملے جنہوں نے اپنا نام گردھاری ٹکوتنایا۔ کہنے لگے میں California میں فارسی اور اردو پڑھاتا ہوں۔ آپ سے ملنے کا اشتیاق تھا۔

اسکول گیا تھا لیکن آپ موجود نہیں تھے۔ آپ کے چند منٹ لے سکتا ہوں۔ میں باہر بیچ پر بیٹھ گیا اور اُن سے باتیں کرتا رہا۔ بیوی اور بچے کو آج میوزیم بلا لیا تھا۔ وہ لوگ آگئے۔ اُن کے ساتھ جا کر ڈرومنڈ اسٹریٹ پر سامان خریدنا اور پھر ہم لوگ ٹوب میں گھر روانہ ہوئے۔ ڈھائی بجے پہنچے۔ کھانا کھایا۔

کچھ دیر آرام کیا۔ شام کو Parliament Hill Fields کی سیر

کی۔ تصویریں بھی کھینچی ہیں۔ بہت ہی عمدہ منظر تھا۔ خوش گوار موسم نے اس منظر کی آب و تاب کچھ اور بھی بڑھادی تھی۔ تیز دھوپ، لطیف ہوا اور دوب کی خوشبو نے بہت لطف دیا۔ نو بجے وہاں سے واپس آئے۔ کھانا کھایا اور کچھ دیر لکھنے پڑھنے کا کام کیا۔ بارہ بجے کے بعد سویا۔ آج دن پھر دھوپ رہی۔ گرمی کا احساس ہوا۔ پسینہ بھی آیا۔

الوار ۲ جون ۱۹۶۳ء

چھ بجے آنکھ کھلی۔ دوپہر تک کہیں باہر نہیں نکلا۔ کام کرتا رہا۔ ایک

اخبار لینے کے لئے باہر نکلا۔ واپس آکر کھانا کھایا اور پھر کام کرتا رہا۔ چار بجے گھر والوں کے ساتھ Parliament Hill Fields گیا۔ دھوپ بہت اچھی تھی۔ گرمی کا احساس ہوا لیکن ہوائیں تیز تھی۔ چھ بجے واپس آیا۔ حسان اور سیم حسان سے باتیں ہوتی رہیں۔ گھر ہی پر رہا۔ کچھ کام کیا۔ گیارہ بجے سویا۔

پیر ۳ جون ۱۹۶۳ء

صبح پانچ بجے اٹھا۔ کام کرتا رہا۔ آج کوئی تہوار تھا۔ اس لئے چھٹی تھی۔ صبح ہر طرف سناٹا تھا۔ ساڑھے دس بجے ناشتہ کر کے میوزیم گیا اور وہاں چار بجے تک کام کیا۔ آج باقراگاہ کی مشنویاں راحت جان اور من درین وغیرہ نکلوائیں۔ ڈائری پر بھی کام کیا۔ ساڑھے چار بجے واپس گھر پہنچا۔ کچھ دیر آرام کیا۔ پھر اٹھا اور کام کرتا رہا۔ کھانا کھا کر رات کو گیارہ بجے سویا۔ آج بھی دن بھر موسم گرم رہا۔ دھوپ کھلی رہی۔ شام کو کچھ ابر آیا۔

منگل ۴ جون ۱۹۶۳ء

چھ بجے آنکھ کھلی۔ دھوپ نکل آئی تھی۔ چائے پی کر کام شروع کیا۔ گیارہ بجے اسکول گیا۔ پہلے ڈاک دیکھی۔ پھر ٹرہانے کے لئے اپنے کمرے میں پہنچا۔ صرف گولڈنگ آئے۔ ٹامس اور کلارک نہیں آئے۔ اسکول کی لائبریری میں جا کر کچھ کتابیں تلاش کیں۔ ایک بچے یونیورسٹی کالج ہاسپٹل گیا۔ آج ڈاکٹر نے میری بیوی کو وقت دیا تھا۔ وہ براہ راست وہاں پہنچ گئیں۔ انہوں نے ڈاکٹر کو دکھایا۔ میں بچے کی دیکھ بھال کرتا رہا۔ ڈھائی بجے انہیں وہیں چھوڑ کر میوزیم پہنچا اور وہاں ساڑھے چار بجے تک کام کیا۔ پھر ڈرمنڈ اسٹریٹ سے کچھ چیزیں خریدیں اور گھر آگیا۔ شام کو Scale Theatre میں ہندوستانی فلم مدرا نڈیا دیکھا۔ گیارہ بجے واپس گھر پہنچا۔ کھانا کھایا۔ بارہ بجے کے بعد سویا۔ دن بھر دھوپ رہی اور گرمی کا احساس ہوا۔

بدھ ۵ جون ۱۹۶۳ء

ساڑھے پانچ بجے سوکرا اٹھا۔ کام کرتا رہا۔ رپورٹاژ کے کچھ حصوں پر نظر ثانی کی۔ دس بج گئے۔ جلدی جلدی تیار ہوا اور ناشتہ کر کے اسکول گیا۔ گیارہ بجے ٹامس آگئے۔ انہیں ایک بجے تک میجرن کی مثنوی سحرالبیان پڑھائی۔ رسل آگئے۔ ان سے بھی کچھ دیر باتیں کیں۔ ایک بجے اسکول کی عمارت میں جا کر ڈاک دیکھی۔ ڈاکٹر گلکرسٹ کی رپورٹیں جو وہ اپنے ادارے کے بارے میں لکھا کرتے تھے، مل گئیں۔ نایاب چیز ہے۔ یہ ادارہ انہوں نے ہندوستان سے واپس آکر لندن میں قائم کیا تھا اور اس میں وہ خود اُردو پڑھاتے تھے۔ اس میں ہر ٹرم کی چھپی ہوئی رپورٹ ہے۔ ڈیڑھ بجے برٹش میوزیم گیا اور وہاں ساڑھے چار بجے تک کام کیا۔ پانچ بجے کے بعد واپس گھر پہنچا اور چائے پی کر پڑھتا لکھتا رہا۔ کہیں باہر نہیں نکلا رات کو ساڑھے گیارہ بجے سویا۔ آج بھی موسم اچھا رہا۔ صبح کو باڈل تھے۔ دوپہر کے بعد دھوپ نکل آئی۔ اور گرمی رہی۔

جمعرات ۶ جون ۱۹۶۳ء

پونے چھ بجے آنکھ کھلی۔ لکھا پڑھتا رہا۔ دس بجے رسل اپنی پچی سارا کو لے کر آگئے۔ اب دو روز تک وہ یہیں رہے گی۔ ان کے ساتھ کافی پی اور اسکول گیا۔ ڈاک دیکھی اور پھر برٹش میوزیم گیا۔ وہاں ایک بجے تک کام کیا۔ اس کے بعد اسکول واپس آیا۔ ٹامس کو ڈھائی بجے تک پڑھایا۔ ساڑھے تین بجے واپس گھر پہنچا۔ قاسم حسین صاحب ان کی بیوی بچے آگئے تھے۔ ان سے باتیں کرتا رہا۔ شام کو انہوں نے کھانا کھایا اور آٹھ بجے کے قریب رخصت ہوئے۔ شام کو گرمی بڑھ گئی۔ جس ہو گیا۔ کمرے میں طبیعت پریشان ہوئی۔ باہر نکلا۔ واپس آکر پڑھتا رہا۔ ساڑھے گیارہ بجے سویا۔

جمعہ ۷ جون ۱۹۶۳ء

ساڑھے پانچ بجے اُٹھا۔ تھوڑی دیر لکھتا رہا۔ ساڑھے دس بجے تیار ہو کر اسکول پہنچا۔ کمرے میں گیا۔ ٹامس پونے بارہ بجے تک نہیں آئے۔ اسکول میں جا کر ڈاک دیکھی۔ میوزیم جانے کے لئے باہر نکل رہا تھا کہ ٹامس مل گئے۔ معذرت کی۔ کہنے لگے راستے میں ایک امریکن مل گئے تھے۔ اُن سے باتیں کرنے لگا۔ اس لئے تاخیر ہو گئی۔ خیر انہیں ایک بجے تک پڑھایا۔ ڈاکٹر ظفر الاسلام آگئے۔ اُن سے چند منٹ باتیں ہوئیں۔ ایک بجے کے بعد میوزیم جانے کا ارادہ کیا لیکن وقت کم تھا۔ اس لئے خیال چھوڑ دیا۔ ظفر الاسلام کے ساتھ کافی پی۔ پروفیسر بشیم مل گئے۔ اُن سے باتیں ہوتی رہیں کہ دو بجے رسل آگئے۔ انہوں نے کچھ دیر آب حیات کے کچھ حصے پڑھے۔ اُردو زبان کے مختلف پہلوؤں پر اُن سے گفتگو کرتا رہا۔ ساڑھے چار بجے گھر آیا۔ گرمی تھی۔ اس لئے گھبرا کر گھر والوں کے ساتھ باہر نکلا۔

Parliament Hill Fields

گیا۔ رسل کی لڑکی

بھی سارہ بھی ساتھ تھی۔ آج اُس نے پاکستانی لباس پہنا تھا۔ ہمیدہ نے سی کر دیا تھا۔ راستے میں لوگ اُسے حیرت اور دلچسپی سے دیکھتے تھے۔ پارلیمنٹ ہل پہنچے تو بارش ہونے لگی۔ ہم لوگ رستوراں میں بیٹھے رہے۔ جب بارش رُک گئی تو گھر واپس آئے۔ رسل نو بجے کے بعد آئے۔ اپنی بیٹی سارہ کو لے گئے۔ آج میں بہت تھک گیا۔ اس لئے اُن کے جانے کے بعد کام نہ کر سکا۔ کھانا کھایا اور سو گیا۔

ہفتہ ۸ جون ۱۹۶۳ء

صبح پونے پانچ بجے آنکھ کھلی۔ نو بجے تک کام کیا۔ پھر تیار ہو کر ناشتہ کیا اور برٹش میوزیم گیا۔ وہاں ایک بجے تک کام کیا۔ پھر واپس گھر آیا۔ کھانا کھا کر سو گیا۔ پانچ بجے اُٹھا۔ کچھ دیر کے لئے گھر والوں کے ساتھ

باہر نکلا لیکن جلد ہی واپس آ گیا۔ کھانا کھا کر کام شروع کیا۔ گیارہ بجے سویا۔
آج دن بھر دھوپ رہی۔ گرمی کا احساس ہوا۔

اتوار ۹ جون ۱۹۶۳ء

پانچ بجے اٹھا۔ کام کرتا رہا۔ بارہ بجے گھر والوں کے ساتھ ہندوستانی
فلم اٹن کھٹولا، دیکھنے کے لئے بکر اسٹریٹ گیا۔ فلم میں کچھ مزہ نہیں آیا۔
ایک تو فلم ہمل تھی۔ دوسرے گرمی بھی بہت ہوئی۔ ہال میں بٹھنا دشوار
ہو گیا۔ دکھانے والوں نے فلم کو بُری طرح کاٹا۔ دوسوا دو گھنٹے میں پوری
فلم دکھا دی۔ چار بجے واپس گھر پہنچا۔ کچھ دیر آرام کیا۔ پھر لکھنا پڑھنا
شروع کیا۔ گیارہ بجے تک کام کرتا رہا۔ اُس کے بعد سویا۔

پیر ۱۰ جون ۱۹۶۳ء

صبح پونے پانچ بجے آنکھ کھلی۔ کچھ دیر چپ چاپ بیٹھا رہا۔ پھر چائے
پی کر کام شروع کیا۔ گیارہ بجے باہر نکلا۔ پہلے اسکول گیا۔ ڈاک دیکھی۔
آج مسیٰ کا افکار ملا۔ جگن ناتھ آزاد کا بھیجا ہوا ایک پارسل بھی ملا۔ اس
میں تلوک چند محروم کی کتابیں تھیں۔ کمرے میں جا کر ان کتابوں کو الماری
میں رکھا۔ رسل مل گئے۔ اُن سے باتیں ہوتی رہیں۔ ساڑھے بارہ بجے
برٹش میوزیم پہنچا اور وہاں پونے پانچ بجے تک کام کیا۔

آج ایک پُرانے شاگرد خان بیگ نسیم مل گئے۔ انہوں نے ماچسٹر
سے فارسی میں پی ایچ ڈی کر لیا ہے اور آج کل میوزیم میں کچھ کام کر رہے ہیں۔
اُن سے کچھ دیر باتیں کرتا رہا۔ پانچ بجے گھر واپس آیا ڈاکٹر حق اور گھر والوں
کے ساتھ چائے پی کر ذرا باہر نکلا۔ بازار کی سیر کی۔ واپس آ کر کچھ دیر آرام
کیا۔ پھر کھانا کھا کر کام شروع کیا۔ ساڑھے گیارہ بجے بعد سویا۔ دن بھر دھوپ
اور گرمی رہی۔

منگل ۱۱ جون ۱۹۶۳ء

پانچ بجے اُٹھا۔ چائے پی اور کچھ دیر کام کیا۔ ساڑھے گیارہ بجے اسکول پہنچا۔ ڈاک دیکھی۔ بارہ بجے کمرے میں پہنچا۔ ٹامس دیر میں آئے۔ انہیں امر او جان ادا پڑھائی۔ رسل آگئے۔ ان سے کچھ دیر باتیں کرتا رہا۔ پھر میوزیم گیا اور ساڑھے چار بجے تک کام کیا۔ گھر واپس آیا۔ تھوڑی دیر کے لئے گھر والوں کے ساتھ باہر نکلا۔ آٹھ بجے واپسی ہوئی۔ کھانا کھایا اور کام کرتا رہا۔ ساڑھے گیارہ بجے سویا۔

بدھ ۱۲ جون ۱۹۶۳ء

سو پانچ بجے اُٹھ کھلی۔ اُٹھ کر کام شروع کیا۔ بارہ بجے باہر نکلا۔ اسکول گیا۔ ڈاک دیکھی۔ رسل مل گئے، ان سے باتیں کیں۔ اُس کے بعد Hampton Court جانے کے لئے Gower Street پر آیا۔ آج برٹش کونسل نے والوں نے Hampton Court جانے کا پروگرام بتایا تھا۔ مجھے Clapham Junction کے قریب Ardington Room میں پہنچنا تھا۔ پہلے سو چالس لے لوں۔ بہت دیر انتظار کیا لیکن بس نہیں ملی۔ اس لئے میں ٹیوب میں گیا۔ وہاں سے ۵ لم ہنریس لے کر Clapham Junction پہنچا۔ وہاں Rotary club کے لوگ جمع تھے۔ مختلف ملکوں کے کچھ اور طالب علم بھی تھے۔ سب سے ملاقات ہوئی۔ سوادو بجے ہم سب کاروں میں بیٹھ کر Hampton Court پہنچے۔ یہ خوب جگہ ہے۔ دراصل یہ ایک پُرانا محل ہے جس کو اب ایک طرح کا عجائب خانے میں تبدیل کر دیا گیا ہے۔ بادشاہوں کے سونے کے کمرے، ان کے ڈرائینگ روم وغیرہ ابھی تک اسی طرح محفوظ ہیں۔ ان میں مصوری کے شاہکار آویزاں ہیں۔ محل کے سامنے باغات بھی بہت پُر فضا ہیں۔ پانچ بجے تک ہم لوگ اس محل میں گھومتے رہے۔ اُس کے بعد سب کے ساتھ چائے پی

اور کاروں میں بیٹھ کر سنٹرل لندن آئے۔ وہاں سے میں گھرا گیا۔ دیکھا تو ہر چیز الٹ پلٹ پڑی ہے۔ کمرے میں رنگ و روغن کا کام شروع ہو گیا تھا۔ طبیعت بہت الجھی سامان وغیرہ ٹھیک کیا۔ پھر کھانا کھایا اور باتیں کرتا رہا۔ اُس کے بعد گیارہ بجے تک کام کیا۔ آج بھی دن بھر دھوپ رہی۔ موسم گرم رہا۔

جمعرات ۱۳ جون ۱۹۶۳ء

ساڑھے پانچ بجے آنکھ کھلی۔ آج دھوپ نہیں تھی۔ بارش کے آثار تھے۔ جانے پی کر کام میں مصروف ہو گیا۔ گیارہ بجے باہر نکلا۔ پہلے اسکول جا کر ڈاک دیکھی۔ پھر میوزیم گیا۔ آج مظہر علی خاں ولا کے ہفت گلشن اور بہادر علی حسینی کے اخلاق ہندی کے قلمی نسخے بھی مل گئے۔ ساڑھے چار بجے تک کام کرتا رہا۔ اُس کے بعد سیدھا گھر آیا۔ صفائی کا کام جاری تھا۔ تھوڑی دیر کے لئے باہر نکلا۔ پھر واپس آ کر کھانا کھایا اور کام کرتا رہا۔ ساڑھے گیارہ بجے سویا۔

جمعہ ۱۴ جون ۱۹۶۳ء

صبح ساڑھے چار بجے اُٹھا۔ تھوڑی دیر چپ چاپ صوفے پر بیٹھا رہا۔ پھر اُٹھ کر چائے بنائی۔ ایک پیالی پی کر کام کرنے لگا۔ دس بجے باہر نکلا۔ اسکول پہنچا۔ ٹامس آگئے۔ انہیں ایک بجے تک اُمر اور جان ادا پڑھائی۔ اور سینٹر کا من روم میں گیا۔ رسل مل گئے۔ عزیز احمد آگئے۔ ان سے باتیں ہوتی رہیں۔ ڈاکٹر سنیشن چندر اور ڈاکٹر ہارڈی آگئے۔ چند منٹ ان سے بھی باتیں کیں۔ پھر رسل کے ساتھ کتب فروش Probartion کی دوکان پر گیا۔ اُردو کی پرانی کتابیں دیکھیں۔ ان کتابوں میں سے اکثر پر ڈاکٹر عبداللہ یوسف علی کے دستخط تھے۔ انہیں کی کتابیں تھیں جو ان کے انتقال کے بعد کسی طرح اس کتب فروش کے پاس پہنچیں۔ ان کتابوں کو دیکھتا رہا اور سوچتا رہا کہ انسان کا انجام بھی کیسا دردناک ہوتا ہے۔ یہ کتابیں ڈاکٹر عبداللہ

یوسف علی نے کیسے شوق سے جمع کی ہوں گی لیکن آج یہ اسی کتب فروش کے یہاں ایسی کس میرسی کے عالم میں پڑی ہیں کہ کوئی ان کے عنوانات تک نہیں پڑھ سکتا۔ کچھ کتابیں اسکول کی لائبریری کے لئے منتخب کیں۔ رسل کو وہیں چھوڑا۔ خود چارنگے گھر روانہ ہوا۔ گھر پہنچ کر دیکھا تو رنگ و روغن کرنے والے نے میری بہت سی کتابوں پر پڑی طرح پینٹ بکھیر دیا ہے۔ شام تک طبیعت بدمزہ رہی۔ ذرا دیر کے لئے گھر والوں کے ساتھ باہر نکلا۔ ڈاکٹر حق مل گئے۔ Britts میں مچھلی کھائی اور چائے پی آٹھ بجے واپس گھر آیا۔ گیارہ بجے تک کام کرتا رہا۔ پھر سویا۔

ہفتہ ۱۵ جون ۱۹۶۳ء

آج صبح چارنگے آنکھ کھل گئی۔ افکار اور ماہ نو، کے لئے مضامین تیار کر کے بھیجے۔ خط لکھے اور کچھ اور کام بھی کرتا رہا۔ ساڑھے نو بجے ناشتہ کر کے برٹش میوزیم گیا۔ ایک بجے تک وہاں کام کیا۔ اُس کے بعد گھر واپس آیا۔ کھانا کھا کر کچھ دیر آرام کیا۔ چارنگے اٹھ کر تھوڑی دیر پڑھتا رہا۔ پھر تیار ہو کر گھر والوں کے ساتھ Hampsted گیا۔ آج نعیم نے بلوایا تھا ان سے باتیں ہوتی رہیں۔ کھانا بھی ان کے ساتھ کھایا۔ رات کو گیارہ بجے واپسی ہوئی۔ تھک گیا تھا۔ اس لئے سو گیا۔

اتوار ۱۶ جون ۱۹۶۳ء

صبح ساڑھے چارنگے اٹھا۔ کام کرتا رہا لیکن نو بجے کے قریب کمرے میں رنگ و روغن کرنے والے آگئے۔ انہوں نے کام شروع کیا اور مجھے اُلجھن رہی۔ باورچی خانے میں جا کر بیٹھا رہا۔ ساڑھے گیارہ بجے تیار ہو کر گھر والوں کے ساتھ باہر نکلا اور Parliament Hill Fields

گیا۔ دو بجے تک وہاں وقت گزارا۔ پھر واپسی ہوئی۔ گھر کی صفائی کا کام جاری رکھا اس لئے باورچی خانے میں بیٹھا رہا۔ کچھ پڑھ نہ سکا۔ شام کو ہندوستانی پچر

گوہ نور دیکھنے گیا۔ دس بجے کے بعد واپس آیا۔ کھانا کھایا۔ کچھ دیر لکھا پڑھا اور بارہ بجے کے قریب سویا۔

پیر ۷ جون ۱۹۶۳ء

ساڑھے چھ بجے آنکھ کھلی۔ دس بجے تک کام کرتا رہا۔ گیارہ بجے اسکول گیا۔ سینئر کمان روم میں امتحان کے پرچوں کے بارے میں رسل سے باتیں کیں۔ اور پھر میوزیم چلا گیا۔ کام شروع کیا۔ نواب کریم خاں کی ڈائری اور حیدر بخش حیدری کی کہانیوں کے علاوہ آج منظر علی خاں ولا کی ہفت گلشن پر بھی کام شروع کر دیا۔ یہ کتاب نایاب ہے اس کا صرف ایک قلمی نسخہ برٹش میوزیم میں ہے۔ دس کہانیاں نقل کیں اور ان کی تصحیح کی۔ پانچ بجے گھر واپس آیا۔ ایک صاحب صفیہ اشرف جو ڈاکٹر ہیں اور کل ہی لاہور سے آئی ہیں، ہمیدہ سے بیٹھی باتیں کر رہی تھیں، ان سے تعارف ہوا۔ شام کو انہوں نے اور ان کے کوڈاکٹر اشرف کے ساتھ کھانا کھایا۔ ان کے جانے کے بعد کچھ دیر کام کیا۔ ساڑھے گیارہ بجے سویا۔

منگل ۱۸ جون ۱۹۶۳ء

صبح ساڑھے پانچ بجے اُٹھا۔ چائے کی ایک پیالی پی کر دس بجے تک کام کیا۔ اُس کے بعد تیار ہو کر سیدھا برٹش میوزیم گیا۔ بارہ بجے تک منظر علی خاں ولا کی ہفت گلشن پر کام کیا۔ پھر اُٹھ کر اسکول گیا۔ ٹامس، گولڈنک اور کلارک کو ایک بجے تک پڑھایا۔ پھر اسکول میں آکر ڈاک دیکھی۔ سرور صاحب اور انتظار حسین کے خط ملے۔ ادب لطیف کا پرچہ بھی ملا۔ بارش ہونے لگی تھی۔ چند منٹ انتظار کرتا رہا۔ جب بارش ذرا کم ہوئی تو میوزیم کی طرف چلا۔ راستے میں بارش تیز ہو گئی اور بھیک گیا۔ ڈیڑھ بجے میوزیم میں پھر کام شروع کیا۔ چار بجے تک مصروف رہا۔ عزیز احمد آگئے۔ ان کے ساتھ ایک پیالی چائے پی۔ واپس آکر پھر کام کرتا رہا۔ آج خاصا کام

ہو گیا۔ مظہر علی ولا کی ہفت گلشن کے علاوہ حیدری کی کچھ کہانیاں بھی نقل کیں اور ان کی تصحیح کی۔ ماد ہونل اور کام کنڈلا کو بھی دیکھا۔ پانچ بجے کے قریب گھر واپس پہنچا۔ چائے پی کچھ دیر کے لئے گھر والوں کے ساتھ باہر نکلا۔ پھر ڈاکٹر حق اور ڈاکٹر و وہرہ کے پاس کچھ دیر بیٹھا۔ اُس کے بعد واپس گھر آ کر کھانا کھایا اور لکھتا پڑھتا رہا۔ گیارہ بجے سویا۔

بدھ ۱۹ جون ۱۹۶۳ء

چار بجے آنکھ کھل گئی۔ کام کرنا شروع کیا۔ نو بجے تک کام کرتا رہا۔ اُس کے بعد تیار ہوا اور ناشتہ کر کے اسکول گیا۔ آج گیارہ بجے لندن یونیورسٹی کے امتحان کی میڈنگ تھی۔ ایک مٹخن کی حیثیت سے مجھے بھی اس میڈنگ میں شریک ہونا تھا۔ چنانچہ گیارہ بجے اسکول کے سینئر کمان روم میں پہنچا۔ رسل اور کرنل ہار کورٹ وہاں موجود تھے۔ پروفیسر بر آف بھی آگئے۔ ہم لوگوں نے کافی پی اور باتیں کرتے رہے۔ سو اگیارہ بجے امیدوار کا انٹرویو کیا۔ سوال پوچھے آدھ گھنٹے میں میڈنگ ختم ہو گئی۔ عجیب طالب علم تھا۔ اقبال کی انسان دوستی کے بارے میں اُس سے سوال کیا تو اُس نے جواب دیا کہ انسان دوستی سے ان کا کوئی تعلق نہیں تھا۔ وہ ایک مذہبی آدمی تھے اور سچے مسلمان تھے۔ بریں عقل و رائے ببا بد گریست۔ طبیعت بدمزہ ہوئی۔ وہاں سے رخصت ہو کر ریڈنگ روم میں گیا۔ اور انڈیا آفس کی کتابوں کی فہرست دیکھتا رہا۔ وہاں سے ایک بجے اٹھ کر کمرے میں گیا۔ رسل سے کچھ دیر باتیں کیں اور بینک پہنچا۔ پندرہ پونڈ نکلوائے اور پھر رٹش میوزیم آیا۔ راستے میں ایک دوکان سے

Politics and the Novel

Irving Howe کی کتاب

خریدی۔ دو بجے کے قریب میوزیم پہنچا اور وہاں ساڑھے چار بجے تک کام کیا۔ پانچ بجے گھر واپس آیا۔ چائے پی اور باتیں کرتا رہا رات کو کچھ دیر کام کیا۔ گیارہ بجے کے بعد سویا۔

جمعرات ۲۰ جون ۱۹۶۳ء

صبح چھ بجے اُٹھا۔ گیارہ بجے تک گھر پر کام کیا۔ اُس کے بعد تیار ہو کر اسکول گیا۔ ایک بجے ٹامس آگئے۔ انہیں تین بجے تک میر حسن کی مثنوی سحرالبیان پڑھائی۔ تین بجے گھر دہاری ٹیکو صاحب نے آنے کا وعدہ کیا تھا لیکن وہ نہیں آئے۔ میں کامن روم میں اُن کا انتظار کرتا رہا۔ چار بجے رسل آگئے۔ اُن سے باتیں ہوتی رہیں۔ ساڑھے چار بجے پورٹر آیا اور اُس نے کہا کہ کوئی صاحب مجھے فون پر بلاتے ہیں۔ یہ ٹیکو صاحب کا فون تھا کہنے لگے کہ راستہ بھول گئے۔ اب قریب پہنچ گیا ہوں کہتے تو آجاؤں۔ میں نے کہا آجائے۔ یہ صاحب ہندوستانی کشمیری ہیں Los Angeles امریکہ سے یہاں آتے ہیں۔ وہاں فارسی اور اردو پڑھاتے ہیں۔ کچھ دیر اُن سے باتیں رہیں۔ پھر میں واپس گھر آیا۔ چائے پی اور باتیں کرتا رہا۔ پھر کام شروع کیا۔ گیارہ بجے سویا۔

جمعہ ۲۱ جون ۱۹۶۳ء

پانچ بجے آنکھ کھلی۔ چائے پی اور دس بجے تک کام کیا۔ پھر تیار ہو کر اسکول گیا۔ گیارہ بجے ٹامس آئے۔ انہیں ایک بجے تک پڑھایا۔ رسل آئے اُن سے باتیں ہوئیں۔ دو بجے کے قریب میوزیم پہنچا اور ساڑھے چار بجے تک وہاں کام کیا۔ پھر گھر واپس آیا۔ لیسن کی بہن مریم آگئیں۔ اُن سے باتیں کرتا رہا۔ تھوڑی دیر کے لئے باہر نکلا بارش کے آثار تھے۔ اس لئے جلد ہی واپس آگیا۔ کھانا کھا کر کام شروع کیا۔ بارہ بجے سویا۔

ہفتہ ۲۲ جون ۱۹۶۳ء

صبح ساڑھے چار بجے آنکھ کھلی۔ چائے پی کر کام کرتا رہا۔ دس بجے تیار ہو کر سیدھا میوزیم گیا۔ آج منظر علی خاں ولای کی کتاب "ہفت گلشن" کا کام ختم کر دیا۔ چیری کی کہانیوں کا کام جاری رکھا۔ کریم خاں کی ڈائری پر بھی کچھ کام کیا۔ ایک بجے وہاں سے گھر واپس آیا۔ کھانا کھایا اور سو گیا۔ پانچ بجے شام کو اُٹھا۔ باتیں ہاتھ کی کلائی

میں درد سا محسوس ہوا۔ چائے پی کر کچھ دیر کے لئے باہر نکلا۔ اٹھ بجے کے قریب واپس آیا۔ اور کام کرتا رہا۔ درد بدستور رہا۔ بارہ بجے کے بعد سویا۔

اتوار ۲۳ جون ۱۹۶۳ء

ساڑھے پانچ بجے آنکھ کھلی۔ کام کرتا رہا۔ دس بجے اخبار خریدنے کے لئے باہر نکلا۔ واپس آ کر اخبار پڑھتا رہا۔ کھانا کھا کر دو بجے کے قریب گھر والوں کے ساتھ پارلیمنٹ ہل فیلڈ گیا۔ وہاں پہاڑی پردھوپ میں لیٹا رہا۔ خوبصورت منظر تھا۔ پانچ بجے واپس آیا۔ چائے کی ایک پیالی پی کر کام کرتا رہا۔ بارہ بجے سویا۔

پیر ۲۴ جون ۱۹۶۳ء

صبح ساڑھے پانچ بجے اٹھا۔ گیارہ بجے تیار ہو کر پہلے اسکول گیا۔ رسل سے ملاقات ہوئی۔ ان سے چند منٹ باتیں کیں۔ ڈاک دیکھی اور پھر سیدھا میوزیم چلا گیا۔ کریم خاں کی ڈائری، حیدری کی کہانیوں اور منظر علی خاں ولا کی مادھونل اور کام کندلا پر کام کرتا رہا۔ خلیل علی خاں اشک کے امیر حمزہ اور جہانگیر نامہ کے نسخے بھی نکلوائے۔ اشک کی امیر حمزہ مکمل نہیں ہے۔ انہوں نے صرف ایک حصے کو لکھا ہے۔ جہانگیر نامہ کا نسخہ منظر علی خاں ولا کا ترجمہ نہیں ہے۔ کسی دکنی نے اس کے ایک حصے کا ترجمہ کیا ہے۔ اس لئے دونوں کو واپس کر دیا۔ ساڑھے چار بجے میوزیم سے گھر واپس آیا۔ چائے پی اور باتیں کرتا رہا۔ پھر کام شروع کیا۔ کہیں باہر نہیں نکلا۔ ہلکی ہلکی بارش ہوتی رہی۔ رات کو گیارہ بجے سویا۔

منگل ۲۵ جون ۱۹۶۳ء

ساڑھے پانچ بجے آنکھ کھلی۔ چائے کی ایک پیالی پی کر کام شروع کیا۔ دس بجے کے قریب تیار ہو کر میوزیم گیا۔ وہاں بارہ بجے تک کام کیا۔ بارہ بجے اسکول گیا۔ ٹامس کو پڑھایا۔ پھر سنیر کانسروم میں جا کر چائے پی۔ اور رسل سے

باتیں کرتا رہا۔ دو بجے پھر میوزیم واپس گیا اور ساڑھے چار بجے تک کام کیا۔ پھر گھر واپس آیا۔ مہمانوں کی پورش رہی۔ کئی لوگ ملنے کے لئے آئے۔ سکون نہیں ملا۔ کھانا کھا کر لکھتا پڑھتا رہا۔ گیارہ بجے سو گیا۔

بدھ ۲۶ جون ۱۹۶۳ء

صبح ساڑھے چار بجے اُٹھا۔ چائے پی کر کام کرتا رہا۔ دس بجے اسکول گیا۔ ٹامس گیارہ بجے آئے۔ انہیں ایک بجے تک پڑھایا۔ سینئر کمان روم میں جا کر کافی پی۔ پھر اسکول کے ریڈنگ روم میں انڈیا آفس کی فہرستیں دیکھتا رہا۔ ۲ بجے رسل نے کمان روم میں آنے کا وعدہ کیا تھا۔ وہ آئے لیکن کچھ کام نہ ہو سکا۔ باتیں ہوتی رہیں۔ وہاں سے اُٹھ کر سیدھا گھر آیا۔ چائے پی اور باتیں کرتا رہا۔ شام کو باہر نکلا۔ Kentish Town تک گیا۔ واپس آ کر کام کرتا رہا۔ دس بجے نیند آنے لگی۔ بستر میں لیٹ گیا۔ بارہ بجے پھر آنکھ کھلی لیکن پھر سو گیا۔

جمعرات ۲۷ جون ۱۹۶۳ء

پانچ بجے آنکھ کھلی۔ دس بجے ناشتہ کر کے میوزیم گیا۔ ایک بجے تک کام کیا۔ پھر اسکول جا کر ٹامس کو پڑھایا۔ پھر واپس میوزیم آیا۔ چار بجے تک کام کیا۔ پھر واپس گھر آیا۔ شام کو نعیم اور میرین آئے۔ انہوں نے کھانا کھاا۔ باتیں ہوتی رہیں۔ دس بجے وہ لوگ رخصت ہوئے۔ لکھنے پڑھنے کی کوشش کی۔ لیکن تھک گیا تھا۔ اس لئے کام نہ کر سکا۔ گیارہ بجے سو گیا۔

جمعہ ۲۸ جون ۱۹۶۳ء

چھ بجے اُٹھا۔ ساڑھے دس بجے تیار ہو کر اسکول گیا۔ ٹامس سوا گیارہ بجے آئے۔ انہیں ساڑھے بارہ بجے تک پڑھایا۔ پھر کمان روم میں جا کر کافی پی۔ ایک بجے کے بعد میوزیم پہنچا۔ اور کام شروع کیا۔ آج منظر علی خاں و لاکی کہانی مادھونل اور کام گنڈلا کا کام ختم کر دیا۔ شکر ہے کہ کتاب مکمل ہو گئی۔ اب اس پر مقدمہ لکھ کر چھپنے کے لئے لاہور بھجوں گا۔ چار بجے میوزیم سے باہر نکلا۔

تیز بارش ہو رہی تھی۔ اسی بارش میں پیدل ڈرومنڈ اسٹریٹ گیا۔ گوشت لیا اور گھرا گیا۔ چائے پی۔ کچھ دیر باتیں کرتا رہا۔ چھ بجے کے بعد وکٹوریہ روانہ ہوا۔ آج اقتدا حسن اور نظیر جہاں اٹلی سے آنے والے تھے۔ اٹھ بجے وہ لوگ سنبھے۔ انہیں لے کر گھرا آیا۔ کھانا کھایا۔ گیارہ بجے انہیں اُس جگہ پہنچایا۔ جہاں اُن کے قیام کا انتظام کیا تھا۔ بارہ بجے واپس آیا۔ ساڑھے بارہ بجے سویا۔

ہفتہ ۲۹ جون ۱۹۶۳ء

صبح پانچ بجے آنکھ کھلی۔ اٹھ کر کام شروع کیا۔ دیر تک لکھتا پڑھتا رہا۔ بارہ بجے اقتدا اور نظیر جہاں آگئے۔ انہوں نے کھانا کھایا اور باتیں کرتے رہے۔ دو بجے کے بعد تیار ہو کر بی بی سی گیا۔ آج اردو کے مستقبل کے بارے میں ایک مباحثہ ریکارڈ کرنا تھا وہاں بہت دیر لگی۔ ڈاکٹر عاشق حسین بٹالوی کے ساتھ مباحثہ ہوا۔ چھ بجے واپس آیا۔ ہمان موجود تھے۔ اس لئے کچھ نہ کر سکا۔ اُن کے جانے کے بعد تھوڑی دیر کام کیا۔ گیارہ بجے کے بعد سویا۔

اتوار ۳۰ جون ۱۹۶۳ء

ساڑھے چار بجے آنکھ کھلی۔ کام کرتا رہا۔ بارہ بجے گھر والوں کے ساتھ ہندوستانی فلم جس دلش میں گنگا بہتی ہے دیکھنے کے لئے بیکر اسٹریٹ گیا۔ پانچ بجے واپس آیا۔ کچھ دیر آرام کیا اور پھر دیر تک لکھتا پڑھتا رہا۔ گیارہ بجے سویا۔

ڈاکٹر عبادت بریلوی

کی کتابیں

اقبالیات

- ۱- جشن نامہ اقبال (اُردو) شائع کردہ یونیورسٹی اور نیشنل کالج لاہور
- ۲- جشن نامہ اقبال (انگریزی) " " " "
- ۳- اور نیشنل کالج میگزین اقبال نمبر (اُردو) " " " "
- ۴- اور نیشنل کالج میگزین اقبال نمبر (انگریزی) " " " "
- ۵- اقبال کی اُردو نثر اقبال اکیڈمی، لاہور
- ۶- اقبال — احوال و افکار مکتبہ عالیہ، لاہور
- ۷- جہان اقبال (ادبی سوانح، زیر طبع) ادارہ ادب و تنقید، لاہور
- ۸- اقبال کی غزل " " " "
- ۹- منظومات اقبال " " " "
- ۱۰- اقبال کا فن " " " "

ادبی دریافت (تادری قلمی نسخوں کی دریافت اور ترتیب و تدوین)

- ۱۱- شکنتلا، مولفہ مرزا کاظم علی جوان (مع مقدمہ) اُردو دنیا، کراچی
- ۱۲- ہفت گلشن، مولفہ منظر علی خاں ولا " " "

تحقیق و تنقید

انجمن ترقی اردو پاکستان، کراچی

”

”

”

اردو مرکز لاہور

”

مکتبہ اردو لاہور

اردو مرکز لاہور

اردو دنیا کراچی

”

”

”

”

”

اورینٹل کالج، لاہور

رائٹرز اکیڈمی، لاہور

گلوب پبلسٹرز، لاہور

اقبال اکیڈمی، لاہور

مکتبہ عالیہ، لاہور

ادارہ ادب و تنقید، لاہور

”

۳۶- اردو تنقید کا ارتقا :

۳۷- روایت کی اہمیت

۳۸- غزل اور مطالعہ غزل

۳۹- خطبات عبدالحق : مع مقدمہ

۴۰- مقدمات عبدالحق : مع مقدمہ

۴۱- انتخاب خطوط غالب ”

۴۲- تنقیدی زاویے (پہلا ایڈیشن)

(دوسرا ایڈیشن)

۴۳- تنقیدی تجربے

۴۴- مومن اور مطالعہ مومن

۴۵- جدید شاعری

۴۶- کلیات میر (مع مقدمہ)

۴۷- کلیات مومن ”

۴۸- شاعری اور شاعری کی تنقید

۴۹- سحرالبیان — ایک تنقیدی مطالعہ

۵۰- غالب اور مطالعہ غالب

۵۱- غالب کا فن

۵۲- اقبال کی اردو نثر

۵۳- اقبال — احوال و افکار

۵۴- میر تقی میر (حیات اور شاعری)

۵۵- ولی اورنگ آبادی ”

ادارہ ادب و تنقید، لاہور

//

//

//

//

//

//

//

//

//

//

//

//

//

//

۵۶- پاکستان کے تہذیبی مسائل

۵۷- حضرت خواجہ میر دردؒ

۵۸- ادب اور ادبی قدریں

۵۹- تنقید اور اصول تنقید

۶۰- افسانہ اور افسانے کی تنقید

۶۱- شاعری کیا ہے؟

۶۲- جہان میر

۶۳- میر کی غزل

۶۴- منظومات میر

۶۵- نظیر اکبر آبادی

۶۶- جدید اردو ادب

۶۷- فورٹ ولیم کالج کی ادبی خدمات

۶۸- میر امن دہلوی

۶۹- سید حیدر بخش حیدری

۷۰- ڈاکٹر جان گلکرسٹ

رپورتاژ، ڈائری وغیرہ

گلوب پبلشرز، لاہور

اور نیشنل کالج، لاہور

//

ادارہ ادب و تنقید، لاہور

//

//

۷۱- ارض پاک سے دیارِ فرنگ تک

۷۲- جشن صد سالہ اور نیشنل کالج لاہور

۷۳- جشن اقبال نئی دہلی

۷۴- آزادی کے سائے میں

۷۵- اور نیشنل کالج میں تیس سال زیرِ طبع

۷۶- لندن میں پانچ سال

۷۷۔ لندن کی ڈائری زیر طبع ادارہ ادب و تنقید، لاہور

خاکے

- ۷۸۔ رہ نوردان شوق ادارہ ادب و تنقید، لاہور
۷۹۔ آوارگانِ عشق
۸۰۔ جلوہ ہائے صدرنگ
۸۱۔ یارانِ دیرینہ
۸۲۔ شجر ہائے سایہ دار

ادبی سوانح

- ۸۳۔ یادِ عہد رفتہ (خودنوشت)
۸۴۔ جہانِ تیر زیر طبع
۸۵۔ جہانِ اقبال
۸۶۔ جہانِ غالب
۸۷۔ سرسید احمد خاں
۸۸۔ مولانا حسرت موہانی
۸۹۔ جگر مراد آبادی
۹۰۔ بابائے اردو ڈاکٹر مولوی عبدالحق
۹۱۔ جوش ملیح آبادی
۹۲۔ مطبوعہ و غیر مطبوعہ خطوط اقبال
(علامہ اقبال کے خطوط کی ترتیب و تدوین مع مقدمہ و حواشی)

۹۳۔ خطوط بابائے اردو مولوی عبدالحق

بنام عبادت بریلوی

۹۴۔ غیر مطبوعہ خطوط نیاز فتح پوری

//

بنام عبادت بریلوی

۹۵۔ غیر مطبوعہ خطوط طاہر فاروقی

//

بنام عبادت بریلوی

۹۶۔ غیر مطبوعہ خطوط پروفیسر سید احتشام حسین

//

بنام عبادت بریلوی

۹۷۔ غیر مطبوعہ خطوط پروفیسر سید مسعود حسن ادیب

//

بنام عبادت بریلوی

۹۸۔ غیر مطبوعہ خطوط محمد حسن عسکری

//

بنام عبادت بریلوی

۹۹۔ غیر مطبوعہ خطوط رالف رسل

//

بنام عبادت بریلوی

//

۱۰۰۔ مقالات عبدالحق (چار جلدیں)



ڈاکٹر عبادت بریلوی

لندن کی ڈائری

ادارۂ ادب و تنقید ○ لاہور